أحکام القرآن

قرآنِ مجید میں احکامات و ممنوعات



ترتیب وتدوین
اُمِ عبدالمتین عظمت فاطمہ

تقدیم، تہذیب واضافہ
فضیلۃ الشیخ مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ

احکام القرآن

قرآنِ مجید میں احکامات و ممنوعات

ترتیب وتدوین
ام عبدالمتین عظمت فاطمہ

تقدیم، تہذیب واضافہ
فضیلۃ الشیخ مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ



مکتبہ کتاب و سنت
ریحان چیمہ

ام القریٰ
پبلی کیشنز

سیالکوٹ روڈ، گوجرانوالہ 055-3823990 / 0321-6466422

قرآن مجید میں احکامات وممنوعات

ترتیب وتدوین	تقدیم، تہذیب واضافہ
ام عبدالمتین عظمت فاطمہ	فضیلۃ الشیخ مولانا محمد منیر قمر ﷾

طبع اول .... جولائی 2013ء

تعداد 1100

کمپوزنگ .... نادیہ قمر، ثنا قمر

سیٹنگ .... ابوسفیان عزیزی 0321-6487621

قیمت ....

ام القریٰ پبلی کیشنز

سیالکوٹ روڈ غلہ منڈی گوجرانوالہ فون 055-3823990 / 0321-6466422

hasanshahid85@hotmail.com

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

پہلا حصہ:

قرآنِ مجید میں اوامر واحکامات

دوسرا حصہ:

قرآن مجید میں منکرات وممنوعات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَ نَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. **أمّا بعْدُ:**

قارئینِ کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

- قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کا کلامِ پاک ہے، جو مصادرِ شریعت میں سے اوّلین مصدر ہے۔
- یہ نبیِ اکرم ﷺ کا معجزۂ خالدہ اور خوشگوار زندگی کے لیے کامل و شامل آسمانی دستور ہے۔
- یہ قرآنِ کریم تمام جن وانس کے لیے ذریعۂ ہدایت اور خزینۂ رحمت ہے۔
- جو اس کے احکام پر عمل پیرا ہو، اسے اللہ تعالیٰ عروج وترقی کی رفعتوں سے آشنا کرتا ہے اور اسے پسِ پشت ڈالنے والوں کو تنزل و اِدبار سے دوچار کر دیتا ہے۔
- قرآنِ کریم حصولِ اجر و ثواب کا وہ ذریعہ ہے، جس کا صرف ایک حرف پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں۔
- قرآنِ کریم قلبی و روحانی اور جسمانی بیماریوں سے شفا کا باعث ہے۔

- قرآنِ کریم سیکھنے والے کے لیے جنت کی راہیں آسان کر دی جاتی ہیں۔
- قرآنِ کریم زہریلے جانوروں کے زہر کا تریاق ہے۔
- یہ آسیب و مرگی اور نظرِ بد زائل کرنے کا تیر بہ ہدف نسخہ ہے۔
- یہ تعویذ گنڈوں، جادو ٹونوں اور شیطانی وساوس کا رحمانی علاج ہے۔
- ابلیسِ لعین سے انسان کو بچانے کے لیے یہ قرآن حارس (Guard) کا کام کرتا ہے۔
- قرآنِ کریم حصولِ خیر و برکت کا دروازہ، اللہ سے اپنی حاجات پوری کروانے کا ذریعہ اور فراوانیِ رزق کا باعث ہے۔
- یہ قرآن دنیوی و برزخی اور اخروی زندگی کی تمام مشکلات سے نجات دہندہ ہے۔
- قرآنِ کریم کے اتنے فضائل و برکات اور فوائد و ثمرات ہیں، جن کے تذکرے کے لیے ع

سفینہ چاہیے اس بحرِ بے کراں کے لیے

مناہج تفسیر:

اس کلامِ ربانی اور پیامِ الٰہی میں موجود مسائل و احکام کو سمجھنے سمجھانے کے لیے نبیِ اکرم ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک بے شمار لوگ میدان میں آئے اور ان میں سے ہر کسی نے الگ الگ انداز اختیار کیا، جس سے تفسیر کے متعدد مناہج سامنے آئے۔ مثلاً:

① تفسیر القرآن بالقرآن و السنۃ و الآثار:

① اس سلسلے میں سب سے پہلی مشہور و معتبر صحیح ترین اور مرجعِ اوّل امام ابنِ جریر طبری کی تفسیر "جامع البیان" المعروف "تفسیر ابن جریر" یا "تفسیر طبری" ہے۔

② امام بغوی کی تفسیر "معالم التنزيل" المعروف "تفسیر بغوی" یہ ضعیف احادیث اور خرافات سے پاک ہونے کے لحاظ سے بہترین تفسیر ہے۔

③ امام ابنِ عطیہ اندلسی کی تفسیر "المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز"

④ امام ابن کثیر کی تفسیر "القرآن العظيم" المعروف "تفسیر ابن کثیر"۔ تفسیرِ ماثور کے طور پر اور بعض خصائص کی بنا پر تفسیر ابن جریر کے بعد اس کا درجہ ہے۔ صحیح و مختصر، سہل و متداول اور اردو و انگلش میں دستیاب ہونے کی وجہ سے یہ دنیا کی مشہور ترین تفسیر ہے۔

② تفسیر بالرائے:

◈1 امام بیضاوی کی تفسیر "أنوار التنزيل و أسرار التاويل" المعروف "تفسیر بیضاوی" جو دراصل تفسیر "الکشاف" زمخشری کا اختصار ہے، جس پر بعض اضافے تفسیر کبیر امام رازی، تفسیر امام راغب اصفہانی اور بعض دیگر کتبِ تفسیر سے بھی کیے گئے ہیں۔

◈2 علامہ نسفی کی تفسیر "مدارك التنزيل و حقائق التنزيل" المعروف "تفسیر نسفی" یہ دراصل تفسیر بیضاوی و زمخشری (بدعات و اعتزال سے لبریز کتب) کا اختصار ہے۔

◈3 امام خازن کی تفسیر "معاني التنزيل" المعروف "تفسیر خازن" یہ دراصل تفسیر بغوی کا اختصار ہے، جس پر بعض دیگر کتبِ تفسیر سے اضافے بھی کیے گئے ہیں۔

◈4 تفسیر جلالین: یہ انتہائی مختصر بلکہ قرآن کے حواشی ہیں، لیکن معروف و مفید ہے۔ یہ دو ائمہ کی محنت کا نتیجہ ہے۔ پہلے امام جلال الدین محلی ہیں، جنھوں نے سورۃ الکہف سے لے کر سورۃ الناس تک تفسیر لکھی، پھر سورت فاتحہ کی تفسیر مکمل کی اور پیغامِ اجل آگیا۔ ان کے بعد امام جلال الدین سیوطی نے سورۃ البقرہ

سے لے کر سورت بنی اسرائیل تک تفسیر لکھ کر اس کتاب کی تکمیل کر دی، چونکہ اس کو لکھنے والے دونوں ائمہ کا نام ''جلال الدین'' ہے، لہٰذا اس کا نام ''تفسیر الجلالین'' (دو جلالوں کی تفسیر) پڑ گیا۔

⑤ امام ابو سعود عمادی کی تفسیر ''إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم'' المعروف ''تفسیر ابوسعود'' یہ تفسیر کشاف و بیضاوی کو سامنے رکھ کر لکھی گئی بہترین تفسیر ہے۔

⑥ مجتہدِ مطلق امام شوکانی کی تفسیر ''فتح القدیر'' روایت ودرایت کی بڑی جامع و مانع تفسیر ہے، جس میں امام ابنِ جریر سے ماخوذ جواہرات، امام قرطبی کی گہرائی، امام ابن عطیہ کا ایجاز، امام ابن کثیر کی تحقیق وتدقیق اور امام سیوطی کے ہیرے موتی لڑیوں میں پروئے ہوئے ملتے ہیں۔ مزید برآں یہ تفسیر اسرائیلی روایات سے تقریباً پاک ہے۔

⑦ علامہ سید محمود آلوسی کی تفسیر ''روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني'' المعروف ''تفسیر آلوسی'' یہ کتاب متقدمین علمائے تفسیر کے افادات کا عمدہ و عالمانہ اور مبصرانہ انتخاب ہے۔

③ دورِ حاضر اور ماضی قریب کی بعض کتبِ تفسیر وحواشی:

1 علامہ احمد حسن دہلوی رحمہ اللہ کی تفسیر ''أحسن التفاسير'' طریقۂ سلف کی حامل ہے۔ اس تفسیر کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اسے ضعیف و موضوع احادیث سے بالکلیہ پاک رکھنے کی مقدور بھر کوشش کی گئی ہے۔

2 مولانا عبدالرحمٰن کیلانی کی تفسیر ''تیسیر القرآن'' پہلی کی نسبت قدرے مختصر مگر انہی صفات کی مالک تفسیر ہے۔

③ تفسیر "فوائد سلفیہ" الموسومہ باشرف الحواشی، استاذی شیخ الحدیث مولانا عبدہٗ الفلاح رحمہ اللہ کا بڑا مفصل حاشیہ ہے، جو حاشیہ ہونے کے باوجود ایک جامع و مانع تفسیر ہے۔

④ ہمارے فاضل دوست، ہندی الاصل، سعودی نیشنل جناب ڈاکٹر محمد لقمان سلفی حفظہ اللہ کا تفسیری حاشیہ "تیسیر الرحمن لبیان القرآن" بھی ایک بہترین تفسیری کوشش ہے۔

⑤ ایک دوسرے فاضل، شعبۂ تالیف و تحقیق دارالسلام (لاہور) کے انچارج، معروف مفسر حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ کا تفسیری حاشیہ "احسن البیان" ہے، جسے پہلے عالمی اشاعتی ادارے دارالسلام الریاض نے شائع کیا اور پھر کنگ فہد قرآن کمپلیکس مدینہ منورہ نے لاکھوں کی تعداد میں چھاپ کر دنیا بھر میں پہنچا دیا اور پہنچایا جا رہا ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں مذکورہ تفسیری حاشیے سے کثرت سے استفادہ کیا گیا ہے، لیکن جابجا اس کا نام نہیں لکھا گیا۔
فَجَزَی اللّٰهُ مُؤَلِّفَهٗ خَيْرًا فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَة.

④ تفسیری اجزا:

قرآنِ کریم کی تفسیر چونکہ تمام علوم میں سے علی الاطلاق اشرف و افضل اور اعلیٰ ترین علم ہے، یہی وجہ ہے کہ کسی نے پورے قرآنِ کریم کی مکمل و مفصل تفسیر لکھی، کسی نے ترجمہ و حواشی رقم فرمائے، کسی نے صرف ترجمہ کیا اور کسی نے صرف حاشیہ لکھا۔ بعض اہلِ علم نے محض تفسیری اجزا تحریر فرمائے۔ مثلاً کسی نے متعدد سورتوں کی تفسیر، کسی نے تفسیر سورت یوسف، کسی نے تفسیر سورۃ الحجرات، کسی نے تفسیر سورۃ الضحیٰ، کسی نے تفسیر المعوذتین لکھی اور بعض اہلِ علم نے مختلف سورتوں، قرآنی واقعات

وقصص اور معوذتین کے فضائل و مسائل پر محاضرات (لیکچرز) دیے ہیں، جو تحریری شکل میں آجانے کے ساتھ ساتھ آڈیو، ویڈیو کیسٹس اور سی ڈیز میں بھی موجود ہیں۔

تفسیر آیات الاحکام:

بعض کتبِ تفسیر ایسی بھی ہیں جو عام تفسیر کے بجائے ''احکام القرآن'' کو واضح کرنے کے لیے لکھی گئی ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

① تفسیر الجامع لاحکام القرآن ،امام قرطبی۔

② تفسیر احکام القرآن، امام ابن العربی۔

③ تفسیر آیات الاحکام علامہ جصّاص۔ اس کا اردو ترجمہ بھی پاکستان کی وزارت اوقاف و امور اسلامیہ کی طرف سے شائع ہو چکا ہے۔

④ "نيل المرام في تفسير آيات الأحكام" علامہ نواب صدیق حسن خان والیِ بھوپال (ہند)۔

⑤ تفسیر آیات الاحکام، د. السایس و زمیلہ (مصر)

⑥ روائع البیان تفسیر آیات الاحکام، شیخ محمد علی الصابونی سابق پروفیسر ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ (شام)

⑧ تفسیر آیات الاحکام از راقم، کئی سالوں سے ہم نے ایئر بیس الظہران اسلامک سنٹر کے زیرِ اہتمام ''تفسیر آیات الاحکام'' کا درس شروع کر رکھا تھا، جو اب اختتام کو پہنچ چکا ہے اور اسی نام سے اس کی کمپوزنگ بھی ہو رہی ہے، اسے بھی شائع کرنے کا پروگرام ہے۔ وَفَّقَنَا اللّٰهُ إِتْمَامَهُ وَنَشْرَهُ.

احکام القرآن:

تفسیری انداز سے ہٹ کر صرف احکام القرآن کے انداز کی کتب بھی لکھی گئی

ہیں، جو مختلف ناموں سے بہ کثرت ہیں اور انہی میں سے ایک زیرِ نظر کتاب بھی ہے۔

تبویب القرآن (آیاتِ قرآنیہ کو ابواب کے تحت جمع کرنا)۔ معانی القرآن، مضامین القرآن، مفردات القرآن اور المعجم المفهرس لألفاظ القرآن کے انداز کی بھی کئی کتابیں موجود ہیں۔

زیرِ نظر کتاب تو دراصل ہمارے ایک دوست جناب غوث علی خان (مجیب) صاحب کی خوش دامن محترمہ ام عبدالمتین عظمت فاطمہ بنت محمد غوث صاحبہ کی محنت ولگن کا نتیجہ ہے کہ انھوں نے ''کتابِ الٰہی سے اوامر ونواہی'' کو دو حصوں میں جمع کر دیا ہے۔ پہلا حصہ ہے: ''اوامر واحکامات''، جبکہ دوسرا حصہ ہے: ''نواہی ومنکرات'' گویا یہ کتاب قرآنِ کریم میں وارد ''معروف ومنکر'' کا ایک عمدہ انتخاب ہے، جسے انھوں نے قارئینِ کرام کے لیے یکجا مرتب کر دیا ہے۔

میں نے اسے پڑھ کر:

① اس کتاب کی ممکنہ حد تک تہذیب کر دی ہے۔

② اس کے تفسیری مواد کی تنقیح کرنے کی حسبِ استطاعت کوشش کی ہے۔

③ بعض آیات جو دورانِ ترتیب سہواً چھوٹ گئی تھیں، انھیں شامل کر دیا ہے، تاکہ کتاب مقدور بھر حد تک جامع ہو جائے۔

④ اپنے فاضل دوست جناب حافظ صلاح الدین صاحب یوسف کی ''تفسیر احسن البیان'' اسی طرح اپنی کئی تالیفات اور بعض دیگر کتب سے بہ کثرت ضروری تفسیری وتشریحی اضافے بھی کر دیے ہیں، تاکہ معانی میں ابہام نہ رہے یا کم ہو جائے، کیونکہ ایسی مختصر کتاب میں ہر طرح کے ابہام کو دور کرنا تو ممکن ہی نہیں ہوتا۔

⑤ کتاب میں عنوان بہت تھوڑے تھے، لہٰذا حسبِ موقع پوری کتاب کو عنوانات

سے مزین کر دیا گیا ہے، تا کہ قارئین کے لیے استفادہ کرنے میں آسانی رہے۔

⑥ ان سب عنوانات کو فہرست میں شامل کر دیا ہے، تا کہ ان عناوین کی مدد سے مطلوبہ مضامین کی تلاش میں آسانی ہو جائے۔

⑦ دورانِ ترتیب مرتبہ محترمہ نے ہر ہر امر و نہی کی آیت یا مجموعۂ آیات کو حسبِ ترتیب ان کے مقامات پر ہی رکھا تھا، لیکن ایسا کرنے سے موضوعات میں بہت تکرار آجاتا تھا، لہٰذا ایک ہی موضوع سے متعلقہ تمام آیات کو حتی الامکان یکجا کر دیا ہے۔

⑧ قرآنی آیات کی فصاحت و بلاغت اور جامعیت کی بنا پر اور اختصار کے پیشِ نظر ناچار ایک ایک عنوان میں کئی کئی موضوعات شامل کرنے پڑے ہیں، لیکن پھر بھی حق کہاں ادا ہوتا ہے؟

⑨ آیات و احادیث اور ان کے ترجمے کے لیے جدید طرز کی کمپوزنگ کروائی ہے۔

⑩ تفسیری وتشریحی اضافوں کو آیات اور ان کے ترجمے کے بعد ذکر کیا ہے، تا کہ عربی نص، ترجمہ اور تفسیر وتشریح تینوں الگ الگ رہیں۔

غرض کہ اس ترتیبِ جدید اور ہمارے اضافوں سے کتاب کی جامعیت میں اضافہ ہونے کے ساتھ ساتھ ہی اس کی ضخامت بھی تقریباً دوگنا ہوگئی ہے، جس کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مرتبہ نے جو مسودہ تیار کیا تھا، اس کی کمپوزنگ 240 صفحات پر ہوئی تھی، جبکہ اب 500 صفحات کی کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کی مولفہ و مرتبہ اور راقم کی محنت کو شرفِ قبول سے نوازے۔ نیز مولفہ کے ساتھ ان کے جن اعزا و اقارب نے جو بھی تعاون کیا ہے، انھیں بھی جزائے خیر دے۔ آمین

اس کتاب کی تکمیل کے سلسلے میں اپنی اہلیہ ام عدنان بشریٰ قمر کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری خیال کرتا ہوں، جن کی دلچسپی اور ہمت افزائی سے تھوڑے سے عرصے میں ہی یہ کام تکمیل کے مراحل طے کر گیا ہے۔ فَجَزَاهَا اللّٰهُ خَيراً.

ہم اپنی لختِ جگر نادیہ قمر اور سناء قمر کے بھی شکر گزار ہیں، جنھوں نے اس کتاب کی تہذیب و کمپوزنگ میں ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ وَفَّقَهُمَا اللّٰهُ لِكُلِّ خَيرٍ وَجَزَاهُمَا فِي الدُّنيَا وَالآخِرَةِ.

اس کتاب کا پہلا اڈیشن چند سال قبل انڈیا میں شائع ہو چکا ہے، اور اب ہم اپنے دوست معروف سماجی شخصیت جناب انجینئر خواجہ عصمت امین صاحب (پروپرائیٹر ترکی ٹریڈنگ کمپنی، الخبر) کے شکر گزار ہیں، جنھوں نے پاکستان میں اس کتاب کی اشاعتِ دوم میں ہمارے ساتھ تعاون کیا۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ خَيراً فِي الدُّنيَا وَ الآخِرَةِ.

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قرآنی تعلیمات سے پیار کرنے والوں کیلئے باعثِ استفادہ بنائے۔ آمین

والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

ابو عدنان محمد منیر قمر نواب الدین
ترجمان سپریم کورٹ، الخبر
و داعیہ متعاون، مراکزِ دعوت و ارشاد
الخبر، الراکہ، الدمام۔ سعودی عرب

سپریم کورٹ۔ الخبر
۱۴۳۴/۲/۵ھ
۲۰۱۲/۱۲/۱۸ء

www.mohammedmunirqamar.com

پیش لفظ یا ہدیۂ تشکر

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَ نَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضْلِلُ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. **أَمَّا بَعْدُ:**

الحمد للہ، الحمد للہ، ثم الحمد للہ ...اللہ رب العزت کا مجھ پر بڑا احسان وکرم ہے، اس ذاتِ پاک کا شکر ادا کرنے سے زبان قاصر ہے کہ میری تمنا اور خواہش بر لائی جا رہی ہے۔ زندگی کے 35 سال تعلیمی میدان میں درس و تدریس اور صدر مدرس کی حیثیت سے گزرے۔ دینی محفلوں میں بھی جانے کا اتفاق ہوتا رہا اور جب ڈیوٹی سے وظیفہ یاب ہوئی تو لکھنے کے اس کام میں لگ گئی۔

برسوں سے یہ ارادہ میرے دماغ میں چلا آرہا تھا کہ میں کچھ لکھوں، جس سے کچھ نہ کچھ دینی خدمت کا فریضہ ادا ہو سکے، اس پر میں نے غور وفکر کرنا شروع کر دیا۔ مالکِ دو جہاں نے یہ بات میرے دماغ میں ڈالی کہ قرآن پاک جو ''کلامِ الٰہی'' ہے، اس سے کچھ حاصل کروں۔ یہ کوشش شروع کی، لیکن آگے چل کر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کلامِ پاک کے ''احکامات ومنکرات'' میرے دماغ میں آئے اور میں نے سوچا کہ کیوں نہ میں ان ''احکامات ومنکرات'' کو یکجا کر کے ایک مستقل کتاب کی شکل میں پیش کروں، حالانکہ قرآن پاک ہر مسلمان کے گھر میں ہوتا ہے اور اس

کی تلاوت بھی باقاعدہ ہوتی رہتی ہے، مگر بہت کم لوگ اس کے معنیٰ سمجھ کر اسے پڑھتے ہیں، جبکہ قرآنِ پاک سراپا ہدایت اور کامیاب زندگی گزارنے کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ میری یہ دیرینہ خواہش و تمنا رہی کہ جو میں نے سیکھا اور سمجھا ہے، اُسے منظرِ عام پر لاؤں اور بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے کن اعمال کا مطالبہ کر رہا ہے، جنھیں سر انجام دے کر ہم جنت کے حق دار بن جائیں اور کن اعمال سے روکتا ہے، تاکہ ان سے باز رہ کر ہم دوزخ کی آگ سے بچ جائیں۔

اسی دیرینہ خواہش کی بنا پر میں کئی سال سے اس کام پر لگی رہی۔ میرے والدین بھی اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کرتے تھے کہ اپنے بچوں میں سے کوئی کچھ لکھ کر لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔ میرے دماغ میں والدین کی خواہش پوری کرنے کی بھی تمنا تھی۔ جب ترتیب کا یہ کام کر چکی تو سب سے پہلے میں نے اپنی سب سے بڑی بہن صاحبہ سے ذکر کیا تو انھوں نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور مشورہ دیا کہ ان کے شوہر یعنی میرے بہنوئی محترم اختر حسین دہلوی سے تعاون حاصل کریں۔ جب ان سے اظہار کیا تو بہت خوشی سے مبارک باد پیش کرتے ہوئے انھوں نے میری ہمت افزائی کی۔ وہ چونکہ دینی سمجھ بوجھ رکھنے والے، اردو سے بڑا شغف رکھنے والے اور ساتھ ہی ساتھ ایک شاعر بھی تھے، لہٰذا اُنھوں نے اس کام میں یہ مدد کی کہ نظرِ ثانی کرتے گئے اور اپنی پہلی فرصت میں اس کام کو دیکھا اور پوری لگن سے نظرِ ثانی کی۔ انھوں نے میرے اس کام کو سراہنے کے بعد بڑی خوشی ظاہر کی کہ جلد از جلد اس کام کو پورا کیا جائے۔

اس کے بعد میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ قرآن کریم کا ترجمہ سیکھوں، کیونکہ جب تک قرآنِ پاک سمجھ میں نہ آئے، یہ کام کرنا دشوار ہوگا، اس لیے قرآنِ کریم کا لفظی ترجمہ اور تفسیر سیکھنے میں مصروف ہوگئی۔ اسی مصروفیت میں مشغول رہی، لیکن

جب انڈیا سے اپنی دختر کے گھر الخبر [سعودی عرب] آئی تو وہاں ان کے گھر درس کا اہتمام تھا، جس میں محترمہ ام عدنان بشریٰ قمر صاحبہ، جو شیخ محمد منیر قمر صاحب کی اہلیہ ہیں، وہ درس دیا کرتی ہیں۔ ان سے ملاقات بہت ہی کارآمد رہی۔ محترمہ ام عدنان صاحبہ سے میں نے اپنے کام کا اظہار کیا تو انھوں نے بھی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے میرے کام کو دیکھا اور انھوں نے مشورہ دیا کہ ان کے شوہرِ محترم محمد منیر قمر صاحب کو دکھائیں۔ شیخ صاحب موصوف نے میرا کام دیکھ کر اپنے زریں مشوروں اور ہدایات کے ساتھ ساتھ چند کتب کے نام لکھ کر بھیجے تا کہ اس کام کے لیے ان سے استفادہ کروں۔ یوں اپنی امید اور دلی خواہش کے برآنے کی کرن نظر آنے لگی۔

اس کے بعد اسے ایک کتاب کی شکل میں لانے کی بات چلی تو انھوں نے اپنے شوہر کے مشورے سے اس کام پر نظرِ ثانی کرنے، ٹائپنگ اور کمپوزنگ وغیرہ کروانے اور اسے شائع کروانے کی ذمے داری لے لی۔ یہ سن کر دل کی گہرائیوں سے ان کے حق میں دعائیں نکلتی گئیں، اللہ تعالیٰ موصوف اور موصوفہ کو جزائے خیر سے نوازے۔

اب اس کام کو ایک کتاب کی شکل میں لانے کی کوشش ہو رہی ہے، اس لیے سب سے پہلے میں مالکِ حقیقی کی شکر گزار ہوں کہ اس ذاتِ پاک نے ہر ہر قدم پر میری مدد فرمائی اور راہیں آسان کر دیں، خصوصاً محترمہ ام عدنان صاحبہ اور عالی مرتبہ محترم شیخ محمد منیر قمر صاحب ۔دَامَ أَلْطَافُهُمْ۔ نے اس قلیل مدت میں اس کام کو سرانجام دینے میں مدد کی۔ اللہ تعالیٰ سے دل کی گہرائیوں سے دعا گو ہوں کہ وہ ان کو جزائے خیر عطا کرے اور ان کی دینی خدمات کو قبول کر کے اپنے خاص جوارِ رحمت میں لے کر ان کی صحت، علم اور عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

اسی طرح میں اپنے شوہر کی بھی دلی شکر گزار ہوں، جنھوں نے میری مدد

فرمائی ہے اور ان اصحاب کا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں، جنھوں نے اپنے مشوروں اور کتب کی فراہمی سے مدد کی ہے۔

آخر میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ میری اس کوشش کو ریا کاری سے بچاتے ہوئے اسے میری حسنات میں شمار کر کے صدقۂ جاریہ بنائے۔ قارئین کو اس سے مستفید کرے اور مجھ گنہگار کی آخرت میں نجات کا ذریعہ بنا دے۔ آمین ثم آمین

دعاؤں کی طالب

عظمت فاطمہ بنتِ ابو انوار احمد محمد غوث مرحوم

حال وارد، الخبر، سعودی عرب

۷/محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

۴/جنوری ۲۰۰۹ء

ارشادِ باری تعالیٰ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم.

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ﴾

[آل عمران: ۱۱۰]

''(مومنو!) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں، تم اُن سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔''

تمہید

قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کا کلام اور آسمانی کتاب ہے۔ یہ وہ آخری کتاب ہے جو مستند و متواتر طریقے سے ہم تک پہنچی ہے اور اپنی اصل شکل میں آج بھی موجود ہے۔ قرآن کے علاوہ دوسری آسمانی کتب میں بہت کچھ تحریف ہوچکی ہے، اس لیے جس کتاب پر پورا بھروسا کیا جاسکتا ہے اور اسے انسان اپنی زندگی میں راہ نما بنا سکتا ہے، وہ قرآنِ کریم کے علاوہ کوئی دوسری کتاب ہو ہی نہیں سکتی۔

قرآنِ مجید کی صرف تلاوت کرنا ہی نہیں بلکہ اس کو سمجھنا اور اس کے مطابق اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی کی تعمیر کی کوشش کرنا بھی ہمارے لیے ضروری ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اس نے اپنی حکمت بھری کتاب میں مکمل ضابطہ حیات دکھا دیا ہے۔ اس نے ہمیں یہ بھی دکھا دیا ہے کہ ''صراطِ مستقیم'' کسے کہتے ہیں؟ ایمان کیا ہے؟ اس کی شرائط کیا ہیں؟ جنت و دوزخ کی نعمتیں اور عذاب کیا ہیں؟ اس نے جہاں ہمیں جنت کے حق دار بننے کے لیے احکامات دیے ہیں، وہیں دوزخ سے بچنے کے لیے وہ منکرات بھی بتا دیے ہیں، جن سے پرہیز کر کے ہم دوزخ سے بچیں۔

میں نے کوشش کرکے قرآنِ مجید میں واردہ تمام احکامات ومحرّمات کو سورت، پارہ اور آیت کی ترتیب سے مرتب کیا ہے۔ میں نے حتی المقدور کوشش کی ہے کہ تمام احکامات ومنکرات کو قلم بند کروں، مگر پھر بھی اگر بھول چوک ہوگئی ہو تو معافی کی

خواست گار ہوں اور امید رکھتی ہوں کہ کمی کوتاہی پانے والے از راہِ خیر خواہی مطلع فرمائیں گے، تاکہ آیندہ اڈیشن میں اس کی تلافی کی جا سکے۔

اللہ رب العزت ہمیں ان احکامات پر عمل پیرا ہونے اور محرّمات سے بچنے کی توفیق عطا فرما کر جنت کا حق دار بنائے اور دوزخ سے بچائے۔ آمین ثم آمین

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

ایک شرعی فریضہ

یہ ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ اچھے کاموں کا پرچار کرنا اور بُرے کاموں سے روکنا فرضِ کفایہ ہے، بالخصوص ان لوگوں پر جو امر اور نہی کی طاقت رکھتے ہوں۔ حقیقتاً ایمان باللہ کے بعد دینی ذمے داریوں میں سے یہ ایک بہت ہی بڑی ذمے داری بلکہ فرضِ کفایہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنی کتابِ عزیز میں ایمان کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔[1] چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ [آل عمران: ١١٠]

”(مومنو!) جتنی امتیں (قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں، تم اُن سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔“

فرضیت کے دلائل:

اس کی فرضیت کی بنیاد درج ذیل نقلی اور عقلی دلائل ہیں:

① سورت آل عمران (آیت: ١٠٤) میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

[1] منهاج المسلم لأبي بكر جابر الجزائري (ص: ١١٧)

وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

''اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور بُرے کاموں سے منع کرے۔ یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔''

② سورۃ الحج (آیت: ۴۱) میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ بعض دیگر امور کے علاوہ اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾

''یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز پڑھیں اور زکات دیں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔''

③ سورۃ التوبہ (آیت: ۷۱) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾

''اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں کہ اچھے کام کرنے کو کہتے اور بُری باتوں سے منع کرتے اور نماز پڑھتے اور زکات دیتے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں، جن پر اللہ رحم کرے گا، بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔''

④ سورت لقمان (آیت: ۱۷) میں حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے فرزند کو جو وصیتیں فرمائیں، ان کا ذکر اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں:

﴿ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾

''بیٹا! نماز کی پابندی رکھنا اور (لوگوں کو) اچھے کاموں کے کرنے کا حکم دینا اور بری باتوں سے منع کرتے رہنا اور جو مصیبت تجھ پر واقع ہو، اُس پر صبر کرنا، بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔''

اس بارے میں اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ اب بعض احادیث ملاحظہ فرمائیں:

⑤ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:

''جو شخص تم سے کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے، اگر اسے ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں تو زبان سے، اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو دل سے اُسے برا جانیں، یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔''[1]

⑥ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی بھیجا، اس کی امت میں سے اس کے حواری اور ساتھی ہوتے، جو اس کی سنت پر عمل اور اس کے حکم کی اقتدا کرتے۔ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے جو ایسی باتیں کہتے جو وہ کرتے نہیں تھے اور وہ کام کرتے تھے، جن کا انھیں حکم نہیں دیا جاتا تھا، پس جو شخص ان سے دل کے ساتھ جہاد کرے گا، وہ مومن ہے، جو ان سے اپنی زبان سے جہاد کرے گا وہ بھی مومن ہے اور اس

[1] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، ریاض الصالحین (۱/ ۲۰۰)

کے علاوہ رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان [کا درجہ] نہیں۔"[1]

اس سے معلوم ہوا کہ منکرات کے ازالے کا [حسبِ استطاعت] ہر مسلمان ذمے دار ہے، بلکہ یہ اس کے ایمان کی کسوٹی ہے، اگر ایک مسلمان منکر کے ازالے اور خاتمے کے لیے سعی کرتا ہے یا کم سے کم اسے بُرا سمجھتا ہے تو یہ اس کے ایمان کی دلیل ہے اور اگر بُرائی کو دل میں بھی بُرائی نہیں سمجھتا تو سمجھ لو کہ اس کا دل ایمان کے کمزور ترین درجے سے بھی محروم ہوگیا ہے۔

سورۃ البقرہ (آیت: ۴۴) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

"(یہ) کیا (عقل کی بات ہے کہ) تم لوگوں کو نیکی کرنے کو کہتے ہو اور اپنے آپ کو فراموش کیے دیتے ہو، حالانکہ تم (اللہ تعالیٰ کی) کتاب بھی پڑھتے ہو، کیا تم نہیں سمجھتے؟"

⑦ حضرت ابو زید اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

"قیامت والے دن آدمی لایا جائے گا اور آگ میں ڈال دیا جائے گا، پس اس کی انتڑیاں باہر نکل آئیں گی۔ وہ انھیں لے کر ایسے گھومے گا جیسا گدھا چکی میں گھومتا ہے، اس کے گرد جہنمی جمع ہو جائیں گے اور کہیں گے: اے فلاں! تجھے کیا ہوا ہے؟ کیا تو نیکی کا حکم نہیں دیتا تھا اور برائی سے نہیں روکتا تھا؟ وہ کہے گا: ہاں، یقیناً میں وہی ہوں، لیکن میرا

[1] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، ریاض الصالحین (۱/ ۲۰۱)

حال یہ رہا کہ میں لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتا تھا، مگر خود نیکی نہیں کرتا تھا اور دوسروں کو تو برائی سے روکتا تھا، لیکن خود اس کا ارتکاب کرتا تھا۔"[1]

علم و عمل:

اس میں ان علما و داعیان اور مصلحینِ امت کے لیے تنبیہ ہے، جن کا اپنا عمل اس وعظ اور نصیحت کے خلاف ہوتا ہے، جو وہ اسٹیج اور منبر و محراب سے لوگوں کو کرتے ہیں۔ اس حدیث میں والدین، اساتذہ اور مذہبی و سیاسی لیڈروں کے لیے بھی انتباہ ہے، جو دوسروں کو اچھی باتیں کہتے ہیں، مگر خود ان پر عمل نہیں کرتے۔

سورۃ النساء (آیت: ۱۳۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا﴾

"مومنو! اللہ پر اور اُس کے رسول پر اور جو کتاب اُس نے اپنے پیغمبر (آخر الزماں) پر نازل کی ہے اور جو کتابیں اس سے پہلے نازل کی تھیں، سب پر ایمان لاؤ اور جو شخص اللہ اور اُس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اُس کے پیغمبروں اور روزِ قیامت کا انکار کرے، وہ راستے سے بھٹک کر دُور جا پڑا۔"

نبیِ اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"ایمان باللہ اور ایمان بالرسول سب اعمال سے افضل ہے۔"[2]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٦٨٥) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٩٨٩)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (٨٣)

ایمان کیا چیز ہے؟

ایمان کا مطلب ہے دل سے کسی چیز کو اٹل حقیقت مان لینا، جبکہ اس میں کسی قسم کا شک و تردّد نہ ہو اور اُسے تسلیم نہ کرنے سے کفر لازم آتا ہے۔

ایمان کی تشریح علما نے یوں کی ہے:

1. زبان سے اقرار۔
2. دل سے تصدیق۔
3. اعضا سے عمل۔

قرآنِ مجید میں اکثر مقامات پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو مخاطب کرتے ہوئے اعمالِ صالحہ کی ترغیب دلائی ہے [اس کا مطالعہ ان شاء اللہ آپ آیندہ صفحات میں کریں گے] چنانچہ ہمیں چاہیے کہ اپنا ایمان مضبوط کر کے اعمالِ صالحہ سے توشۂ آخرت تیار کریں۔

سابقہ آیت میں ایمان والوں کو حکم ہو رہا ہے کہ پورے کے پورے ایمان میں داخل ہو جائیں، تمام احکام کو مکمل شریعت کو اور ایمان کی تمام جزئیات کو مان لیں۔ یہ خیال نہ ہو کہ اس میں تحصیل نہیں بلکہ تکمیلِ کامل ہے۔ ایمان لائے ہو تو اس پر قائم رہو، اللہ تعالیٰ کو ماننا ہے تو جیسے اور جس طرح وہ منوائے مانتے چلے جاؤ۔ یہی مطلب ہر مسلمان کی اس دعا کا ہے کہ ہمیں راہ مستقیم [صراط مستقیم] کی ہدایت کر، یعنی ہمیں ہدایت پر ثابت رکھ، اس میں ہمیں مضبوط رکھ، استقامت نصیب فرما اور دن بدن بڑھاتا رہ۔ اسی طرح یہاں بھی مومن کو اللہ نے اپنی ذات پر اور اپنے رسول ﷺ پر ایمان لانے کا فرمایا ہے۔ ایک اور آیت میں ایمان داروں سے خطاب کر کے فرمایا ہے کہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ پر اور تمام کتابوں پر ایمان لاؤ۔[1]

[1] تفسیر ابن کثیر (۱/ ٦٣٥)

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ [البقرة: ٢٠٨]

''مومنو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو وہ تو تمھارا صریح دشمن ہے۔''

یہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے اوپر اور اپنے نبی حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے اور اس کی تصدیق کرنے والوں سے ارشاد فرماتا ہے کہ وہ تمام احکامات کو بجا لائیں، تمام ممنوعات سے بچ جائیں اور کامل شریعت پر عمل کریں، پھر فرماتا ہے کہ اپنی طاقت بھر اسلام کے تمام احکامات کو مانو، اس کا کوئی عمل نہ چھوڑو، پھر فرماتا ہے کہ اگر تم دلائل معلوم کر لینے کے بعد حق سے ہٹ جاؤ گے تو جان لو کہ رب بھی بدلہ لینے میں غالب ہے، اس سے کوئی بچ کر بھاگ سکتا ہے نہ اس پر غالب آ سکتا ہے اور اپنے احکامات کو جاری کرنے میں وہ کفار پر غلبہ رکھتا ہے۔[1]

ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴾ [البقرة: ١٨٦]

''اور جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں سوال کریں تو بے شک میں قریب ہوں، میں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے، تو لازم ہے کہ وہ میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں، تاکہ وہ ہدایت پائیں۔''

دنیا کے اکثر انسان کسی نہ کسی تکلیف، پریشانی اور مصیبت میں مبتلا ہیں۔ جب بھی کوئی مصیبت اور پریشانی لاحق ہوتی ہے تو انسان اس سے چھٹکارا حاصل

---

[1] تفسیر ابن کثیر (١/ ٢٧٠)

کرنے کے مختلف ذرائع تلاش کرتا ہے۔ ان ذرائع میں سب سے بہترین ذریعہ دُعا ہے۔ عبادتوں میں سے بھی ایک اہم عبادت دُعا ہے۔ پیارے نبیِ مکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

«اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ» [1] ”دعا عبادت ہے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پیارے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

”میرا بندہ میرے ساتھ جیسا نظریہ رکھتا ہے، میں بھی اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتا ہوں، جب وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہی ہوتا ہوں۔“ [2]

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿ اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ [المؤمن: ٦٠]

”تم مجھ سے دعا کرو، میں تمھاری (دعا) قبول کروں گا۔“

حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا:

”بندہ جب اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ بلند کر کے دُعا مانگتا ہے تو رحمان رحیم اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹاتے ہوئے شرماتا ہے۔“ [3]

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

”جو بندہ اللہ تعالیٰ سے کوئی ایسی دُعا مانگتا ہے جس میں گناہ ہو نہ رشتے ناتے ٹوٹتے ہوں تو اسے اللہ تعالیٰ تین باتوں میں سے ایک ضرور عطا

---

[1] سنن أبي داود، سنن الترمذي، سنن النسائي، سنن ابن ماجه، مسند أحمد، صحيح الجامع الصغير للألباني، رقم الحديث (٣٤٠٧)

[2] صحيح البخاري و صحيح مسلم، سنن الترمذي، سنن ابن ماجه، مسند أحمد، سلسلة الأحاديث الصحيحة: رقم الحديث (١٠١١)

[3] صححه الألباني في صحيح سنن أبي داود، رقم الحديث (١٤٨٨) صحيح سنن الترمذي، رقم الحديث ٣٥٥٦) صحيح الترغيب، رقم الحديث (١٦٣٥) صحيح الجامع (١٧٥٧) تحقيق المشكاة (١٥٦/٩) رقم الحديث (٢١٨٤) وابن باز في فتاویٰ نور على الدرب (١١/ ٧٤)

فرماتا ہے: ① اس کی دُعا اسی وقت قبول فرما کر اس کی منہ مانگی مراد پوری کرتا ہے۔ ② اسے ذخیرہ کر کے رکھ دیتا ہے اور آخرت میں اجر عطا کرتا ہے۔ ③ کوئی آنے والی بلا اور مصیبت ٹال دیتا ہے۔

''لوگوں نے یہ سن کر کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! پھر تو ہم کثرت سے دُعا کریں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر اللہ کے ہاں کون سی کمی ہے۔''[1]

اسی حدیث میں نبی مکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

''اے لوگو! جب تم اللہ سے دُعا مانگو تو اس کی قبولیت کا یقین رکھو۔ غفلت کرنے والے دل کی دُعا اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔''

پس ہمیں دُعا ایسی مانگنی چاہیے، جس میں خلوص ہو، عاجزی ہو، خشیت ہو، آہ وزاری ہو، اپنے گناہوں پر ندامت ہو، نیز دُعا کی قبولیت اور سب سے بڑھ کر رحمت کا یقین ہو۔[2]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾ [الزمر: ٥٣]

''اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اے ابن آدم! ایک چیز تو تیری ہے، ایک میری ہے اور ایک میرے اور تیرے درمیان تقسیم ہے، خالص میرا حق تو یہ ہے کہ صرف میری ہی عبادت کر اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کر، تیرے لیے مخصوص یہ ہے

① صحيح سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٥٧٣) صحيح سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٢٦٨٩) صحيح الجامع، رقم الحديث (٦٩٨٦) و السلسلة الصحيحة، رقم الحديث (٢٤٠٠)

② تفسير ابن كثير (١/ ٢٣٨)

کہ تیرے ہر ہر عمل کا پورا پورا بدلہ تجھے ضرور دوں گا، کسی نیکی کو ضائع نہ کروں گا۔ درمیان کی چیز یہ ہے کہ تو دعا کر میں قبول کروں گا، ایک کام (دعا کرنا) تیرا اور ایک کام (قبول کرنا) میرا۔"

نبیِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"روزہ دار افطار کے وقت جو دعا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے۔"[1]

ایک حدیث میں ہے:

"تین قسم کے لوگوں کی دعا رد نہیں ہوتی: عادل بادشاہ، روزے دار شخص اور مظلوم۔ اسے قیامت والے دن اللہ تعالیٰ بلند کرے گا اور فرمائے گا: مجھے میری عزت کی قسم میں تیری مدد ضرور کروں گا۔"[2]

اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ ہم سب کو دعاؤں کی غفلت سے بچائے۔

اتحاد کی دعوت:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ [آل عمران: ۱۰۳]

"اور سب مل کر اللہ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا اور اللہ کی اُس مہربانی کو یاد کرو، جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اُس نے تمھارے دلوں میں اُلفت ڈال دی اور تم اُس کی مہربانی

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٧٥٣)

[2] مسند أحمد، سنن الترمذي، سنن النسائي، سنن ابن ماجه. نیز دیکھیں: شعب الإيمان للبيهقي، رقم الحديث (١٢١١) السلسلة الصحيحة، رقم الحديث (٣٣٧٤)

سے بھائی بھائی ہوگئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمھیں اُس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی آیتیں کھول کھول کر سناتا ہے، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرقہ بندی کی ممانعت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ متفق رہو اور اختلاف سے بچو۔

"حَبۡلِ اللّٰهِ" سے مراد قرآنِ پاک ہے جو اس کی مضبوط رسّی ہے، یہ بہ ظاہر نور ہے۔ یہ سراسر ہدایت دینے والا اور نفع بخش ہے، اس پر عمل کرنے والے کے لیے یہ بچاؤ ہے اور اس کی اطاعت کرنے والے کے لیے نجات ہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ نبیِ اقدس ﷺ نے فرمایا:

"تین باتوں سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور تین باتوں سے وہ ناراض ہوتا ہے اور حکم دیتا ہے: ① اُسی کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ ② اللہ تعالیٰ کی رسّی کو مضبوطی سے [متفق ہو کر] پکڑو۔ ③ مسلمان بادشاہوں کی خیر خواہی کرو، جبکہ فضول گوئی، زیادتِ سوال اور بربادیِ مال یہ تینوں چیزیں رب کی ناراضی کا سبب ہیں۔"[1]

مسند احمد میں مروی ہے کہ لوگ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی وہاں تھے۔ ان کے ہاتھ میں لکڑی تھی۔ وہ بیان فرمانے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا:

"اگر زقوم کا ایک قطرہ بھی دنیا میں گرا دیا جائے تو دنیا والوں کی روزیاں بگڑ جائیں اور وہ کوئی چیز کھا پی نہ سکیں، پھر خیال کرو کہ ان دوزخیوں کا حال کیا ہوگا جن کا کھانا پینا ہی یہ زقوم ہوگا؟!"[2]

① تفسیر ابن کثیر (۱/ ٤٢)

② مسند أحمد (۱/ ۳۰۰)

ایک حدیث میں رسولِ مقبول ﷺ فرماتے ہیں:

''جو شخص جہنم سے بچنا اور جنت میں جانا چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ مرتے دم تک اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھے اور لوگوں سے وہ برتاؤ کرے جسے وہ خود اپنے لیے چاہتا ہو۔''[1]

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنی رسّی مضبوطی سے تھامنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی ناراضی سے بچائے۔ آمین ثم آمین

[1] مسند أحمد (٢/ ١٦١)

پہلا حصہ:

قرآنِ مجید میں اوامر و احکامات

(معروف)

اوامر و احکامات

(معروف)

1- صرف ربِ کائنات کی عبادت کرو اور تقویٰ اختیار کرو:

1 پارہ ① ﴿الٓمّٓ﴾ سورۃ البقرہ (آیت: ۲۱، ۲۲) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

''اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمھیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا، تاکہ تم (اس کے عذاب سے) بچو۔ جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے بارش برسا کر تمھارے کھانے کے لیے انواع و اقسام کے میوے پیدا کیے، پس کسی کو اللہ کا ہمسر نہ بناؤ اور تم جانتے تو ہو۔''

ہدایت اور ضلالت کے اعتبار سے انسانوں کے تین گروہوں کے تذکرے کے بعد تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی عبادت کی دعوت دی جا رہی ہے۔ فرمایا: جب تمھارا اور کائنات کا خالق اللہ ہے اور تمھاری تمام ضروریات کا مہیا کرنے والا وہی ہے، پھر تم اسے چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ دوسروں کو اس کا شریک کیوں ٹھہراتے ہو؟ اگر تم عذابِ الٰہی سے بچنا چاہتے ہو تو

اس کا صرف ایک طریقہ ہے کہ اللہ کو ایک مانو اور صرف اسی کی عبادت کرو، جانتے بوجھتے شرک کا ارتکاب مت کرو۔

۲ سورۃ النساء (آیت: ۱۳۱) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ لَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ اِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ كَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا﴾

''اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، سب اللہ ہی کا ہے اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی، اُن کو بھی اور تم کو بھی ہم نے حکمِ تاکیدی کیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر کفر کرو گے تو (سمجھ رکھو کہ) جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ بے پروا اور سزاوارِ حمد وثنا ہے۔''

۳ سورۃ الانعام (آیت: ۱۰۲) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ﴾

''یہی (اوصاف رکھنے والا) اللہ تمھارا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں (وہی) ہر چیز کا پیدا کرنے والا (ہے) تو اُسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا نگران ہے۔''

۴ سورۃ العنکبوت (آیت: ۵۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ﴾

''اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو، میری زمین فراخ ہے تو میری ہی عبادت کرو۔''

۵ سورت یٰس (آیت:۶۱) میں فرمایا ہے:

﴿ وَاَنِ اعْبُدُوْنِیْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴾

''اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا، یہی سیدھا راستہ ہے۔''

۶ سورۃ الزمر (آیت:۱۶) میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴾

''ان کے اوپر تو آگ کے سائبان ہوں گے اور نیچے (اس کے) فرش ہوں گے، یہ وہ (عذاب) ہے، جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے تو اے میرے بندو! مجھ سے ڈرتے رہو۔''

۷ آگے سورۃ الزمر کی آیت (۶۶) میں بھی ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴾

''بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور شکر گزاروں میں رہو۔''

۸ سورت غافر (المومن) کی آیت (۱۴) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾

''تو اللہ کی عبادت کو خالص کرکے اسی کو پکارو، اگرچہ کافر بُرا ہی مانیں۔''

یعنی جب سب کچھ اللہ ہی کرنے والا ہے تو کافروں کو چاہے کتنا ہی ناگوار گزرے، صرف اسی ایک اللہ کو پکارو، اس کے لیے عبادت اور اطاعت کو خالص کرتے ہوئے۔[1]

۹ سورۃ المومن کی آیت (۶۵) میں اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ هُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

[1] تفسیر أحسن البیان (ص: ۱۳۱۹)

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

”وہ زندہ ہے (جسے موت نہیں) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو اس کی عبادت کو خالص کر کے اسی کو پکارو، ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کو (سزاوار) ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔“

⑩ سورۃ الذاریات (آیت: ۵۶) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾

”اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔“

⑪ سورۃ النجم (آیت: ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ۝ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ۝ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ۝ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا﴾

”(اے منکرین!) کیا تم اس کلام سے تعجب کرتے ہو؟ اور ہنستے ہو اور روتے نہیں؟ اور تم غفلت میں پڑ رہے ہو۔ تو اللہ کے آگے سجدہ کرو اور (اسی کی) عبادت کرو۔“

⑫ سورۃ الطلاق (آیت: ۱۰) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا﴾

”اے اربابِ دانش جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، اللہ نے تمھارے پاس نصیحت (کی کتاب) بھیجی ہے۔“

2- ذکرِ نعمت اور ایفائے عہد:

① سورۃ البقرۃ (آیت: ۴۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ وَ اِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ﴾

''اے آلِ یعقوب! میرے وہ احسانات یاد کرو جو میں نے تم پر کیے تھے اور اُس اقرار کو پورا کرو جو تم نے مجھ سے کیا تھا، میں اُس اقرار کو پورا کروں گا جو میں نے تم سے کیا تھا اور مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔''

یہاں بہ ظاہر حکم تو بنی اسرائیل (آل یعقوب) کو ہو رہا ہے، مگر دراصل تمام مسلمانوں کے لیے بھی حکم الٰہی ہے، جیسا کہ قرآن و سنت کی بہ کثرت نصوص سے پتا چلتا ہے۔

② آگے آیت (۴۷، ۴۸) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ اَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَ اتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾

''اے یعقوب کی اولاد! میرے وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کیے تھے اور یہ کہ میں نے تمھیں تمام جہان کے لوگوں پر فضیلت بخشی تھی۔ اور اس دن سے ڈرو جب کوئی کسی کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ کسی کی سفارش منظور کی جائے اور نہ کسی سے کسی طرح کا بدلہ قبول کیا جائے اور نہ لوگ (کسی اور طرح) مدد حاصل کر سکیں گے۔''

یہاں پر دوبارہ بنی اسرائیل کو وہ انعامات یاد کرائے جا رہے ہیں، جو ان پر کیے گئے اور ان کو قیامت کے دن سے ڈرایا جا رہا ہے، جس دن کوئی کسی کے کام

آئے گا نہ سفارش قبول ہوگی، نہ معاوضہ دے کر چھٹکارا ہو سکے گا اور نہ کوئی مددگار آگے آئے گا۔

④ سورت مریم (آیت: ۵۴) میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴾

''اور کتاب میں اسماعیل کا بھی ذکر کرو، وہ وعدے کے سچے اور (ہمارے) بھیجے ہوئے نبی تھے۔''

3- نمازِ باجماعت اور ادائے زکات:

① سورۃ البقرۃ (آیت: ۴۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴾

''اور نماز پڑھا کرو اور زکات دیا کرو اور (اللہ تعالیٰ کے آگے) جھکنے والوں کے ساتھ جھکا (باجماعت نماز ادا کیا کرو) کرو۔''

② آگے آیت (۱۱۰) میں فرمایا ہے:

﴿ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾

''اور نماز قائم کرو اور زکات دیتے رہو اور جو بھلائی اپنے لیے آگے بھیج رکھو گے اس کو اللہ کے ہاں پا لو گے۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمھارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔''

③ سورت مریم (آیت: ۵۵) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَ كَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ وَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴾

''اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکات کا حکم کرتے تھے اور اپنے رب کے ہاں پسندیدہ (برگزیدہ) تھے۔''①

4- صبر کیا ہے؟

سورۃ البقرۃ (آیت: ۴۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ﴾

''اور (رنج و تکلیف میں) صبر اور نماز سے مدد لیا کرو اور بے شک نماز گراں ہے مگر ان لوگوں پر (گراں نہیں) جو عجز و انکساری کرنے والے ہیں۔''

5- صبر اور نماز سے مدد لو:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۱۵۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾

''اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لیا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ تم دنیا و آخرت کے کاموں پر نماز اور صبر کے ساتھ مدد طلب کیا کرو، فرائض کو بجا لاؤ اور نماز کو ادا کرتے رہو، روزہ رکھنا بھی صبر کرنا ہے، اسی لیے رمضان کو صبر کا مہینا کہا گیا ہے۔ صبر سے مراد گناہوں سے رُک جانا بھی ہے۔

① اس موضوع کی تفصیل کے لیے دیکھیں ہماری کتاب: ''اذان و اقامت اور امامت و جماعت'' (ابو عدنان محمد منیر قمر ﷾)

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انسان کا ہر چیز کے اللہ کی طرف سے ہونے کا اقرار کرنا، ثواب کا طلب کرنا اور اللہ تعالیٰ کے پاس مصیبتوں کے اجر کا ذخیرہ سمجھنا صبر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کام پر صبر کرو اور اسے بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سمجھو، اس سے نیکیوں کے کاموں پر بڑی مدد ملتی ہے۔[1]

5- خوفِ روزِ قیامت ... نہ بدلہ نہ سفارش:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۱۲۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾

"اور اس دن سے ڈرو جب کوئی شخص کسی شخص کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ اس سے کوئی بدلہ قبول کیا جائے گا اور نہ اس کو کسی کی سفارش کچھ فائدہ دے گی اور نہ لوگوں کو (کسی اور طرح کی) مدد مل سکے گی۔"

6- مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنالو:

سورۃ البقرہ (آیت: ۱۲۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى وَ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ الْعٰكِفِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾

"اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے جمع ہونے اور امن پانے کی جگہ مقرر کیا اور (حکم دیا کہ) جس مقام پر ابراہیم کھڑے ہوئے تھے اس کو نماز کی جگہ بنا لو اور ابراہیم اور اسماعیل کو کہا کہ طواف کرنے

---

[1] تفسیر ابن کثیر (۱/ ۱۰۶)

والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے میرے گھر کو پاک صاف رکھا کرو۔''

7- تحویلِ قبلہ کا حکم:

1 پارہ ② ﴿سَيَقُولُ﴾ سورۃ البقرۃ (آیت: ۱۴۴، ۱۴۵) میں فرمایا:

﴿ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ۝ وَ لَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ وَ مَاۤ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ وَ مَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''(اے نبی!) ہم تمھارا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں پس ہم تمھیں اسی قبلے کی طرف جس کو تم پسند کرتے ہو، منہ کرنے کا حکم دیں گے۔ تو اپنا منہ مسجد حرام (خانہ کعبہ) کی طرف پھیر لو اور تم لوگ جہاں ہوا کرو (نماز کے وقت) اسی مسجد کی طرف منہ کر لیا کرو اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے، وہ خوب جانتے ہیں کہ (نیا قبلہ) اُن کے رب کی طرف سے حق ہے اور جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن سے بے خبر نہیں ہے۔ اور اگر تم ان اہل کتاب کے پاس تمام نشانیاں بھی لے کر آؤ تو بھی یہ تمھارے قبلے کی پیروی نہ کریں اور تم بھی اُن کے قبلے کی پیروی کرنے والے نہیں ہو اور اُن میں سے بھی

بعض بعض کے قبلے کے پیرو نہیں ہیں اور اگر تم باوجود اس کے کہ تمھارے پاس دانش (اللہ کی وحی) آ چکی ہے، اُن کی خواہشوں کے پیچھے چلو گے تو ظالموں میں (داخل) ہو جاؤ گے۔''

۲ تھوڑا آگے چل کر آیت (۱۴۹، ۱۵۰) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ مِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ اِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَ مِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ حَیْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَیْكُمْ حُجَّةٌ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِیْ وَ لِاُتِمَّ نِعْمَتِیْ عَلَیْكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾

''اور تم جہاں سے نکلو (نماز میں) اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیا کرو، بلاشبہہ وہ تمھارے رب کی طرف سے حق ہے اور تم لوگ جو کچھ کرتے ہو، اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے۔ اور تم جہاں سے نکلو مسجد محترم کی طرف منہ (کر کے نماز پڑھا) کرو اور مسلمانو! تم جہاں بھی ہوا کرو، اسی (مسجد) کی طرف رخ کیا کرو (یہ تاکید) اس لیے (کی گئی ہے) کہ لوگ تمھیں کسی طرح کا الزام نہ دے سکیں، مگر اُن میں سے جو ظالم ہیں (وہ الزام دیں تو دیں)، سو اُن سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرتے رہنا اور یہ بھی مقصود ہے کہ میں تمھیں اپنی تمام نعمتیں بخشوں اور یہ بھی کہ تم راہِ راست پر چلو۔''

قبلے کی طرف منہ پھیرنے کا حکم تین مرتبہ دوہرایا گیا، یا تو اس کی تاکید اور

اہمیت واضح کرنے کے لیے یا چونکہ نسخ کا حکم پہلا تجربہ تھا، اس لیے ذہنی خلجان دور کرنے کے لیے ضروری تھا کہ اسے بار بار دھرا کر دلوں میں راسخ کر دیا جائے۔ ایک علت نبیِ اکرم ﷺ کی مرضی اور خواہش تھی ،وہاں اسے بیان کیا گیا ہے۔ دوسری علت ہر اہلِ ملت اور صاحبِ دعوت کے لیے ایک مستقل مرکز کا وجود ہے، وہاں اسے دہرایا۔ تیسری، علت مخالفین کے اعتراضات کا ازالہ ہے، اس لیے اسے بیان کیا گیا ہے۔[1]

8- ذکرِ الٰہی وشکرِ نعمت:

① سورۃ البقرۃ (آیت:۱۵۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاذْكُرُونِيٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ﴾

''پس تم مجھے یاد کیا کرو میں تمھیں یاد کیا کروں گا اور میرا احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا۔''

ذکر کا مطلب ہر وقت اللہ کو یاد کرنا ہے، یعنی اُس کی تسبیح اور تکبیر بلند کرو اور شکر کا مطلب اللہ کی دی ہوئی قوتوں اور توانائیوں کو اس کی اطاعت میں صرف کرنا ہے۔ خداداد قوتوں کو اللہ کی نافرمانی میں صرف کرنا، یہ اللہ کی ناشکر گزاری (کفرانِ نعمت) ہے۔ شکر کرنے پر مزید احسانات کی نوید اور ناشکری پر عذابِ شدید کی وعید ہے:

﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾

[إبراهيم: ٧]

② سورۃ المائدہ (آیت: ۷) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾

[1] فتح القدير و أحسن البيان (ص: ٥٣، ٥٤)

''اور اللہ نے تم پر جو احسان کیے ہیں، اُن کو یاد کرو اور اُس عہد کو بھی جس کا تم سے قول لیا تھا (یعنی) جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے (اللہ کا حکم) سن لیا اور قبول کیا اور اللہ سے ڈرو، کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ دلوں کی باتوں (تک) سے واقف ہے۔''

③ سورۃ النمل (آیت: ۴۰) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ لِیَبْلُوَنِیْٓ ءَ اَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ ﴾

''ایک شخص جس کو کتابِ الٰہی کا علم تھا، کہنے لگا کہ میں آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے پہلے اُسے آپ کے پاس حاضر کیے دیتا ہوں۔ جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کفرانِ نعمت کرتا ہوں اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لیے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بے پروا (اور) کرم کرنے والا ہے۔''

④ ایسا ہی سورت لقمان (آیت: ۱۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ وَ مَنْ یَّشْكُرْ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ﴾

''اور ہم نے لقمان کو دانائی بخشی کہ اللہ کا شکر کرو اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لیے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو اللہ بھی

بے پروا اور سزاوار حمد (وثنا) ہے۔"

⑤ سورۃ الزمر (آیت: ۷) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾

"اگر ناشکری کرو گے تو اللہ تم سے بے پروا ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری پسند نہیں کرتا اور اگر شکر کرو گے تو وہ اس کو تمھارے لیے پسند کرے گا اور کوئی اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، پھر تم کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے پھر جو کچھ تم کرتے رہے، وہ تم کو بتائے گا وہ تو دلوں کی پوشیدہ باتوں تک سے آگاہ ہے۔"

⑥ سورۃ الاحقاف (آیت: ۱۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا حَتّٰى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾

"اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا اس کی ماں نے اس کو تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور تکلیف ہی سے جنا اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھڑانا ڈھائی برس میں ہوتا ہے، یہاں

تک کہ جب خوب جوان ہوتا ہے اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ تو نے جو احسان مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے ہیں، ان کا شکرگزار بنوں اور یہ کہ نیک عمل کروں جن کو تو پسند کرے اور میرے لیے میری اولاد میں صلاح (وتقویٰ) دے، میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں فرماں بردار ہوں۔"

⑦ سورت محمد کی آیت (۳۳) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ﴾

"مومنو! اللہ کا ارشاد مانو اور پیغمبر کی فرماں برداری کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ ہونے دو۔"

⑧ سورت قریش (آیت: ۱ تا ۴) میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ۝ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ۝ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ۝ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ﴾

"قریش کو مانوس کرنے کے سبب۔ یعنی ان کو جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے سبب۔ لوگوں کو چاہیے کہ (اس نعمت کے شکر میں) اس گھر کے مالک کی عبادت کریں۔ جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے امن بخشا۔"

9- صبر کرنے والوں پر اللہ کی رحمت:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ

الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ﴾

''اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمھاری آزمائش کریں گے تو صبر کرنے والوں کو (اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی) بشارت سنا دو۔ ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کا مال ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اُن کے رب کی مہربانی اور رحمت ہے اور یہی سیدھے راستے پر ہیں۔''

10- انبیا علیہم السلام، اہلِ ایمان اور عام لوگوں کو حلال کھانے کا حکم:

① سورۃ البقرۃ (آیت: ۱۶۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾

''لوگو! جو چیزیں زمین میں حلال و طیب ہیں وہ کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو، کیوں کہ وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔''

شیطان کے پیچھے لگ کر اللہ کی حلال کردہ چیز کو حرام مت کرو۔ جس طرح مشرکین نے کیا کہ اپنے بتوں کے نام وقف کردہ جانوروں کو وہ حرام کر لیتے تھے۔

حدیث میں آتا ہے کہ نبیِ اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''میں نے اپنے بندوں کو حنیف پیدا کیا، پس شیطان نے ان کو دین سے گمراہ کر دیا اور جو چیزیں میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں، وہ

اس نے ان پر حرام کر دیں۔‘‘

۲ آگے قریب ہی آیت (۱۷۲) میں فرمایا ہے:

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾

’’اے اہلِ ایمان! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمھیں عطا فرمائی ہیں اُن کو کھاؤ اور اگر اللہ ہی کے بندے ہو تو اُس (کی نعمتوں) کا شکر بھی ادا کرو۔‘‘

اس میں اہلِ ایمان کو ان تمام چیزوں کے کھانے کا حکم ہے جو اللہ نے حلال کی ہیں اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرنے کی تاکید ہے۔ اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ اللہ کی حلال کردہ چیزیں ہی پاک ہیں، حرام کردہ اشیا پاک نہیں ہیں، چاہے وہ اپنے نفس کو کتنی ہی اچھی کیوں نہ لگیں (جیسے اہل یورپ کو سور کا گوشت بڑا پسند ہے) دوسرا یہ کہ بتوں کے نام پر منسوب جانوروں اور اشیا کو مشرکین اپنے اوپر جو حرام کر لیتے تھے (جس کی تفصیل سورۃ الانعام میں بیان ہوئی ہے) مشرکین کا یہ عمل غلط ہے اور اس طرح ایک حلال چیز حرام نہیں ہوتی، تم ان کی طرح ان کو حرام مت کرو۔ تیسرا یہ کہ اگر تم صرف ایک اللہ کے عبادت گزار ہو تو ادائے شکر کا اہتمام کرو۔

یہی حکم رسولوں کو بھی ہوا ہے جیسا کہ سورۃ المومنون (آیت: ۵۱) میں ہے۔

۳ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ﴾ [المومنون:۵۱]

’’اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، جو عمل تم کرتے ہو، میں ان سے واقف ہوں۔‘‘

﴿طَیِّبٰتِ﴾ سے مراد پاکیزہ اور لذت بخش چیزیں ہیں۔ بعض نے اس کا

ترجمہ حلال چیزیں کیا ہے۔ دونوں ہی اپنی جگہ صحیح ہیں، کیوں کہ ہر پاکیزہ چیز اللہ نے حلال کردی ہے اور ہر حلال چیز پاکیزہ اور لذت بخش ہے۔ خبائث کو اللہ نے اس لیے حرام کیا ہے کہ وہ اثرات ونتائج کے لحاظ سے پاکیزہ نہیں ہیں۔ حلال روزی کے ساتھ عملِ صالح کی تاکید سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا آپس میں گہرا تعلق ہے اور یہ ایک دوسرے کے معاون ہیں۔ اسی لیے اللہ نے تمام پیغمبروں کو ان دونوں باتوں کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ تمام پیغمبر محنت کرکے حلال روزی کمانے اور کھانے کا اہتمام کرتے رہے، جس طرح حضرت داود علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔[1]

نیز نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں، میں بھی اہلِ مکہ کی بکریاں چند سکوں کے عوض چراتا رہا۔''[2]

جبکہ یہی حکم عام لوگوں کو بھی ہے، جیسا کہ سورۃ البقرہ (آیت: ۱۶۸) میں آیا ہے۔

11- بھلائی اور نیکی کیا ہے؟

سورۃ البقرۃ (آیت: ۱۷۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ

[1] صحيح البخاري، كتاب البيوع، رقم الحديث (٢٠٧٢)

[2] صحيح البخاري، كتاب الاجارة، رقم الحديث (٢٢٦٢)

وَ حِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾

''نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب (کو قبلہ سمجھ کر ان) کی طرف منہ کر لو، بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر اور روزِ آخرت پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتابوں پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتے داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں (کے چھڑانے) میں (خرچ کریں) اور نماز پڑھیں اور زکات دیں اور جب عہد کر لیں تو اُس کو پورا کریں اور سختی اور تکلیف میں اور (معرکہ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں، یہی لوگ ہیں جو (ایمان میں) سچے ہیں اور یہی ہیں جو (اللہ سے) ڈرنے والے ہیں۔''

اس آیت میں صحیح عقیدے اور راہِ مستقیم کی تعلیم دی جا رہی ہے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''افضل صدقہ یہ ہے کہ تو اپنی حاجت اور مال کی محبت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے نام پر دے کہ تجھے مال کی کمی کا اندیشہ اور زیادتی کی رغبت ہو۔''[1]

یہ آیت قبلے کے ضمن ہی میں نازل ہوئی ہے۔ ایک تو یہودی اپنے قبلے کو (جو بیت المقدس کا مغربی حصہ ہے) اور نصاریٰ اپنے قبلے کو (جو بیت المقدس کا مشرقی حصہ ہے) بڑی اہمیت دے رہے تھے اور اس پر فخر کر رہے تھے۔ دوسری طرف مسلمانوں کے تحویل قبلے پر چہ مگوئیاں کر رہے تھے، جس سے وہ بعض دفعہ رنجیدہ دل ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مشرق یا مغرب کی طرف رخ کر لینا بذات خود کوئی نیکی نہیں ہے، بلکہ یہ تو صرف مرکزیت اور اجتماعیت کے حصول کا ایک

[1] تفسير ابن كثير (١/ ٢٢٤) صحيح البخاري، رقم الحديث (١٤١٩) صحيح مسلم (١٠٣٢)

طریقہ ہے۔ اصل نیکی تو ان عقائد پر ایمان رکھنا ہے، جو اللہ نے بیان فرمائے اور ان اعمال و اخلاق کو اپنانا ہے، جس کی تاکید اس نے فرمائی ہے۔ پھر آگے ان عقائد و اعمال کا بیان ہے۔ اللہ پر ایمان یہ ہے کہ اسے اپنی ذات و صفات میں یکتا، تمام عیوب سے پاک اور قرآن و حدیث میں بیان کردہ تمام صفاتِ باری تعالیٰ کو بغیر کسی تاویل تسلیم کیا جائے۔ آخرت کے روزِ جزا ہونے، حشر نشر اور جنت اور دوزخ پر یقین رکھا جائے۔ مال کے نقصان یا بیماری اور لڑائی، تینوں حالتوں میں صبر کرنا، یعنی احکاماتِ الٰہیہ سے انحراف نہ کرنا نہایت کٹھن ہوتا ہے، اس لیے ان حالتوں کو خاص طور پر بیان فرمایا ہے۔

12- قصاص کی تفصیل:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۱۷۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾

"اے مومنو! تمھیں مقتولوں کے بارے میں قصاص (خون کے بدلے خون) کا حکم دیا جاتا ہے (اس طرح پر کہ) آزاد کے بدلے آزاد (مارا جائے) اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت اور اگر قاتل کو اس کے (مقتول) بھائی (کے قصاص میں) سے کچھ معاف کر دیا جائے تو (وارثِ مقتول کو) پسندیدہ طریقے سے (قرارداد کی) پیروی (مطالبہ خون بہا) کرنا اور (قاتل) کو خوش خوئی کے ساتھ ادا کرنا

چاہیے۔ یہ رب کی طرف سے تمھارے لیے آسانی اور مہربانی ہے۔ جو اس کے بعد زیادتی کرے اُس کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

13- وصیت اور اس کا حکم:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۱۸۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَ نِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴾

"تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت کا وقت آ جائے تو اگر وہ کچھ مال چھوڑ جانے والا ہو تو ماں باپ اور رشتے داروں کے لیے دستور کے مطابق وصیت کر جائے (اللہ سے) ڈرنے والوں پر یہ ایک حق ہے۔"

14- روزے کی فرضیت:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۱۸۳ سے ۱۸۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَ عَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۞ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ

بِكُمُ الْعُسْرَ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَ لْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ عَفَا عَنْكُمْ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ وَ لَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾

''اے مومنو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔ (روزوں کے دن) گنتی کے چند روز ہیں تو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کا شمار پورا کر لے اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں (لیکن رکھیں نہیں) وہ روزے کے بدلے محتاج کو کھانا کھلا دیں اور جو کوئی شوق سے نیکی کرے تو اُس کے حق میں زیادہ اچھا ہے اور اگر سمجھو تو روزہ رکھنا ہی تمھارے حق میں بہتر ہے۔ (روزوں کا مہینا) رمضان کا مہینا (ہے) جس میں قرآن نازل ہوا، جو لوگوں کا راہنما ہے اور (جس میں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور (جو حق و باطل کو) الگ الگ کرنے والا ہے۔ تو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو تو

چاہیے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں (روزے رکھ کر) ان کا شمار پورا کر لے، اللہ تعالیٰ تمھارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا اور (یہ آسانی کا حکم) اس لیے (دیا گیا ہے) کہ تم روزوں کا شمار پورا کر لو اور اُس احسان کے بدلے کہ اللہ نے تمھیں ہدایت بخشی ہے تم اُس کو بزرگی سے یاد کرو اور اُس کا شکر ادا کیا کرو۔ اور (اے پیغمبر!) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو کہ) میں تو (تمھارے) پاس ہوں۔ جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں تو ان کو چاہیے کہ میرے احکام کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک راستہ پائیں۔ روزوں کی راتوں میں تمھارے لیے اپنی عورتوں کے پاس جانا جائز کر دیا گیا ہے، وہ تمھاری پوشاک ہیں اور تم اُن کی پوشاک ہو، اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم (اُن کے پاس جانے سے) اپنے حق میں خیانت کرتے تھے، پس اُس نے تم پر مہربانی کی اور تمھاری حرکات سے درگزر فرمایا، اب (تمھیں اختیار ہے کہ) اُن سے مباشرت کرو اور اللہ نے جو چیز تمھارے لیے لکھ رکھی ہے (یعنی اولاد) اُس کو (اللہ سے) طلب کرو اور کھاؤ اور پیو، یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے، پھر روزہ (رکھ کر) رات تک پورا کرو اور جب مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو تو اُن سے مباشرت نہ کرو، یہ اللہ کی حدیں ہیں، ان کے پاس نہ جانا۔ اسی طرح اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے کھول

کھول کر بیان فرماتا ہے، تا کہ وہ پرہیز گار بنیں۔"

﴿يُطِيقُوْنَهُ﴾ کا ترجمہ "يَتَجَشَّمُوْنَهُ" (نہایت مشقت سے روزہ رکھ سکیں) کیا گیا ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، امام بخاری نے بھی اسے پسند کیا ہے۔ یعنی جو شخص بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے جسے شفایابی کی امید نہ ہو، روزہ رکھنے میں مشقت محسوس کرے، وہ ایک مسکین کو کھانا بطور فدیہ دے دے، لیکن زیادہ تر مفسرین نے اس کا ترجمہ "طاقت رکھتے ہیں" کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ابتداے اسلام میں روزے کی عادت نہ ہونے کی وجہ سے طاقت رکھنے والوں کو بھی رخصت دے دی گئی تھی کہ اگر وہ روزہ نہ رکھیں تو اس کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا دیا کریں۔ لیکن بعد میں ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ کے ذریعے سے منسوخ کر کے ہر صاحبِ طاقت کے لیے روزہ فرض کر دیا گیا، تاہم زیادہ بوڑھے، دائمی مریض کے لیے اب بھی یہ حکم ہے کہ وہ فدیہ دے دیں۔ دودھ پلانے والی عورتیں اگر مشقت محسوس کریں تو وہ مریض کے حکم میں ہوں گی، یعنی وہ روزہ نہ رکھیں، بعد میں روزے کی قضا دیں۔

ابتداے اسلام میں ایک حکم یہ تھا کہ روزہ افطار کرنے کے بعد عشا کی نماز یا سونے تک کھانے پینے اور بیوی سے مباشرت کرنے کی اجازت تھی، سونے کے بعد ان میں سے کوئی کام نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ظاہر بات ہے یہ پابندی سخت تھی اور اس پر عمل مشکل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ دونوں پابندیاں اُٹھا لیں اور افطار سے لے کر صبح صادق تک کھانے پینے اور بیوی سے مباشرت کرنے کی اجازت فرما دی۔

اعتکاف کی حالت میں بیوی سے مباشرت اور بوس و کنار کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ ملاقات اور بات چیت جائز ہے۔ اعتکاف کے لیے مسجد ضروری ہے، چاہے مرد ہو چاہے عورت۔

نبی کریم ﷺ کی بیویوں نے بھی مسجد میں اعتکاف کیا، اس لیے عورتوں کا اپنے گھر میں اعتکاف بیٹھنا صحیح نہیں۔ البتہ مسجد میں ان کے لیے ہر چیز کا مردوں سے الگ انتظام کرنا ضروری ہے۔ جب تک مسجد میں معقول، محفوظ اور مردوں سے بالکل الگ انتظام نہ ہو، عورتوں کو مسجد میں اعتکاف بیٹھنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ یہ ایک نفلی عبادت ہے۔ جب تک پوری طرح تحفظ نہ ہو، اس نفلی عبادت سے گریز بہتر ہے۔ فقہ کا اصول ہے:

''مصالح کے حصول کے مقابلے میں مفاسد سے بچنا زیادہ ضروری ہے۔''[1]

15- حرمت والے مہینوں کا احترام کرنا:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۱۹۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَ الْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾

''ادب کا مہینا ادب کے مہینے کے مقابل ہے اور ادب کی چیزیں ایک دوسرے کا بدلہ ہیں۔ پس اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو جیسی زیادتی وہ تم پر کرے ویسی ہی تم اُس پر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

۶ ہجری میں رسول اللہ ﷺ چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر عمرے کے لیے گئے تھے، لیکن کفارِ مکہ نے انھیں مکے میں نہیں جانے دیا اور یہ طے پایا کہ آیندہ

---

[1] رمضان و روزے سے متعلق امور کے لیے ہماری یہ تین کتابیں ملاحظہ فرمائیں: ① رمضان و روزہ: فضائل و برکات۔ ② رمضان و روزہ: احکام و مسائل، تحقیق و دلائل ③ نماز تراویح (ابو عدنان)

سال مسلمان تین دن کے لیے عمرہ کرنے کی غرض سے مکہ آ سکیں گے۔ یہ وہ مہینا تھا جو حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے۔ جب دوسرے سال حسبِ معاہدہ اسی مہینے میں عمرہ کرنے کے لیے جانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس دفعہ بھی اگر کفارِ مکہ اس مہینے کی حرمت پامال کر کے (گزشتہ سال کی طرح) تمھیں مکہ جانے سے روکیں تو تم بھی اس کی حرمت کو نظر انداز کر کے ان سے بھرپور مقابلہ کرو۔ حرمتوں کو ملحوظ رکھنے میں بدلہ ہے، یعنی وہ حرمت کا خیال رکھیں تو تم بھی رکھو، بصورت دیگر تم بھی حرمت کو نظر انداز کر کے کفار کو عبرت ناک سبق سکھاؤ۔[1]

16- انفاق فی سبیل اللہ کا حکم:

1 سورۃ البقرۃ (آیت: ۱۹۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَ اَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾

''اور اللہ کی راہ میں (مال) خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو، بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

ہلاکت میں ڈالنے سے بعض نے ترکِ انفاق، بعض نے ترکِ جہاد اور بعض نے گناہ پر گناہ کیے جانا مراد لیا ہے اور یہ ساری ہی صورتیں ہلاکت کی ہیں، جہاد چھوڑ دو گے یا جہاد میں اپنا مال صرف کرنے سے گریز کرو گے تو یقیناً دشمن قوی ہوگا اور تم کمزور۔ نتیجہ تباہی ہے۔

2 آگے آیت (۲۴۵) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافًا

[1] مختصر تفسير ابن كثير للرفاعي (١/ ١٥٢)

كَثِيْرَةً وَ اللّٰهُ يَقْبِضُ وَ يَبْصُۜطُ ۪ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾

''کوئی ہے جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے کہ وہ اس کے بدلے اُس کو کئی حصے زیادہ دے گا اور اللہ ہی روزی کو تنگ کرتا اور (وہی اُسے) کشادہ کرتا ہے اور تم اُسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔''

۳ سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۱۹) میں ارشاد فرمایا:

﴿وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ﴾

''اور یہ بھی تم سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کون سا مال خرچ کریں تو کہہ دو کہ جو ضرورت سے زیادہ ہو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ تمھارے لیے اپنے احکام کھول کھول کر بیان فرماتا ہے، تاکہ تم سوچو۔''

۴ سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۶۵) میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾

''اور جو لوگ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اور خلوصِ نیت سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال ایک باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو۔ (جب) اُس پر مینہ پڑے تو دُگنا پھل لائے اور اگر مینہ نہ بھی پڑے تو خیر پھوار ہی سہی اور اللہ تمھارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔''

۵ سورۃ البقرہ (آیت: ۲۶۲) میں فرمایا ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَا

اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

''جو لوگ اپنا مال اللہ کے راستے میں صرف کرتے ہیں، پھر اُس کے بعد نہ اُس خرچ کا (کسی پر) احسان رکھتے ہیں اور نہ (کسی کو) تکلیف دیتے ہیں، اُن کا صلہ اُن کے رب کے پاس (تیار) ہے اور (قیامت کے روز) نہ اُن کو کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

۶ سورۃ المنافقون کی آیت (۱۰) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾

''اور جو (مال) ہم نے تم کو دیا ہے، اس میں سے اس (وقت) سے پیشتر خرچ کرلو کہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے تو (اس وقت) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور کیوں نہ دی؟ تاکہ میں خیرات کر لیتا اور نیک لوگوں میں داخل ہو جاتا۔''

یعنی مال اور اولاد کی محبت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت کا ذریعہ بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا کریں اور تنبیہ کرتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ مال اور اولاد کی محبت میں پھنس کر اللہ سے غافل ہو جاؤ۔[1]

۷ سورۃ التغابن کی آیت (۱۶، ۱۷) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اِنْ

[1] تفسیر ابن کثیر (۵/ ۳۴۹)

تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾

''سو جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو اور (اس کے احکام کو) سنو اور (اس کے) فرماں بردار رہو اور (اس کی راہ میں) خرچ کرو (یہ) تمھارے حق میں بہتر ہے اور جو شخص طبیعت کے بخل سے بچایا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔ اگر تم اللہ کو (اخلاص اور نیت) نیک (سے) قرض دو گے تو وہ تم کو اس کا دو چند دے گا اور تمھارے گناہ بھی معاف کر دے گا اور اللہ قدر شناس اور بردبار ہے۔ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا غالب اور حکمت والا ہے۔''

8 سورۃ القصص (آیت: ۷۷) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ ابْتَغِ فِيْمَاۤ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَ لَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَ اَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَ لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴾

''اور جو (مال) تمھیں اللہ نے عطا فرمایا ہے، اس سے آخرت (کی بھلائی) طلب کیجیے اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلایئے اور جیسی اللہ نے تم سے بھلائی کی ہے (ویسی) تم بھی (لوگوں سے) بھلائی کرو اور ملک میں طالبِ فساد نہ ہو، کیونکہ اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔''

9 سورۃ الحدید (آیت: ۷) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴾

''اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جس (مال) میں اس نے تم

کو نائب بنایا ہے، اس میں سے خرچ کرو، جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور (مال) خرچ کرتے رہے، ان کے لیے بڑا ثواب ہے۔"

اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ مال اس سے پہلے کسی دوسرے کے پاس تھا، تمھارے پاس بھی یہ مال نہیں رہے گا۔ دوسرے اس کے وارث بنیں گے۔ اگر تم نے اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا تو بعد میں اس کے وارث بننے والے اِسے اللہ کی راہ میں خرچ کر کے تم سے زیادہ سعادت حاصل کر سکتے ہیں۔ ①

10 سورۃ الحدید (آیت: ۱۸) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَٰتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ﴾

"جو لوگ خیرات کرنے والے ہیں مرد بھی اور عورتیں بھی اور اللہ کو (نیت) نیک (اور خلوص سے) قرض دیتے ہیں، ان کو دو چند ادا کیا جائے گا اور ان کے لیے عزت کا صلہ ہے۔"

یعنی ایک کے بدلے میں کم از کم دس گنا اور اس سے زیادہ سات سو گنا، بلکہ اس سے بھی زیادہ تک۔ یہ زیادتی اخلاصِ نیت، حاجت و ضرورت اور مکان و زمان کی بنیاد پر ہوسکتی ہے۔ جیسے سورۃ الحدید (آیت: ۱۰) میں ہے کہ جن لوگوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ کیا، وہ اجر و ثواب میں ان سے زیادہ ہوں گے، جنھوں نے اس کے بعد کیا۔

11 سورۃ الّیل (آیت: ۴ تا ۷) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ ۝ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ﴾

"تم لوگوں کی کوشش طرح طرح کی ہے۔ تو جس نے (اللہ کے رستے

① تفسیر ابن کثیر (۵/ ۲۶۰)

میں مال) دیا اور پرہیزگاری کی۔ اور نیک بات کو سچ جانا۔ اس کو ہم آسان طریقے کی توفیق دیں گے۔"

۱۲ سورت ابراہیم (آیت: ۳۱) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا خِلٰلٌ ﴾

"(اے پیغمبر!) میرے مومن بندوں سے کہہ دو کہ نماز قائم کریں اور اس دن کے آنے سے پیشتر جس میں نہ (اعمال کا) سودا ہوگا اور نہ دوستی (کام آئے گی) ہمارے دیے ہوئے مال میں سے در پردہ اور ظاہر خرچ کرتے رہیں۔"

نماز کو قائم کرنے کا مطلب ہے کہ اسے اپنے وقت پر اور نماز کو ٹھیک طریقے کے ساتھ اور خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کیا جائے، جس طرح نبیِ اکرم ﷺ کی سنت ہے۔ انفاق کا مطلب ہے زکات ادا کی جائے، اقارب کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے اور دیگر ضرورت مندوں پر احسان کیا جائے، یہ نہیں کہ صرف اپنی ذات اور اپنی ضروریات پر تو بلا دریغ خوب خرچ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی بتلائی ہوئی جگہوں پر خرچ کرنے سے گریز کیا جائے۔ قیامت کا دن ایسا ہوگا کہ جہاں خرید و فروخت ممکن ہوگی نہ کوئی دوستی ہی کسی کام آئے گی۔[1]

17- حج کے احکامات:

① سورۃ البقرۃ (آیت: ۱۹۶ تا ۱۹۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ

[1] انفاق فی سبیل اللہ کے موضوع پر ریڈیو سعودی عرب مکہ مکرمہ سے ہمارا پروگرام "اسلامی عبادات" نشر ہو چکا ہے، جس کا اسکرپٹ تقریباً 100 صفحات پر مشتمل اور طباعت و اشاعت کے لیے تیار ہے۔ وللہ الحمد (ابو عدنان محمد منیر قمر ﷾)

الْهَدْيِ وَ لَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۞ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَ لَا فُسُوْقَ وَ لَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَ اتَّقُوْنِ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ۞ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاِذَاۤ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَ اذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ وَ اِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ۞ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

''اور اللہ (کی خوشنودی) کے لیے حج اور عمرے کو پورا کرو اور اگر (راستے میں) روک لیے جاؤ تو جیسی قربانی میسر ہو (کر دو) اور جب تک قربانی اپنے مقام پر نہ پہنچ جائے سر نہ منڈواؤ اور اگر کوئی تم میں سے بیمار ہو یا اُس کے سر میں کسی طرح کی تکلیف ہو تو (اگر وہ سر منڈوا لے تو) اُس کے بدلے روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے، پھر جب (تکلیف دُور ہو کر) تم مطمئن ہو جاؤ تو جو (تم میں سے) حج کے وقت تک عمرے سے فائدہ اٹھانا چاہے، وہ جیسی قربانی میسر ہو کرے اور

جس کو (قربانی) نہ ملے، وہ تین روزے ایامِ حج میں رکھے اور سات جب واپس ہو۔ یہ پورے دس ہوئے۔ یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جس کے اہل وعیال مکے میں نہ رہتے ہوں اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔ حج کے مہینے (معیّن ہیں جو) معلوم ہیں، تو جو شخص ان مہینوں میں حج کی نیت کر لے تو حج (کے دنوں) میں نہ عورتوں سے اختلاط کرے نہ کوئی بُرا کام کرے نہ کسی سے جھگڑے اور جو نیک کام تم کرو گے، وہ اللہ کو معلوم ہو جائے گا۔ اور زادِ راہ (راستے کا خرچ) ساتھ لے جاؤ، کیوں کہ بہتر (فائدہ) زادِ راہ (کا) پرہیز گاری ہے اور اے اہل عقل! مجھ سے ڈرتے رہو، اس کا تمھیں کچھ گناہ نہیں کہ (حج کے دنوں میں بہ ذریعہ تجارت) اپنے رب سے روزی طلب کرو اور جب عرفات سے واپس ہونے لگو تو مشعرِ حرام (مزدلفہ) میں اللہ کا ذکر کرو اور اس طرح ذکر کرو، جس طرح اُس نے تمھیں سکھایا ہے اور اس سے پیشتر تم لوگ (ان طریقوں سے) محض ناواقف تھے۔ پھر جہاں سے دوسرے لوگ واپس ہوں، وہیں سے تم بھی واپس ہو اور اللہ سے بخشش مانگو، بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔''

حج اور عمرے کا احرام باندھ لو تو پھر اس کا پورا کرنا ضروری ہے، چاہے نفلی حج وعمرہ ہو۔ اگر راستے میں دشمن یا شدید بیماری کی وجہ سے رکاوٹ ہو جائے تو ایک جانور بکری یا گائے اور اونٹ کا ساتواں حصہ جو بھی میسر ہو، وہیں ذبح کر کے سر منڈوا لو اور حلال ہو جاؤ، جیسے نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ نے حدیبیہ میں قربانیاں ذبح کی تھیں اور حدیبیہ حرم سے باہر ہے۔ لیکن امن کی حالت میں اس وقت تک سر نہ

منڈواؤ (احرام کھول کر حلال نہ ہو) جب تک تمام مناسکِ حج پورے نہ کرلو۔

حج کے متعین مہینے یہ ہیں: شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے پہلے دس دن۔ مطلب یہ ہے کہ عمرہ تو سال میں ہر وقت جائز ہے، لیکن حج صرف مخصوص دنوں میں ہوتا ہے، اس لیے اس کا احرام حج کے مہینوں کے علاوہ باندھنا جائز نہیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ جس نے حج کیا اور شہوانی باتوں اور فسق و فجور سے بچا، وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے، جیسے اس دن پاک تھا، جب اسے اس کی ماں نے جنا تھا۔[1]

آیاتِ حج میں تقوے سے مراد سوال سے بچنا ہے۔ بعض لوگ زادِ راہ لیے بغیر حج کے لیے گھر سے نکل پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا اللہ پر توکل ہے۔ اللہ نے توکل کے اس مفہوم کو غلط قرار دیا اور زادِ راہ لینے کی تاکید کی۔

۹/ ذوالحجہ کو زوالِ آفتاب سے غروبِ شمس تک میدانِ عرفات میں وقوف، حج کا سب سے اہم رکن ہے، جس کی بابت حدیث میں کہا گیا ہے: «اَلْحَجُّ عَرَفَةٌ» ''عرفات میں وقوف ہی حج ہے۔''[2] یہاں مغرب کی نماز نہیں پڑھنی ہے، بلکہ مزدلفہ پہنچ کر مغرب کی تین رکعات اور عشا کی دو رکعت (قصر) جمع کرکے ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ پڑھی جائیں گی۔ مزدلفہ ہی کو مشعرِ حرام کہا گیا ہے، کیونکہ یہ حرم کے اندر ہے۔ یہاں ذکرِ الٰہی کی تاکید ہے۔ یہاں رات گزارنی ہے اور فجر کی نماز ''غَلَسٌ'' (اندھیرے) میں یعنی اول وقت میں پڑھ کر طلوع آفتاب تک ذکر میں مشغول رہا جائے، طلوع آفتاب کے بعد منیٰ جایا جائے۔

---

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (١٥٢١) شرح صحیح مسلم مع النووي (٤/ ٩/ ١١٩)

[2] سنن أبي داود، رقم الحدیث (١٩٤٩) سنن الترمذي، رقم الحدیث (٨٨٩) سنن النسائي (٥/ ٢٥٦) سنن ابن ماجه، رقم الحدیث (٣٠٥١) وصححه ابن خزیمة و ابن حبان والحاکم والذهبي.

مذکورہ ترتیب کے مطابق عرفات جانا اور وہاں پر وقوف کر کے واپس آنا ضروری ہے، لیکن عرفات چونکہ حرم سے باہر ہے، اس لیے قریشِ مکہ عرفات تک نہیں جاتے تھے، بلکہ مزدلفہ ہی سے لوٹ آتے تھے، چنانچہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ جہاں سے سب لوگ لوٹ کر آتے ہیں، وہیں سے تم لوٹ کر آؤ، یعنی عرفات سے۔

② سورۃ البقرہ ہی میں آیت (۲۰۰ تا ۲۰۳) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا وَ اللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ وَ مَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقٰى وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴾

''پھر جب حج کے تمام ارکان پورے کر چکو تو (منیٰ میں) اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، جس طرح اپنے باپ دادا کو یاد کیا کرتے تھے، بلکہ اس سے بھی زیادہ اور بعض لوگ ایسے ہیں جو (اللہ سے) التجا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہمیں (جو دینا ہے) دنیا ہی میں عنایت کر اور ایسے لوگوں کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ! ہمیں دنیا میں بھی نعمت عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت عطا فرمانا اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھنا۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ان کے کاموں کا حصہ (نیک اجر تیار) ہے اور اللہ تعالیٰ جلد ہی حساب لینے والا (اور جلد اجر دینے والا) ہے۔ (قیامِ منیٰ کے) دنوں میں (جو) گنتی کے (دن ہیں) اللہ کو یاد کرو،

اگر کوئی جلدی کرے (اور) دو ہی دن میں (چل دے) تو اُس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو بعد تک ٹھہرا رہے، اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور یہ باتیں اُس شخص کے لیے ہیں، جو (اللہ سے ڈرے) اور تم لوگ اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تم سب اُس کے پاس جمع کیے جاؤ گے۔''

گنتی کے دنوں سے مراد ایام تشریق: ۱۱، ۱۲ اور ۱۳/ ذوالحجہ ہیں۔ ان میں ذکرِ الٰہی، یعنی باآواز بلند تکبیرات مسنون ہیں، صرف فرض نمازوں کے بعد ہی نہیں (جیسے ایک کمزور حدیث کی بنیاد پر مشہور ہے) بلکہ ہر وقت یہ تکبیرات پڑھی جائیں۔ کنکریاں مارتے وقت ہر کنکری کے ساتھ تکبیر پڑھنی مسنون ہے اور تکبیر یہ ہے:

''اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ۔''①

رمیِ جمار (جمرات کو کنکریاں مارنا) ۳ دن افضل ہیں، لیکن اگر کوئی دو دن (۱۱ اور ۱۲ ذوالحجہ) کی کنکریاں مار کر واپس آ جائے تو اس کی بھی اجازت ہے۔②

18- اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو جاؤ:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۰۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَ لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾

''مومنو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ

① فتح الباري (۲/ ٤٦٢) الفتح الرباني شرح مسند أحمد (۳/ ٦/ ۱۷۲) زاد المعاد (۱/ ٤٤٩) نيل الأوطار (۲/ ۳/ ۳٦٦) تمام المنة للألباني (ص: ۳٥٦) إرواء الغليل (۳/ ۱۲٥) فقه السنة (۱/ ۳٦٦)

② مسائلِ حج و عمرہ پر ہماری الحمد للہ متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں: ① سوئے حرم (مجموعہ ریڈیو پروگرام) ② مسنون حج و عمرہ (مجموعہ شارجہ ٹی وی پروگرام)۔ ③ مختصر مسائل و احکام حج و عمرہ۔ ④ مختصر مسائل و احکام عمرہ۔ ⑤ مناسک الحج و العمرۃ اردو ترجمہ تالیف علامہ البانی۔ (ابو عدنان)

چلو، وہ تو تمھارا صریح دشمن ہے۔"

اہلِ ایمان کو کہا جا رہا ہے کہ اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور اس طرح نہ کرو کہ جو باتیں تمھاری مصلحتوں اور خواہشات کے مطابق ہوں، ان پر تو عمل کرلو اور دوسرے حکموں کو نظر انداز کر دو، اسی طرح جو دین تم چھوڑ آئے ہو، اس کی باتیں اسلام میں شامل کرنے کی کوشش مت کرو، بلکہ صرف اسلام کو مکمل طور پر اپناؤ، اس سے دین میں بدعات کی بھی نفی کر دی گئی اور آج کل کے سیکولر ذہن کی تردید بھی، جو اسلام کو مکمل طور پر اپنانے کے لیے تیار نہیں، بلکہ دین کو عبادت، یعنی مساجد تک محدود کرنا اور سیاست اور ایوانِ حکومت سے دیس نکالا دینا چاہتا ہے۔

اس طرح عوام کو بھی سمجھایا جا رہا ہے کہ جو رسم و رواج اور علاقائی ثقافت و روایات کو پسند کرتے ہیں اور انھیں چھوڑنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتے، جیسے مرگ اور شادی بیاہ کی مسرفانہ اور ہندوانہ رسوم اور دیگر رواج وغیرہ۔

یہاں یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو، جو تمھیں مذکورہ خلافِ اسلام باتوں کے لیے حسین فلسفے تراش کر پیش کرتا، برائیوں پر خوش نما غلاف چڑھاتا اور بدعات کو بھی شریعت باور کراتا ہے، تاکہ اس کے دامِ ہم رنگِ زمین میں پھنسے رہو۔

19- کس پر خرچ کریں؟

سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۱۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴾

"(اے نبی!) لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کس طرح کا

مال خرچ کریں؟ کہہ دو کہ (جو چاہو خرچ کرو، لیکن) جو مال خرچ کرنا ہو وہ (درجہ بہ درجہ اہلِ استحقاق یعنی) ماں باپ کو اور قریب کے رشتے داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو (سب کو دو) اور جو بھلائی تم کرو گے، اللہ تعالیٰ اُس کو جانتا ہے۔''

بعض صحابۂ کرام کے استفسار پر مال خرچ کرنے کے اولین مصارف بیان کیے جا رہے ہیں، یعنی یہ لوگ سب سے زیادہ تمھارے مالی تعاون کے مستحق ہیں۔ اس لیے معلوم ہوا کہ انفاق کا یہ حکم صدقاتِ نافلہ سے متعلق ہے، زکات سے متعلق نہیں۔ کیونکہ ماں باپ پر زکات کی رقم خرچ کرنی جائز نہیں۔

حضرت میمون بن مہران نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا:

''مال خرچ کرنے کی ان جگہوں میں نہ طبلہ سارنگی کا ذکر ہے اور نہ چوبی تصویروں اور دیواروں پر لٹکائے جانے والے آرائشی پردوں کا۔''[1]

اس کا مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں پر مال خرچ کرنا ناپسندیدہ اور اسراف ہے۔ افسوس یہ ہے کہ آج یہ مسرفانہ اور ناپسندیدہ اخراجات ہماری زندگی کا اس طرح لازمی حصہ بن گئے ہیں کہ اس میں کراہت کا کوئی پہلو ہی ہماری نظروں میں نہیں رہا۔

20- جہاد کا حکم:

① سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۱۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَ عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ عَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

''(مسلمانو!) تم پر (اللہ کے راستے میں) لڑنا فرض کر دیا گیا ہے، وہ تمھیں

① بحواله أحسن البيان (ص: ٧٥)

ناگوار تو ہوگا، مگر عجب نہیں کہ ایک چیز تمھیں بُری لگے اور وہ تمھارے حق میں بھلی ہو اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگی اور وہ تمھارے لیے مضر ہو اور (ان باتوں کو) اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

جہاد کے حکم کی ایک مثال دے کر اہلِ ایمان کو سمجھایا جا رہا ہے کہ اللہ کے ہر حکم پر عمل کرو، چاہے تمھیں وہ گراں اور ناگوار ہی لگے، اس لیے کہ اس کے انجام اور نتیجے کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، تم نہیں جانتے، ہوسکتا ہے اس میں تمھارے لیے بہتری ہو۔

٢ اسی طرح سورۃ البقرہ ہی (آیت:٢٤٤) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾

''اور (مسلمانو!) اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور جان رکھو کہ اللہ (سب کچھ) سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے۔''

٣ سورۃ النساء (آیت:٧١) میں فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴾

''مومنو! (جہاد کے لیے) ہتھیار لے لیا کرو، پھر یا تو جماعت جماعت ہو کر نکلا کرو یا سب اکٹھے کوچ کیا کرو۔''

٤ سورۃ النساء (آیت:٧٤) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ وَ مَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾

''تو جو لوگ آخرت (کو خریدتے اور اُس) کے بدلے دنیا کی زندگی کو

بیچنا چاہتے ہیں، اُن کو چاہیے کہ اللہ کی راہ میں جنگ کریں اور جو شخص اللہ کی راہ میں جنگ کرے، پھر شہید ہو جائے یا غلبہ پائے تو ہم عنقریب اُس کو بڑا ثواب دیں گے۔''

⑤ سورۃ الصّف (آیت: ۴) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴾

''جو لوگ اللہ کی راہ میں (ایسے طور پر) جما کر لڑتے ہیں گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں، وہ بیشک محبوبِ پروردگار ہیں۔''

⑥ آگے سورۃ النساء (آیت: ۱۰۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ وَ تَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾

''اور کفار کا پیچھا کرنے میں سستی نہ کرنا، اگر تم بے آرام ہوتے ہو تو جس طرح تم بے آرام ہوتے ہو، اسی طرح وہ بھی بے آرام ہوتے ہیں اور تم اللہ سے ایسی ایسی امیدیں رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھ سکتے اور اللہ سب کچھ جانتا (اور) بڑی حکمت والا ہے۔''

⑦ آگے سورۃ الحج (آیت: ۳۸، ۳۹) میں فرمایا ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ۝ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ﴾

’’اللہ تو مومنوں سے اُن کے دشمنوں کو ہٹاتا رہتا ہے، بے شک اللہ کسی خیانت کرنے والے اور کفرانِ نعمت کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔ جن مسلمانوں سے (خواہ مخواہ) لڑائی کی جاتی ہے، اُن کو اجازت ہے (کہ وہ بھی لڑیں) کیونکہ اُن پر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ (اُن کی مدد کرے گا وہ) یقیناً اُن کی مدد پر قادر ہے۔‘‘

اکثر علمائے سلف کا قول ہے کہ اس آیت میں سب سے پہلے جہاد کا حکم دیا گیا ہے، جس کے دو مقصد یہاں بیان کیے گئے ہیں: مظلومیت کا خاتمہ اور اعلائے کلمۃ اللہ۔ اس لیے کہ مظلومین کی مدد اور ان کی داد رسی نہ کی جائے تو پھر دنیا میں زور آور کمزوروں کو اور بے وسیلہ لوگوں کو جینے ہی نہ دیں، جس سے زمین فساد سے بھر جائے۔ اسی طرح اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کوشش نہ کی جائے اور باطل کی سرکوبی نہ کی جائے تو باطل کے غلبے سے دنیا کا امن وسکون اور اللہ کا نام لینے والوں کے لیے کوئی عبادت خانہ باقی نہ رہے۔

21- یتیموں کی اصلاح:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۲۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾

’’(یعنی) دنیا اور آخرت (کی باتوں) میں (غور کرو) اور تم سے یتیموں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہہ دو کہ اُن کی (حالت کی) اصلاح بہت اچھا کام ہے اور اگر تم اُن سے مل جل کر رہنا

(خرچ اکٹھا رکھنا) چاہو تو وہ تمھارے بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ خرابی کرنے والا کون ہے اور اصلاح کرنے والا کون اور اگر اللہ چاہتا تو تمھیں تکلیف میں ڈال دیتا، بے شک اللہ تعالیٰ غالب (اور) حکمت والا ہے۔''

جب یتیموں کا مال ظلماً کھانے والوں کے لیے سزا کی دھمکی نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ڈر گئے اور یتیموں کی ہر چیز الگ کر دی، حتیٰ کہ کھانے پینے کی کوئی چیز بچ جاتی تو اسے بھی استعمال نہ کرتے اور وہ خراب ہو جاتی، اس ڈر سے کہ کہیں ہم بھی اس سزا کے مستحق نہ قرار پا جائیں۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

22- اندازِ مباشرت میں وسعت:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۲۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ وَ قَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ وَ اتَّقُوا اللَّهَ وَ اعْلَمُوا أَنَّكُم مُّلَاقُوهُ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴾

''تمھاری عورتیں تمھاری کھیتی ہیں تو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو جاؤ اور اپنے لیے (نیک عمل) آگے بھیجو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ (ایک دن) تمھیں اُس کے روبرو حاضر ہونا ہے اور (اے پیغمبر!) ایمان والوں کو بشارت سنا دو۔''

یہودیوں کا خیال تھا کہ اگر عورت کو پیٹ کے بل لٹا کر مباشرت کی جائے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے۔اس کی تردید میں کہا جا رہا ہے کہ مباشرت آگے سے کرو (چت لٹا کر) یا پیچھے سے (پیٹ کے بل) یا کروٹ پر، جس طرح چاہو، جائز ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ ہر صورت میں عورت کی فرج ہی استعمال ہو۔بعض

لوگ اس سے یہ دلیل کرتے ہیں (جس طرح چاہو) میں تو دبر بھی آ جاتی ہے، لہٰذا دبر کا استعمال بھی جائز ہے، لیکن یہ بالکل غلط ہے۔ جب قرآن نے عورت کو کھیتی قرار دیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف کھیتی کے استعمال کے لیے کہا جا رہا ہے کہ ''اپنے کھیتوں میں جس طرح چاہو آؤ'' اور یہ کھیتی صرف فرج ہے نہ کہ دبر۔ بہرحال یہ غیر فطری فعل ہے۔ ایسے شخص کو جو اپنی عورت کی دبر استعمال کرتا ہے، ملعون قرار دیا گیا ہے۔[1]

23- عورت کی عدت اور حقوق:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۲۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ الْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ وَ لَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾

''اور طلاق والی عورتیں تین حیض تک اپنے آپ کو روکے رہیں اور اگر وہ اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتی ہیں تو اُن کو جائز نہیں کہ اللہ نے جو کچھ اُن کے شکم میں پیدا کیا ہے، اُس کو چھپائیں اور اُن کے خاوند اگر پھر موافقت چاہیں تو اس (مدت) میں وہ ان کو اپنی زوجیت میں لے لینے کے زیادہ حق دار ہیں اور عورتوں کا حق (مردوں) پر ویسا ہی ہے، جیسے دستور کے مطابق (مردوں کا حق) عورتوں پر ہے، البتہ مردوں

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٢١٦٢) مسند أحمد (٢/ ٤٧٩) صحيح الجامع (٥٨٨٩)

کو عورتوں پر فضیلت ہے اور اللہ تعالیٰ غالب (اور) صاحبِ حکمت ہے۔"

طلاق کا معنیٰ بندھن کو کھولنا ہے، یعنی طلاق چھوڑ دینے اور ترک کر دینے کے بعد شرعاً نکاح کی گرہ کھول دینے کو کہتے ہیں۔

اس سے وہ مطلقہ عورت مراد ہے جو حاملہ بھی نہ ہو (کیونکہ حمل والی عورت کی مدت وضع حمل تک ہے) اور جسے دخول سے قبل طلاق مل گئی ہو، وہ بھی نہ ہو (کیونکہ اس کی کوئی عدت ہی نہیں) اور جس کو حیض آنا بند ہو گیا ہو، وہ بھی نہ ہو، کیونکہ ان کی عدت تین مہینے ہے، گویا مذکورہ عورتوں کے علاوہ صرف مدخولہ عورت کی عدت بیان کی جارہی ہے۔ یعنی تین طہر یا تین حیضِ عدت گزار کر وہ دوسری شادی کرنے کی مجاز ہے۔

24- طلاق دینے اور خلع لینے کا حکم:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۲۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾

"طلاق (صرف) دو بار ہے (یعنی جب دو دفعہ طلاق دے دی جائے تو) پھر (عورت کو) یا تو بطریق شایستہ (نکاح میں) رہنے دینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اور یہ جائز نہیں کہ جو مہر تم اُن کو دے چکے ہو، اُس میں سے کچھ واپس لے لو۔ ہاں اگر زن و شوہر کو خوف ہو

کہ وہ اللہ کی حدوں کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو اگر عورت (خاوند کے ہاتھ سے) رہائی پانے کے بدلے میں کچھ دے ڈالے تو (دونوں پر) کچھ گناہ نہیں، یہ اللہ کی (مقرر کی ہوئی) حدیں ہیں، ان سے باہر نہ نکلنا اور جو لوگ اللہ کی حدوں سے باہر نکل جائیں گے وہ گنہگار ہوں گے۔''

یعنی وہ طلاق جس میں خاوند کو عدت کے اندر رجوع کا حق حاصل ہے، وہ دو مرتبہ ہے۔ پہلی مرتبہ طلاق کے بعد بھی اور دوسری مرتبہ طلاق کے بعد بھی رجوع ہو سکتا ہے۔ تیسری مرتبہ طلاق دینے کے بعد رجوع کی اجازت نہیں۔ زمانہ جاہلیت میں یہ حق طلاق و رجوع غیر محدود تھا، جس سے عورتوں پر بڑا ظلم ہوتا تھا۔ آدمی بار بار طلاق دے کر رجوع کرتا رہتا تھا، اس طرح اسے بساتا تھا نہ آزاد کرتا تھا۔ اللہ نے اس ظلم کا راستہ بند کر دیا اور پہلی یا دوسری مرتبہ سوچنے اور غور کرنے کی سہولت سے محروم بھی نہیں کیا۔ ورنہ اگر پہلی مرتبہ کی طلاق ہی میں ہمیشہ کے لیے جدائی کا حکم دے دیا جاتا تو اس سے پیدا ہونے والے معاشرتی مسائل کی پیچیدگیوں کا اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے ''طَلْقَتَان'' ''دو طلاقیں'' نہیں فرمایا بلکہ ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ﴾ ''طلاق دو مرتبہ'' فرمایا ہے، جس سے اس بات کی طرف اشارہ فرما دیا کہ بیک وقت دو یا تین طلاقیں دینا اور انھیں بیک وقت نافذ کر دینا حکمتِ الٰہی کے خلاف ہے۔ حکمت الٰہی اسی بات کی مقتضی ہے کہ ایک مرتبہ طلاق کے بعد (چاہے وہ ایک ہو یا کئی ایک) اور اسی طرح دوسری مرتبہ طلاق کے بعد (چاہے وہ ایک ہو یا کئی ایک) مرد کو سوچنے سمجھنے اور جلد بازی یا غصے میں کیے گئے کام کے ازالے کا موقع دیا جائے۔ یہ حکمت ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاق رجعی قرار دینے ہی

میں باقی رہتی ہے، جیسا کہ اہلِ حدیث کا مذہب ہے جو حدیث سے ثابت ہے، نہ کہ تینوں کو بیک وقت نافذ کر کے سوچنے اور غلطی کا ازالہ کرنے کی سہولت سے محروم کر دینے کی صورت میں، جیسا کہ بعض لوگوں کا نقطہ نظر ہے۔[1]

نیز معلوم ہونا چاہیے کہ بہت سے علما ایک مجلس کی تین طلاقوں کے واقع ہونے ہی کا فتویٰ دیتے ہیں۔

جو عورت بلا وجہ اپنے خاوند سے طلاق کا سوال کرتی ہے اس پر بہشت کی ہوا بھی حرام ہے۔[2]

25- طلاق و عدت:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۳۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَ الْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾

''اور جب تم عورتوں کو (دو دفعہ) طلاق دے چکو اور اُن کی عدت پوری ہو جائے تو انھیں یا تو حسنِ سلوک سے نکاح میں رہنے دو یا بہ طریق شایستہ

[1] اس مسئلے کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ''ایک مجلس کی تین طلاقیں اور اس کا شرعی حل''

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٢٢٢٦) سنن الترمذي، رقم الحديث (١١٨٧) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٢٠٥٥) منهاج المسلم (ص: ٦٣٨) و تفسير ابن كثير.

رخصت کر دو اور اس نیت سے اُن کو نکاح میں نہ رہنے دینا چاہیے کہ انھیں تکلیف دو اور اُن پر زیادتی کرو اور جو ایسا کرے گا، وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور اللہ کے احکام کو ہنسی (اور کھیل) نہ بناؤ اور اللہ نے تمھیں جو نعمتیں بخشی ہیں اور تم پر جو کتاب اور دانائی کی باتیں نازل کی ہیں، جن سے وہ تمھیں نصیحت فرماتا ہے، اُن کو یاد کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔"

26- رضاعت (دودھ پلانے) کے احکام:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۳۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ الْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَ عَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَ تَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَ اِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْۤا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّاۤ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾

"اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں یہ (حکم) اُس شخص کے لیے ہے جو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق باپ کے ذمے ہوگا۔ کسی شخص کو اُس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی (تو یاد رکھو کہ) نہ تو ماں کو اُس کے بچے کے سبب نقصان پہنچایا جائے اور نہ باپ

کو اُس کی اولاد کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے اور اسی طرح (نان و نفقہ) بچے کے وارث کے ذمے ہے اور اگر دونوں (ماں باپ) آپس کی رضا مندی اور صلاح مشورے سے بچے کا دودھ چھڑانا چاہیں تو اُن پر کچھ گناہ نہیں اور اگر تم اپنی اولاد کو دودھ پلوانا چاہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں، بشرطیکہ تم دونوں پلانے والیوں کو دستور کے مطابق اُن کا حق جو تم نے دینا کیا تھا دے دو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اُس کو دیکھ رہا ہے۔"

اس آیت میں مسئلہ رضاعت کا بیان ہے۔ اس میں پہلی بات یہ ہے کہ جو مدت رضاعت پوری کرنا چاہے تو وہ پورے دو سال دودھ پلائے۔ ان الفاظ سے اس سے کم مدت تک دودھ پلانے کی بھی گنجایش نکلتی ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ مدتِ رضاعت زیادہ سے زیادہ دو سال ہے۔

﴿مَوْلُوْدٌ لَّهٗ﴾ سے مراد باپ ہے۔ طلاق ہو جانے کی صورت میں شیرخوار بچے اور اس کی ماں کی کفالت کا مسئلہ ہمارے معاشرے میں بڑا پیچیدہ بن جاتا ہے اور اس کی وجہ شریعت سے انحراف ہے۔ اگر حکم الٰہی کے مطابق خاوند اپنی طاقت کے مطابق مطلقہ عورت کی روٹی کپڑے کا ذمے دار ہو، جس طرح اس آیت میں کہا جارہا ہے تو نہایت آسانی سے یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔

ماں کو تکلیف پہنچانا یہ ہے کہ مثلاً ماں بچے کو اپنے پاس رکھنا چاہے، مگر مامتا کے جذبے کو نظر انداز کر کے بچہ زبردستی اس سے چھین لیا جائے، یا بغیر خرچ کی ذمے داری اٹھائے اسے دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے۔ باپ کو تکلیف پہنچانے سے مراد یہ ہے کہ ماں دودھ پلانے سے انکار کر دے یا اس کی حیثیت سے زیادہ کا اس سے مالی مطالبہ کرے۔

27- بیوہ کی عدت:

1 سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۳۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ الَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ یَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ﴾

''اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں تو عورتیں چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں اور جب (یہ) عدت پوری کر چکیں اور اپنے حق میں پسندیدہ کام (نکاح) کر لیں تو تم پر کچھ گناہ نہیں اور اللہ تعالیٰ تمھارے سب کاموں سے واقف ہے۔''

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ میں بتلایا گیا تھا کہ دو طلاق تک رجوع کرنے کا اختیار ہے، اب اس آیت میں کہا جا رہا ہے کہ رجوع عدت کے اندر اندر ہو سکتا ہے، عدت گزرنے کے بعد نہیں۔ اس لیے یہ تکرار نہیں ہے جس طرح کہ بہ ظاہر نظر آتا ہے۔

یہ عدتِ وفات ہر عورت کے لیے ہے، چاہے گھر میں رہے یا گھر کے باہر، جوان ہو یا بوڑھی۔ البتہ اس سے حاملہ عورت مستثنیٰ ہے، کیونکہ اس کی عدت وضع حمل ہے۔ اس عدتِ وفات میں عورت کو زیب و زینت کی (حتیٰ کہ سرمہ لگانے) اور خاوند کے مکان سے کسی اور جگہ منتقل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ مطلقہ کو دوبارہ نکاح کے لیے عدت کے اندر زیب و زینت ممنوع نہیں ہے۔

مطلقہ جس سے رجوع نہ ہو سکے، اس کے بارے میں اختلاف ہے، بعض جواز کے اور بعض ممانعت کے قائل ہیں۔ یعنی عدت گزرنے کے بعد وہ زیب و زینت اختیار کریں۔ اولیا کی اجازت و مشاورت سے کسی اور جگہ نکاح کا بندوبست کریں، تو اس میں کوئی حرج نہیں، اس لیے تم پر بھی (اے عورت کے والیو!) کوئی

گناہ نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیوہ کے عقد ثانی کو برا سمجھنا چاہیے نہ اس میں رکاوٹ ڈالنی چاہیے۔ جیسا کہ ہندوؤں کے اثرات سے ہمارے معاشرے میں یہ چیز پائی جاتی ہے۔

۲ سورۃ البقرہ (آیت: ۲۳۵) میں فرمایا:

﴿ وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا وَ لَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴾

''اگر تم (اشارے) کنائے کی باتوں میں عورتوں کو نکاح کا پیغام بھیجو یا (نکاح کی خواہش کو) اپنے دلوں میں مخفی رکھو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم اُن سے (نکاح کا) ذکر کرو گے، مگر (ایامِ عدت میں) اس کے سوا کہ دستور کے مطابق کوئی بات کہہ دو، پوشیدہ طور پر اُن سے قول و اقرار نہ کرنا اور جب تک عدت پوری نہ ہو لے، نکاح کا پختہ ارادہ نہ کرنا اور جان رکھو کہ جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے، اللہ کو سب معلوم ہے تو اس سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ بخشنے والا اور حلم والا ہے۔''

28- حقِ مہر رخصتی سے قبل دینا:

سورۃ البقرۃ (آیت ۲۳۶، ۲۳۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً وَّ مَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ

مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ
اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّاۤ
اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَ اَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ
لِلتَّقْوٰى وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾

''اور اگر تم عورتوں کو اُن کے پاس جانے یا اُن کا مہر مقرر کرنے سے پہلے طلاق دے دو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔ ہاں اُن کو دستور کے مطابق کچھ خرچ ضرور دو۔ مقدور والا اپنے مقدور کے مطابق دے اور تنگدست اپنی حیثیت کے مطابق۔ نیک لوگوں پر یہ ایک طرح کا حق ہے۔ اگر تم عورتوں کو اُن کے پاس جانے سے پہلے طلاق دے دو، لیکن مہر مقرر کر چکے ہو تو آدھا مہر دینا ہوگا۔ ہاں اگر عورتیں بخش دیں یا مرد جن کے ہاتھ میں عقدِ نکاح ہے (اپنا حق) چھوڑ دیں (اور پورا مہر دے دیں تو اُن کو اختیار ہے) اور اگر تم مرد لوگ ہی اپنا حق چھوڑ دو تو یہ پرہیز گاری کی بات ہے اور آپس میں بھلائی کرنے کو فراموش نہ کرنا۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تمھارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔''

یہ اس عورت کی بابت حکم ہے کہ نکاح کے وقت مہر مقرر نہیں ہوا تھا اور خاوند نے ہم بستری کے بغیر طلاق دے دی، تو انھیں کچھ نہ کچھ دے کر رخصت کرو۔ یہ فائدہ ہر شخص کی طاقت کے مطابق ہونا چاہیے، خوش حال اپنی حیثیت اور تنگ دست اپنی طاقت کے مطابق دے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ خلوتِ صحیحہ سے قبل ہی طلاق دے دی اور حق مہر بھی مقرر تھا، اس صورت میں خاوند کے لیے ضروری ہے کہ نصف مہر ادا کرے اور اگر عورت اپنا حق معاف کر دے تو اس صورت میں خاوند کو کچھ نہیں دینا پڑے گا۔

29- درمیانی نماز کی حفاظت:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۳۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ﴾

''(مسلمانو) سب نمازیں خصوصاً درمیانی نماز پورے التزام کے ساتھ ادا کرتے رہو اور اللہ کے آگے ادب سے کھڑے رہا کرو۔''

درمیان والی نماز سے مراد عصر کی نماز ہے، جس کو اُس حدیثِ رسول ﷺ نے متعین کر دیا ہے جس میں آپ ﷺ نے خندق والے دن عصر کی نماز کو ''صلاۃ الوسطیٰ'' قرار دیا تھا۔[1]

30- صلاۃ الخوف کا طریقہ:

① سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۳۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾

''اگر تم خوف کی حالت میں ہو تو پیادے یا سوار (جس حال میں ہو نماز پڑھ لو) پھر جب امن (اطمینان) ہو جائے تو جس طریق سے اللہ نے تمھیں سکھایا ہے، جو تم پہلے نہیں جانتے تھے، اللہ کو یاد کرو۔''

یعنی دشمن سے خوف کے وقت جس طرح بھی ممکن ہے، پیادہ چلتے ہوئے اور سواری پر بیٹھے ہوئے نماز پڑھ لو۔ تاہم جب خوف کی حالت ختم ہو جائے تو اسی طرح نماز پڑھو، جس طرح تمھیں سکھلایا گیا ہے۔

② سورۃ النساء (آیت: ۱۰۲) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٩٣١) صحيح مسلم رقم الحديث (٢٠٥_ ٦٢٧)

مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ
وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا
حِذْرَهُمْ وَ اَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ
وَ اَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ
اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ
وَ خُذُوْا حِذْرَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴾

"اور (اے پیغمبر!) جب تم ان (مجاہدین کے لشکر) میں ہو اور ان کو نماز پڑھانے لگو تو چاہیے کہ ان کی ایک جماعت تمھارے ساتھ مسلح ہو کر کھڑی رہے؟ جب وہ سجدہ کر چکیں تو پرے ہو جائیں پھر دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی (ان کی جگہ) آئے اور ہوشیار اور مسلح ہو کر تمھارے ساتھ نماز ادا کرے۔ کافر اس گھات میں ہیں کہ تم ذرا اپنے ہتھیاروں اور سامانوں سے غافل ہو جاؤ تو تم پر یک بارگی حملہ کر دیں۔ اگر تم بارش کے سبب تکلیف میں یا بیمار ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ہتھیار اتار رکھو، مگر ہوشیار ضرور رہنا۔ اللہ نے کافروں کے لیے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

اگر کافروں کی فوج مقابلے میں ہو تو مسلمانوں کی فوج دو حصے ہو جائے، ایک حصہ آدھی نماز پڑھ کر دشمن کے مقابلے میں کھڑا ہو جائے، دوسرا حصہ آ کر امام کے ساتھ آدھی نماز پڑھے۔ امام کے سلام کے بعد دونوں جماعتیں اپنی آدھی نماز جدا جدا پڑھ لیں۔[1]

اس آیت میں صلاۃ الخوف کی اجازت بلکہ حکم دیا جا رہا ہے۔"صلاۃ الخوف"

[1] تفسیر ابن کثیر (۱/ ٦١١)

کے معنیٰ ''خوف کی نماز'' ہیں۔ یہ اس وقت مشروع ہے، جب مسلمان اور کافروں کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل جنگ کے لیے تیار کھڑی ہوں تو ایک لمحے کی غفلت مسلمانوں کے لیے خطرناک ثابت ہوسکتی ہے، ایسے حالات میں اگر نماز کا وقت ہو جائے تو صلاۃ الخوف پڑھنے کا حکم ہے، جس کی مختلف صورتیں حدیث میں بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً فوج دو حصوں میں تقسیم ہوگئی، ایک حصہ دشمن کے بالمقابل کھڑا رہا تاکہ کافروں کو حملہ کرنے کی جسارت نہ ہو اور ایک حصے نے آکر نبیِ اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی، جب یہ حصہ نماز سے فارغ ہوگیا تو یہ پہلے کی جگہ مورچہ زن ہوگیا اور مورچہ زن پہلے والا گروہ نماز کے لیے آگیا۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے دونوں حصوں کو ایک ایک رکعت پڑھائی، اس طرح آپ ﷺ کی دو رکعت اور باقی فوجیوں کی ایک ایک رکعت ہوئی۔ ①

31- پاکیزہ چیزوں ہی سے خرچ کرو:

① پارہ ③ ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ﴾ سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۵۴) میں فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾

''اے ایمان والو! جو (مال) ہم نے تمھیں دیا ہے، اُس میں سے اُس دن کے آنے سے پہلے پہلے خرچ کرلو، جس میں نہ (اعمال کا) سودا ہو اور نہ دوستی اور نہ سفارش ہوسکے اور کفر کرنے والے لوگ ظالم ہیں۔''

یہود و انصاریٰ اور کفار و مشرکین اپنے اپنے پیشواؤں، نبیوں، ولیوں، بزرگوں اور مرشدوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ پر ان کا اتنا اثر ہے کہ وہ اپنی

① أحسن البيان (ص: ۲۱۲)

شخصیت کے دباؤ سے اپنے پیروکاروں کے بارے میں جو بات چاہیں اللہ سے منوا سکتے ہیں اور منوا لیتے ہیں۔ اسی کو وہ شفاعت کہتے ہیں۔ یعنی ان کا عقیدہ تقریباً وہ ہی تھا جو آج کل کے جاہلوں کا ہے۔

④ سورۃ البقرۃ (آیت: ۲٦۷) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴾

”مومنو! جو پاکیزہ اور عمدہ مال تم کماتے ہو اور جو چیزیں ہم تمھارے لیے زمین سے نکالتے ہیں، اُن میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو اور بُری اور ناپاک چیزیں دینے کا قصد نہ کرنا کہ اگر وہ چیزیں تمھیں دی جائیں تو بجز اس کے کہ (لیتے وقت) آنکھیں بند کر لو، اُن کو کبھی نہ لو اور جان رکھو کہ اللہ بے پروا اور قابل ستائش ہے۔“

صدقے کی قبولیت کے لیے جس طرح ضروری ہے کہ ریا کاری سے پاک ہو، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ وہ حلال اور پاکیزہ کمائی سے ہو، چاہے وہ کاروبار (تجارت وصنعت) کے ذریعے سے ہو یا فصل اور باغات کی پیداوار سے، نیز یہ فرمایا کہ خبیث چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا قصد مت کرو۔ خبیث سے ایک تو وہ چیزیں مراد ہیں جو غلط کمائی سے ہوں، اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں فرماتا۔ دوسرے خبیث کے معنیٰ ردی اور نکمی چیز کے ہیں، وہ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کی جائیں۔

32- تجارت حلال اور سود حرام:

① سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۷۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ﴾

''جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) اس طرح (حواس باختہ) اٹھیں گے جیسے کسی کو جن نے چھو کر دیوانہ بنا دیا ہو۔ یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ سودا بیچنا بھی تو (نفع کے لحاظ سے) ویسا ہی ہے جیسے سود (لینا) حالانکہ تجارت کو اللہ نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔''

٢ سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۷۶) میں فرمایا:

﴿ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقٰتِ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴾

''اللہ سود کو نابود (بے برکت) کرتا اور خیرات (کی برکت) کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے گناہ گار کو دوست نہیں رکھتا ہے۔''

٣ سورۃ الروم (آیت: ۳۹) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَ مَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَاۡ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ وَ مَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴾

''اور جو تم سود دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں افزائش ہو تو اللہ کے نزدیک اس میں افزائش نہیں ہوتی اور جو تم زکات دیتے ہو اور اس سے اللہ کی رضا مندی طلب کرتے ہو تو (وہ موجبِ برکت ہے اور) ایسے ہی لوگ (اپنے مال کو) دو چند کرنے والے ہیں۔''

یہ سود کے معنوی اور روحانی نقصانات اور صدقے زکات کی برکتوں کا بیان ہے۔ سود میں بہ ظاہر بڑھوتری نظر آتی ہے، لیکن معنوی حساب سے یا انجام کے

اعتبار سے سودی رقم ہلاکت و بربادی ہی کا باعث بنتی ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف اب یورپی ماہرین معیشت بھی کرتے ہیں۔

33- اہلِ ایمان و عملِ صالح کی بے خوفی:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۷۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾

''جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے اور نماز پڑھتے اور زکات دیتے رہے، اُن کو اُن کے کاموں کا صلہ اللہ کے ہاں ملے گا اور (قیامت کے دن) اُن کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

34- قرض دار کو مہلت دینا اور قرض کو لکھ لینا:

① سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۸۰ تا ۲۸۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰی مَیْسَرَةٍ وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ وَ اتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰی كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ﴾

''اور اگر قرض لینے والا تنگ دست ہو تو (اُسے) وسعت (کے حاصل ہونے تک) مہلت (دو) اور اگر (زرِقرض) بخش ہی دو تو تمھارے لیے زیادہ اچھا ہے، بشرطیکہ سمجھو اور اُس دن سے ڈرو جب کہ تم اللہ کے حضور میں لوٹ کر جاؤ گے اور ہر شخص اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ پائے گا اور کسی کا کچھ نقصان نہ ہوگا۔''

زمانہ جاہلیت میں قرض ادا نہ ہونے کی صورت میں سود در سود، اصل رقم میں

اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا تھا، جس سے تھوڑی سی رقم ایک پہاڑ بن جاتی تھی اور ادا کرنا ناممکن ہو جاتا تھا۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ کوئی تنگ دست ہو تو (سود لینا تو درکنار اصل مال لینے میں بھی) آسانی تک اسے مہلت دے دو اور اگر قرض بالکل ہی معاف کر دو تو زیادہ بہتر ہے۔ حدیث میں اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

④ سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۸۲ آیتِ دَین) میں فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَ لَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى وَ لَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا وَ لَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا وَ اَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ وَ لَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّ لَا شَهِيْدٌ وَ اِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ يُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾

”مومنو! جب تم آپس میں کسی میعادِ معین کے لیے قرض کا معاملہ کرنے

لکھو تو اُس کو لکھ لیا کرو اور لکھنے والا تم میں (کسی کا نقصان نہ کرے بلکہ) انصاف سے لکھے، نیز لکھنے والا جیسا اُسے اللہ نے سکھایا ہے، لکھنے سے انکار بھی نہ کرے اور دستاویز لکھ دے اور جو شخص قرض لے وہی (دستاویز کا) مضمون بول کر لکھوائے اور اللہ سے جو اُس کا مالک ہے خوف کرے اور زرِ قرض میں سے کچھ کم نہ لکھوائے اور اگر قرض لینے والا بے عقل یا ضعیف ہو یا مضمون لکھوانے کی قابلیت نہ رکھتا ہو تو جو اُس کا ولی ہو وہ انصاف کے ساتھ مضمون لکھوائے اور اپنے میں سے دو مردوں کو (ایسے معاملے کے) گواہ کر لیا کرو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہ پسند کرو (کافی ہیں) کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے گی تو دوسری اسے یاد دلا دے گی اور جب گواہ (گواہی کے لیے) طلب کیے جائیں تو انکار نہ کریں اور قرض تھوڑا ہو یا زیادہ اُس (کی دستاویز) کے لکھنے لکھانے میں کاہلی نہ کرنا۔ یہ بات اللہ کے نزدیک نہایت قرینِ انصاف ہے اور شہادت کے لیے بھی یہ بہت درست طریقہ ہے۔ اس سے تمھیں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں پڑے گا۔ ہاں اگر سودا دست بدست ہو جو تم آپس میں لیتے دیتے ہو تو اگر (ایسے معاملے کی) دستاویز نہ لکھو تو تم پر کچھ گناہ نہیں اور جب خرید وفرخت کیا کرو تو بھی گواہ کر لیا کرو اور کاتبِ دستاویز اور گواہ (معاملہ کرنے والوں کا) کسی طرح نقصان نہ کریں، اگر تم (لوگ) ایسا کرو تو یہ تمھارے لیے گناہ کی بات ہے اور اللہ سے ڈرو اور (دیکھو کہ) وہ تمھیں (کیسی مفید باتیں) سکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔''

جب سودی نظام کی سختی سے ممانعت اور صدقات وخیرات کی تاکید بیان کی

گئی تو پھر ایسے معاشرے میں (قرضوں) کی بہت ضرورت پڑتی ہے، کیوں کہ سود تو ویسے ہی حرام ہے اور ہر شخص صدقہ وخیرات کی استطاعت نہیں رکھتا۔ اسی طرح ہر شخص صدقہ لینا پسند بھی نہیں کرتا۔ پھر اپنی ضروریات و حاجات پوری کرنے کے لیے قرض ہی باقی رہ جاتا ہے۔ اسی لیے احادیث میں قرض دینے کا بڑا ثواب بیان کیا گیا ہے۔ تاہم قرض جس طرح ایک ناگزیر ضرورت ہے، جھگڑوں کا باعث بھی ہے۔ اس لیے اس آیت میں، جسے ''آیۃُ الدین'' کہا جاتا ہے اور جو قرآن کی سب سے لمبی آیت ہے، اللہ تعالیٰ نے قرض کے سلسلے میں ضروری ہدایات دی ہیں، تاکہ یہ ناگزیر ضرورت لڑائی جھگڑے کا باعث نہ بنے، اس کے لیے ایک حکم یہ دیا گیا ہے کہ مدت کا تعین کرلو، دوسرا یہ کہ اسے لکھ لو، تیسرا یہ کہ اس پر دو مسلمان مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنا لو، جن کی دیانت داری اور عدالت پر مطمئن ہو۔

علاوہ ازیں قرآن کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے۔ نیز مرد کے بغیر صرف اکیلی عورت کی گواہی بھی جائز نہیں، سوائے ان معاملات کے جن پر عورت کے علاوہ کوئی اور مطلع نہیں ہوسکتا۔ دو عورتیں جب ایک مرد گواہ کے برابر ہیں تو دو عورتوں اور قسم کے ساتھ فیصلہ کرنا بھی جائز ہوگا۔[1]

35- لکھنے سے انکار نہ کرنا:

سورۃ البقرۃ (آیت:۲۸۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَآ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ﴾

''مومنو! جب تم آپس میں کسی میعادِ معین کے لیے قرض کا معاملہ کرنے

[1] مختصر تفسير فتح القدير للشوكاني (ص: ۱۸۹)

لکھو تو اُس کو لکھ لیا کرو اور لکھنے والا تم میں (کسی کا نقصان نہ کرے بلکہ) انصاف سے لکھے نیز لکھنے والا جیسا اُسے اللہ نے سکھایا ہے لکھنے سے انکار بھی نہ کرے اور دستاویز لکھ دے۔"

36- گواہی دینے سے انکار نہ کرنا:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۸۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا﴾

"اور جب گواہ (گواہی کے لیے) طلب کیے جائیں تو وہ انکار نہ کریں۔"

37- گواہی نہ چھپانا:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۸۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَ مَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾

"اور (دیکھنا) شہادت کو مت چھپانا جو اُس کو چھپائے گا، وہ دل کا گناہ گار ہوگا اور اللہ تمھارے سب کاموں سے واقف ہے۔"

38- سفر میں گروی رکھنے کی اجازت:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۸۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّ لَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَ لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَ مَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾

"اور اگر تم سفر پر ہو اور (دستاویز) لکھنے والا نہ مل سکے تو (کوئی چیز)

رہن یا قبضہ رکھ کر (قرض لے لو) اور اگر کوئی کسی کو امین سمجھے (یعنی رہن کے بغیر قرض دے دے) تو امانت دار کو چاہیے کہ صاحبِ امانت کی امانت ادا کر دے اور اللہ جو کہ اُس کا رب ہے، اُس سے ڈرے اور (دیکھنا) شہادت کو مت چھپانا جو اُس کو چھپائے گا وہ دل کا گناہ گار ہو گا اور اللہ تمھارے سب کاموں سے واقف ہے۔"

اگر سفر میں قرض کا معاملہ کرنے کی ضرورت پیش آئے، وہاں لکھنے والا یا کاغذ پنسل نہ ملے تو اس کی متبادل صورت بتلائی جا رہی ہے کہ قرض لینے والا کوئی چیز قرض دینے والے کے پاس گروی رکھ دے، اس سے گروی کی مشروعیت اور اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ نبیِ اکرم ﷺ نے بھی اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی رکھی تھی۔ اگر گروی رکھی ہوئی چیز ایسی ہے، جس سے نفع موصول ہوتا ہے تو اس نفع کا حق دار مالک ہوگا اور گروی رکھی ہوئی چیز پر کچھ خرچ ہوتا ہے تو اس سے وہ اپنا خرچ وصول کر سکتا ہے۔ باقی نفع مالک کو ادا کرنا ضروری ہے۔

39- اللہ و رسول ﷺ کا حکم مانو:

① سورت آل عمران (آیت: ۳۱، ۳۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴾

"(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ بھی تمھیں دوست رکھے گا اور تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ کہہ دو کہ اللہ اور اُس کے

رسول کا حکم مانو۔ اگر نہ مانیں تو اللہ بھی کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔“

(۲) سورت آل عمران (آیت: ۵۰) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ﴾ ”تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔“

اللہ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ اطاعتِ رسول ﷺ کی تاکید کرکے واضح کر دیا ہے کہ اب نجات اگر ہے تو صرف اطاعتِ محمدی میں ہے اور اس سے انحراف کفر ہے اور ایسے کافروں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا، چاہے وہ اللہ کی محبت اور قرب کے کتنے ہی دعوے دار ہوں۔ اس آیت میں پیروی رسول ﷺ سے گریز کرنے والوں کے لیے سخت وعید ہے، کیوں کہ دونوں ہی اپنے اپنے انداز سے ایسا رویہ اختیار کرتے ہیں جسے یہاں کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(۳) سورت آل عمران (آیت: ۱۳۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾

”اور اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔“

(۴) سورۃ التغابن کی آیت (۱۲، ۱۳) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾

”اور اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر تم منہ پھیر لوگے تو ہمارے پیغمبر کے ذمے تو صرف پیغام کا کھول کھول کر پہنچا دینا ہے۔ مومنو! تمھاری عورتوں اور اولاد میں سے بعض تمھارے دشمن (بھی) ہیں، سو ان سے بچتے رہو اور اگر معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بھی بخشنے والا مہربان ہے۔“

⑤ سورۃ الانفال (آیت:۴۶) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِیْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ﴾

''اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلو اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا کہ (ایسا کرو گے تو) تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمھارا اقبال جاتا رہے گا اور صبر سے کام لو کہ اللہ صبر کرنے والے کا مددگار ہے۔''

40- پسند کی چیز ہی سے خرچ کرو:

پارہ ④ ﴿لَنْ تَنَالُوْا﴾ سورت آل عمران (آیت:۹۲) میں فرمایا:

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ﴾

''(مومنو!) جب تک تم اُن چیزوں میں سے جو تمھیں عزیز ہیں (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو گے، کبھی نیکی حاصل نہ کرسکو گے اور جو چیز تم خرچ کرو گے، اللہ تعالیٰ اُس کو جانتا ہے۔''

''بِرّ'' (نیکی بھلائی) سے مراد عمل صالح یا جنت ہے۔[1]

حدیث میں آتا ہے، جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ جو مدینے کے اصحابِ حیثیت لوگوں میں سے تھے، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! بیروحاء کا باغ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے، میں اسے اللہ کی رضا کے لیے صدقہ کرتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ تو بہت نفع بخش مال ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم اسے اپنے رشتے داروں میں تقسیم

① مختصر تفسير فتح القدير للشوكاني (ص: ۲۲۸)

کردو۔'' چنانچہ آپ ﷺ کے مشورے سے انھوں نے اسے اپنے اقارب اور عم زادوں میں تقسیم کر دیا۔①

کوشش یہی ہونی چاہیے اچھی چیز صدقہ کی جائے۔ یہ افضل و اکمل درجہ حاصل کرنے کا طریقہ ہے۔ جس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ کمتر چیز یا اپنی ضرورت سے زائد فالتو چیز یا استعمال شدہ پرانی چیز کا صدقہ نہیں کیا جا سکتا یا اس کا اجر نہیں ملے گا۔ اس قسم کی چیزوں کا صدقہ کرنا بھی یقیناً جائز اور باعثِ اجر ہے، گو کمال و افضلیت محبوب چیز کے خرچ کرنے میں ہے۔

41۔ ملتِ ابراہیم علیہ السلام کی پیروی:

سورت آل عمران (آیت ۹۵) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾

''کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرما دیا، پس دین ابراہیم کی پیروی کرو، جو سب سے بے تعلق ہو کر ایک (اللہ ہی) کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔''

42۔ فرضیتِ حج:

سورت آل عمران (آیت: ۹۶، ۹۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۞ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَ مَنْ

① صحیح البخاري، رقم الحدیث (٥٦١١) اللؤلؤ والمرجان، رقم الحدیث (٥٨٧)

كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''پہلا گھر جو لوگوں (کے عبادت کرنے) کے لیے مقرر کیا گیا تھا وہی ہے جو مکہ میں ہے، بابرکت اور جہان کے لیے موجب ہدایت۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں جن میں سے ایک ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے، جو شخص اس (مبارک) گھر میں داخل ہوا، اس نے امن پا لیا۔ اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کی راہ پاسکتے ہوں، وہ اُس کا حج کریں اور جو اُس کے حکم کی تعمیل نہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اہل عالم سے بے نیاز ہے۔''

''راہ پا سکتے ہوں'' کا مطلب زادِ راہ کی استطاعت اور فراہمی ہے۔ یعنی اتنا خرچ کہ سفر کے اخراجات پورے ہو جائیں۔ علاوہ ازیں استطاعت کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ راستہ پُر امن ہو اور جان و مال محفوظ رہے، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ صحت اور تندرستی کے لحاظ سے سفر کے قابل ہو، نیز عورت کے لیے محرم بھی ضروری ہے۔ یہ آیت ہر صاحبِ استطاعت کے لیے وجوبِ حج کی دلیل ہے اور احادیث سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ یہ عمر میں صرف ایک دفعہ فرض ہے۔

استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے کو قرآن نے ''کفر'' سے تعبیر کیا ہے، جس سے حج کی فرضیت میں اور اس کی تاکید میں کوئی شبہ نہیں رہتا، احادیث و آثار میں بھی ایسے شخص کے لیے سخت وعید آئی ہے۔

43- اللہ سے ڈرو:

1 سورت آل عمران (آیت: ۱۰۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾

''مومنو! اللہ سے ڈرو، جیسا کہ اُس سے ڈرنے کا حق ہے اور مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔''

اللہ تعالیٰ سے پورا پورا ڈرنا یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے اور نافرمانی نہ کی جائے، اس کا ذکر کیا جائے اور اس کی یاد نہ بھلائی جائے، اس کا شکر کیا جائے اور اس کا کفر نہ کیا جائے۔[1]

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کے احکام و فرائض پورے طور پر بجا لائے جائیں اور منہیات کے قریب نہ جایا جائے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس آیت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت نازل فرما دی کہ اللہ سے اپنی طاقت کے مطابق ڈرو، جس طرح کہ اپنی طاقت سے ڈرنے کا حق ہے۔[2]

٢ سورت آلِ عمران (آیت:۱۲۳) میں فرمایا:

﴿... فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

''پس تم اللہ ہی سے ڈرو (اور نہ کہ کسی اور سے) تا کہ شکر کرو۔''

44- اللہ کی رسی مضبوط پکڑو:

سورت آلِ عمران (آیت:۱۰۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ

[1] تفسیر ابن کثیر (۱/۲۶۱)

[2] فتح القدیر بحواله أحسن البيان (ص: ۱۳۹)

مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾

''اور سب مل کر اللہ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا اور اللہ کی اُس مہربانی کو یاد کرو، جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اُس نے تمھارے دلوں میں اُلفت ڈال دی اور تم اُس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمھیں اُس سے بچا لیا، اس طرح اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی آیتیں کھول کھول کر سناتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔''

تقویٰ کے بعد سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لینے کا درس دے کر واضح کر دیا کہ نجات بھی انہی دو اصولوں میں ہے اور اتحاد بھی انھیں پر قائم ہو سکتا اور رہ سکتا ہے۔

45- بچو آگ سے:

سورت آلِ عمران (آیت: ۱۳۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴾

''اور (دوزخ کی) آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''

46- جنت کی طرف دوڑو:

سورت آلِ عمران (آیت: ۱۳۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾

''اور اپنے رب کی بخشش اور جنت کی طرف لپکو، جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے اور جو (اللہ سے) ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو سودی لین دین سے روک کر اور ایمان داروں کو ناحق لوگوں کے مال برباد کرنے سے روک کر اور تقویٰ کا حکم دے کر مغفرت و جنت اور نجات کا وعدہ کر رہا ہے۔ پھر آگ سے ڈراتا ہے اور اپنے عذابوں سے دھمکاتا ہے، پھر اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت پر آمادہ کرتا ہے اور اس پر رحم و کرم کا وعدہ دیتا ہے۔ پھر سعادتِ دارین کے حصول کے لیے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے کو فرماتا ہے اور جنت کی تعریف کرتا ہے۔ چوڑائی کو بیان کر کے لمبائی کا اندازہ سننے والوں پر ہی چھوڑا جاتا ہے۔[1]

47- یقینی رحمت و مغفرتِ الٰہی؛ جہاد و ہجرت:

① سورت آل عمران (آیت: ۱۵۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴾

''اور اگر تم اللہ کے راستے میں مارے جاؤ یا وفات پا جاؤ تو جو (مال و متاع) لوگ جمع کرتے ہیں، اس سے اللہ کی بخشش اور رحمت کہیں بہتر ہے۔''

② سورت آل عمران (آیت ۱۹۵) میں فرمایا:

﴿ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴾

[1] تفسیر ابن کثیر (۱/ ٤٢٨)

''تو اُن کے رب نے اُن کی دعا قبول کرلی (اور فرمایا) کہ میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو مرد ہو یا عورت ضائع نہیں کرتا۔ تم ایک دوسرے کی جنس ہو۔ تو جو لوگ میرے لیے وطن چھوڑ گئے اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور لڑے اور قتل کیے گئے، میں اُن کے گناہ دُور کردوں گا اور اُن کو جنتوں میں داخل کروں گا، جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں (یہ) اللہ کے ہاں سے بدلا ہے اور اللہ کے ہاں اچھا بدلا ہے۔''

موت تو ہر صورت آنی ہے، لیکن اگر موت ایسی آئے کہ جس کے بعد انسان اللہ کی مغفرت و رحمت کا مستحق قرار پائے تو یہ دنیا کے مال و اسباب سے بہت بہتر ہے، جس کے جمع کرنے میں انسان عمر کھپا دیتا ہے، اس لیے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے گریز نہیں، اس میں رغبت اور شوق ہونا چاہیے کہ اس طرح رحمت و مغفرتِ الٰہی یقینی ہو جاتی ہے، بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ ہو۔

48- اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ:

سورت آل عمران (آیت: ۱۷۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿... فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾

''تم اللہ پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر ایمان لاؤ گے اور پرہیزگاری کرو گے تو تمھیں اجرِ عظیم ملے گا۔''

49- صبر کرو اور ثابت قدم رہو:

① سورت آل عمران (آیت: ۲۰۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

''اے اہل ایمان! (کفار کے مقابلے میں) ثابت قدم رہو اور استقامت رکھو اور (مورچوں پر) جمے رہو اور اللہ سے ڈرو، تاکہ مراد حاصل کرو۔''

صبر کرو یعنی اطاعت کے اختیار کرنے اور شہوات و لذات کے ترک کرنے میں اپنے نفس کو مضبوط اور ثابت قدم رکھو۔ جہاد کے لیے تیار رہنا، یہ بڑے عزم اور حوصلے کا کام ہے، اسی لیے حدیث میں یہ فضیلت بیان کی گئی ہے کہ ''اللہ کے راستے (جہاد) میں ایک دن پڑاؤ ڈالنا دنیا و مافیہا سے بڑھ کر ہے۔''[1]

◈ سورۃ الفرقان (آیت: ۲۰) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً اَتَصْبِرُوْنَ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴾

''اور ہم نے تم سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں، سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے اور ہم نے تمھیں ایک دوسرے کے لیے آزمائش بنایا ہے، کیا تم صبر کرو گے؟ اور تمھارا پروردگار تو دیکھنے والا ہے۔''

50- تخلیقِ انسانی اور صلہ رحمی کا حکم:

سورۃ النساء (آیت: ۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا،

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٨٩٢) صحيح سنن الترمذي، رقم الحديث (١٦٦٤)

اس سے اس کا جوڑا بنایا، پھر اُن دونوں سے کثرت سے مرد وعورت (پیدا کر کے روے زمین پر) پھیلا دیے اور اللہ سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت براری کا ذریعہ بناتے ہو، ڈرو اور ناتا توڑنے سے (بچو) کچھ شک نہیں کہ اللہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔"

جب تم سب کو عدم سے وجود میں لانے والا اور پھر تم کو باقی رکھنے والا وہی ہے تو اس سے ڈرنا اور اس کی فرماں برداری کرنا ضروری ہے۔تم تمام حاجتوں میں اللہ کے محتاج ہو، اس لیے اسی کی اطاعت کرنا ضروری ہوگیا، اس کے بعد حکم ہے کہ قرابت سے بھی ڈرو، یعنی ان کے حقوق ادا کرتے رہو صلہ رحمی کرو، قطع رحمی سے بچو۔

51- مناسب وقت پر یتیم کو اس کا مال واپس کرنا:

١ سورۃ النساء (آیت:۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ﴾

"اور یتیموں کا مال (جو تمھاری تحویل میں ہو) اُن کے حوالے کر دو اور اُن کے پاکیزہ (اور عمدہ) مال کو (اپنے ناقص اور) بُرے مال سے نہ بدلو اور نہ اُن کا مال اپنے مال میں ملا کر کھاؤ کہ یہ بڑا سخت گناہ ہے۔"

یتیم جب بالغ اور باشعور ہو جائیں تو ان کا مال ان کے سپرد کردو۔ خبیث سے گھٹیا چیزیں اور طیب سے عمدہ چیزیں مراد ہیں۔ یعنی ایسا نہ کرو کہ ان کے مال سے اچھی چیزیں لے لو اور محض گنتی پوری کرنے کے لیے گھٹیا چیزیں ان کے بدلے میں رکھ دو۔ بدلایا گیا مال جو اگرچہ اصل میں طیب (پاک اور حلال) ہے، لیکن تمھاری اس بددیانتی نے اس میں خباثت داخل کر دی اور وہ اب طیب نہیں رہا، بلکہ

تمھارے حق میں وہ خبیث (ناپاک اور حرام) ہوگیا۔ اسی طرح بددیانتی سے ان کا مال اپنے مال میں ملا کر کھانا بھی ممنوع ہے، ورنہ اگر مقصد خیرخواہی ہو تو ان کے مال کو اپنے مال میں ملانا جائز ہے۔

۲ سورۃ النساء (آیت: ۵ تا ۶) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّ ارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَ اكْسُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَ ابْتَلُوا الْیَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ یَّكْبَرُوْا وَ مَنْ كَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ وَ مَنْ كَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَیْهِمْ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا﴾

’’اور بے عقلوں کو اُن کا مال جسے اللہ نے تم لوگوں کے لیے سبب معیشت بنایا ہے، مت دو (ہاں) اس میں سے اُن کو کھلاتے اور پہناتے رہو اور اُن سے معقول باتیں کہتے رہو اور یتیموں کو بالغ ہونے تک کام کاج میں مصروف رکھو، پھر (بالغ ہونے پر) اگر اُن میں عقل کی پختگی دیکھو تو اُن کا مال اُن کے حوالے کر دو اور اس خوف سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے (یعنی بڑے ہو کر تم سے اپنا مال واپس لے لیں گے) اس کو فضول خرچی میں اور جلدی میں نہ اڑا دینا، جو شخص آسودہ حال ہو اُس کو (ایسے مال سے قطعی طور پر) پرہیز کرنا چاہیے اور جو بے مقدور ہو وہ مناسب طور پر (بقدرِ خدمت) کچھ لے لے اور جب اُن کا مال اُن کے حوالے کرنے لگو تو گواہ کر لیا کرو اور حقیقت میں تو اللہ ہی (گواہ

اور) حساب لینے والا کافی ہے۔"

یتیموں کے مال کے بارے میں ضروری ہدایات دینے کے بعد یہ فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک تمھارے پاس رہا، تم نے اس کی کس طرح حفاظت کی اور جب مال ان کے سپرد کیا تو اس میں کوئی کمی بیشی یا کسی قسم کی تبدیلی کی یا نہیں، عام لوگوں کو تو تمھاری امانت داری یا خیانت کا شاید پتا نہ چلے، لیکن اللہ تعالیٰ سے تو کوئی چیز چھپی نہیں۔ اسی لیے حدیث میں آتا ہے کہ یہ یتیم کے مال کا سرپرست بننا بہت ذمے داری کا کام ہے۔[1]

52- تعددِ ازواج کی اجازت:

سورۃ النساء (آیت:۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا﴾

"اور اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو اُن کے سوا جو عورتیں تمھیں پسند ہیں، دو دو یا تین تین یا چار چار اُن سے نکاح کر لو اور اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ (سب عورتوں سے) یکساں سلوک نہ کر سکو گے تو ایک عورت (کافی ہے) یا لونڈی جس کے تم مالک ہو، اس سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے۔"

اس کی تفسیر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح مروی ہے کہ صاحبِ حیثیت اور صاحبِ جمال یتیم لڑکی کسی ولی کے زیرِ پرورش ہوتی تو اس کے مال اور حسن و جمال کی وجہ سے اس سے شادی تو کر لیتا، لیکن اس کو دوسری عورتوں کی طرح پورا حق مہر

[1] صحيح مسلم، كتاب الأمارة، حديث أبي ذر رضي الله عنه (١٧ـ ١٨٢٦)

نہ دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس ظلم سے روکا کہ اگر تم گھر کی یتیم بچیوں کے ساتھ انصاف نہیں کر سکتے تو ان سے نکاح ہی مت کرو، تمھارے لیے دوسری عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کا راستہ کھلا ہے۔[1]

ایک کے بجائے دو سے، تین سے حتیٰ کے چار عورتوں تک سے تم نکاح کر سکتے ہو، بشرطیکہ ان کے درمیان انصاف کے تقاضے پورے کر سکو، ورنہ ایک ہی نکاح کرو یا اس کے بجائے لونڈی پر گزارا کرو۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمان مرد (اگر وہ ضرورت مند ہے) تو چار عورتیں بیک وقت اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے۔

غرض کہ ایک ہی عورت سے شادی کرنا کافی ہو سکتا ہے، کیونکہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی صورت میں انصاف کا اہتمام بہت مشکل ہے۔ جس کی طرف قلبی میلان زیادہ ہوگا، ضروریاتِ زندگی کی فراہمی میں زیادہ توجہ بھی اسی کی طرف ہوگی۔ یوں بیویوں کے درمیان وہ انصاف کرنے میں ناکام رہے گا اور اللہ کے ہاں مجرم قرار پائے گا۔ قرآن نے اس حقیقت کو دوسرے مقام پر نہایت اچھے انداز میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ”(تم ہرگز اس بات کی طاقت نہ رکھو گے) کہ بیویوں کے درمیان انصاف کر سکو، اگرچہ تم اس کا اہتمام کرو۔ (اس لیے اتنا کرو) کہ ایک ہی طرف نہ جھک جاؤ کہ دوسری بیویوں کو بیچ میں لٹکا رکھو۔“ [النساء: ۱۲۹]

اس سے معلوم ہوا کہ ایک سے زیادہ شادی کرنا اور بیویوں کے ساتھ انصاف نہ کرنا نامناسب اور نہایت خطرناک ہے۔ اگر تم کو اس بات کا ڈر ہے کہ تم یتیم لڑکیوں کی بابت انصاف نہیں کر سکو گے اور ان کے مہر نہ دے سکو گے اور ان کے ساتھ حسنِ معاشرت میں تم سے کوتاہی ہوگی تو تم ان سے نکاح مت کرو، بلکہ دوسری عورتیں جو تم کو پسند آئیں، ان میں سے ایک چھوڑ چار تک کی اجازت ہے۔

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٥٧٤)

53- حق مہر ادا کرنا:

سورۃ النساء (آیت:۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــًٔا مَّرِیْٓــًٔا﴾

''اور عورتوں کو اُن کے مہر خوشی سے دے دیا کرو۔ ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے اس میں سے کچھ تمھیں چھوڑ دیں تو اُسے ذوق وشوق سے کھا لو۔''

54- والدین وغیرہ کا ترکہ:

سورۃ النساء (آیت:۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا﴾

''جو مال ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ کر مریں، تھوڑا ہو یا بہت، اس میں مردوں کا بھی حصہ ہے اور عورتوں کا بھی، یہ حصے (اللہ کے) مقرر کیے ہوئے ہیں۔''

ماں باپ اور دیگر رشتے داروں کو مالِ متروک سے مردوں یعنی بیٹوں خواہ وہ بچے ہوں یا جوان اور عورتوں یعنی بیٹیوں کو خواہ وہ بالغ ہوں یا نابالغ، ترکے میں سے ان کا حصہ دیا جائے اور یہ حصے اللہ کی طرف سے طے کیے ہوئے ہیں، جن کا دینا ضروری ہے خواہ مال تھوڑا ہو یا بہت۔[1]

اسلام سے قبل ایک یہ ظلم بھی روا رکھا جاتا تھا کہ عورتوں اور چھوٹے بچوں کو

[1] تفسیر ابن کثیر (۱/ ۴۹۷)

وراثت سے حصہ نہیں دیا جاتا تھا اور صرف بڑے لڑکے جو لڑنے کے قابل ہوتے، سارے مال کے وارث قرار پاتے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مردوں کی طرح عورتوں اور بچے بچیاں اپنے والدین اور اقارب کے مال میں حصہ دار ہوں گے، انھیں محروم نہیں کیا جائے گا۔

55- مالِ وراثت میں سے غربا کی مدد:

① سورۃ النساء (آیت: ۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾

”اور جب میراث کی تقسیم کے وقت (غیر وارث) رشتے دار اور یتیم اور محتاج آ جائیں تو اُن کو بھی اُس میں سے کچھ دے دیا کرو اور شیریں کلامی سے پیش آیا کرو۔“

اسے بعض علما نے آیتِ میراث سے منسوخ قرار دیا ہے، لیکن صحیح ترین بات یہ ہے کہ یہ منسوخ نہیں، بلکہ ایک بہت ہی اہم اخلاقی ہدایت ہے کہ امداد کے مستحق رشتے داروں میں سے جو لوگ وراثت میں حصے دار نہ ہوں، انھیں بھی تقسیم کے وقت کچھ دے دو۔ نیز ان سے بات بھی پیار اور محبت سے کرو، دولت کو آتے ہوئے دیکھ کر قارون اور فرعون نہ بنو۔

② آگے آیت (۹) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ لْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا﴾

”اور ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو (ایسی حالت میں ہوں کہ) اپنے بعد

ننھے ننھے بچے چھوڑ جائیں اور اُن کو اُن کی نسبت خوف ہو (کہ اُن کے مرنے کے بعد اُن بیچاروں کا کیا حال ہوگا؟) پس چاہیے کہ یہ لوگ اللہ سے ڈریں اور معقول بات کہیں۔"

بعض مفسرین کے نزدیک اس کے مخاطب اولیا ہیں (جن کو وصیت کی جاتی ہے) ان کو نصیحت کی جا رہی ہے کہ ان کے زیرِ کفالت جو یتیم ہیں، ان کے ساتھ وہ ایسا سلوک کریں، جو اپنے بچوں کے ساتھ اپنے مرنے کے بعد کیا جانا پسند کرتے ہیں۔ بعض کے نزدیک اس کے مخاطب عام لوگ ہیں کہ وہ یتیموں اور دیگر چھوٹے بچوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔

56- یتیم کا مال ہڑپ کرنے کا انجام:

سورۃ النساء (آیت: ۱۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا﴾

"جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔"

یتیموں کے مال میں خیانت کرنے پر وعیدِ شدید بیان فرما کر اس حکم کو واضح کر دیا ہے کہ جو کوئی یتیم کا مال ظلماً کھاتا ہے، وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔

57- احکامِ وراثت (ورثا کے حصے):

① سورۃ النساء (آیت: ۱۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَیْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً

فَلَهَا النِّصْفُ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾

''اللہ تمھاری اولاد کے بارے میں تمھیں ارشاد فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے، اور اگر اولادِ میت صرف لڑکیاں ہی ہوں (دو یا) دو سے زیادہ تو کل ترکے میں اُن کا دو تہائی اور اگر صرف ایک لڑکی ہو تو اُس کا حصہ نصف اور میت کے ماں باپ کا یعنی دونوں میں سے ہر ایک کا ترکے میں چھٹا حصہ بشرطیکہ میت کے اولاد ہو اور اگر اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی اُس کے وارث ہوں تو ایک تہائی ماں کا حصہ اور اگر میت کے بھائی بھی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ اور یہ (تقسیمِ ترکہ) میت کی وصیت (کی تعمیل) کے بعد جو اُس نے کی ہو، یا قرض کے (ادا ہونے کے بعد جو اُس کے ذمے ہو عمل میں آئے گی) تم کو معلوم نہیں کہ تمھارے باپ دادوں اور بیٹوں پوتوں میں سے فائدے کے لحاظ سے کون تم سے زیادہ قریب ہے، یہ حصے اللہ کے مقرر کیے ہوئے ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔''

بیٹا کوئی نہ ہو تو مال کے دو تہائی دو سے زائد لڑکیوں کو دیے جائیں گے اور اگر صرف دو ہی لڑکیاں ہوں، تب بھی انھیں دو تہائی حصہ ہی دیا جائے گا۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے اور ان کی لڑکیاں تھیں، مگر سعد رضی اللہ عنہ کے سارے مال پر ان کے بھائی نے قبضہ کر لیا تو نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان دونوں لڑکیوں کو ان کے چچا سے دو تہائی مال دلوایا۔[1]

ماں باپ کے حصے کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں:

① پہلی صورت کہ مرنے والے کی اولاد بھی ہو تو مرنے والے کے ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور باقی دو تہائی مال اولاد پر تقسیم ہو جائے گا۔ مرنے والے کی اگر صرف ایک بیٹی ہو تو نصف مال (چھ حصوں میں سے تین حصے) بیٹی کے ہوں گے اور ایک چھٹا حصہ ماں کو اور ایک چھٹا حصہ باپ کو دینے کے بعد مزید ایک چھٹا حصہ باقی بچ جائے گا، اس لیے بچنے والا یہ چھٹا حصہ بطورِ سربراہ باپ کے حصے میں جائے گا۔ یعنی اس صورت میں باپ کو دو چھٹے حصے ملیں گے۔ ایک باپ کی حیثیت سے اور دوسرا سربراہ ہونے کی حیثیت سے۔

② دوسری صورت یہ ہے کہ مرنے والے کی اولاد نہیں ہے (یاد رہے کہ پوتا پوتی بھی اولاد میں شامل ہیں) اس صورت میں ماں کے لیے تیسرا حصہ اور باقی دو حصے (جو ماں کے حصے سے دوگنا ہیں) باپ کو بطور عصبہ ملیں گے اور اگر ماں باپ کے ساتھ مرنے والے مرد کی بیوی یا مرنے والی عورت کا شوہر بھی زندہ ہے تو راجح قول کے مطابق بیوی یا شوہر کا حصہ (جس کی تفصیل آ رہی ہے) نکال کر باقی ماندہ مال میں سے ماں کے لیے تیسرا حصہ اور باقی باپ کے لیے ہوگا۔

③ تیسری صورت یہ ہے کہ ماں باپ کے ساتھ مرنے والے کے بھائی بہن زندہ ہیں، وہ بھائی چاہے سگے یعنی ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہوں اور اگر اولاد بیٹا یا بیٹی الگ باپ سے ہوں تو وراثت کے حق دار نہیں ہوں گے، لیکن ماں کے لیے حجب (نقصان کا سبب) بن جائیں گے یعنی جب ایک سے زیادہ ہوں

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٢٨٩١) سنن الترمذي (٢٠٩٢) سنن ابن ماجه (٢٧٢٠)

گے تو ماں کے (تیسرے حصے) کو چھ حصوں میں تبدیل کر دیں گے۔ باقی سارا مال باپ کے حصے میں چلا جائے گا بشرطیکہ کوئی اور وارث نہ ہو۔

۴ سورۃ النساء (آیت:۱۲) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ لَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ وَ لَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّ لَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴾

''اور جو مال تمھاری عورتیں چھوڑ کر مریں، اگر ان کے اولاد نہ ہو تو اُس میں نصف حصہ تمھارا اور اگر اولاد ہو تو ترکے میں تمھارا چوتھائی (لیکن یہ تقسیم) وصیت (کی تعمیل) کے بعد جو اُنھوں نے کی ہو، یا قرض کے (ادا ہونے کے بعد جو اُن کے ذمے ہو، کی جائے گی) اور جو مال تم (مرد) چھوڑ کر مرو، اگر تمھارے اولاد نہ ہو تو تمھاری عورتوں کا اُس میں چوتھا حصہ ہے اور اگر اولاد ہو تو اُن کا آٹھواں حصہ (یہ حصے) تمھاری وصیت (کی تعمیل) کے بعد جو تم نے کی ہو اور ادائے قرض کے (بعد تقسیم کیے جائیں گے) اور اگر ایسے مرد یا عورت کی میراث ہو، جس کا نہ باپ ہو نہ بیٹا، مگر اس کا بھائی یا بہن ہو تو اُن میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں

گے۔ (یہ حصے بھی) بعد ادائے وصیت وقرض بشرطیکہ اُن سے میت نے کسی کا نقصان نہ کیا ہو (تقسیم کیے جائیں گے) یہ اللہ کا فرمان ہے اور اللہ تعالیٰ نہایت علم والا (اور) نہایت حلم والا ہے۔"

اولاد کی عدم موجودگی میں بیٹے کی اولاد یعنی پوتے بھی اولاد کے حکم میں ہیں، اس پر امت کے علما کا اجماع ہے۔

اسی طرح مرنے والے شوہر کی اولاد خواہ اس کی وارث ہونے والی موجودہ بیوی سے ہو یا کسی اور بیوی سے ہے۔ اسی طرح مرنے والی عورت کی اولاد اس کے وارث ہونے والے موجودہ خاوند سے یا پہلے کسی خاوند سے۔

بیوی اگر ایک ہوگی تب بھی اسے چوتھا یا آٹھواں حصہ ملے گا، اگر زیادہ ہوں گی، تب بھی یہی حصہ ان کے درمیان تقسیم ہوگا، ایک ایک کو چوتھائی یا آٹھواں حصہ نہیں ملے گا۔

"کلالہ" سے مراد وہ میت ہے، جس کا باپ ہو نہ بیٹا اور اس کے بہن بھائی سے مراد اخیافی بہن بھائی ہیں، جن کی ماں ایک اور باپ الگ الگ، کیونکہ عینی بھائی بہن یا علاتی بہن بھائی کا حصہ میراث اس طرح نہیں ہے، جس کا بیان اس سورت کے آخر میں آ رہا ہے۔ یہ مسئلہ بھی اجماعی ہے۔

کلالہ کے بہن بھائی ایک سے زیادہ ہونے کی صورت میں یہ سب ایک تہائی حصے میں شریک ہوں گے، نیز ان میں مذکر اور مونث کے اعتبار سے بھی فرق نہیں کیا جائے گا۔ بلا تفریق سب کو مساوی حصہ ملے گا، مرد ہو یا عورت۔

میراث کے احکام بیان کرنے کے ساتھ ساتھ تین مرتبہ کہا گیا ہے کہ ورثے کی تقسیم، وصیت پر عمل کرنے اور قرض ادا کرنے کے بعد کی جائے، جس سے معلوم ہوتا ہے، ان دونوں باتوں پر عمل کرنا کتنا ضروری ہے۔

مرنے والے کا کسی کو نقصان پہنچانا بایں طور ہے کہ وصیت کے ذریعے سے کسی وارث کو محروم کر دیا جائے یا کسی کا حصہ کم کر دیا جائے یا کسی کا حصہ بڑھا دیا جائے یا یوں ہی وارثوں کو نقصان پہنچانے کے لیے کہہ دے کہ فلاں شخص سے میں نے اتنا قرض لیا ہے، درآں حالیکہ کچھ بھی نہ لیا ہو، گویا اقرار کا تعلق وصیت اور قرض دونوں سے ہے اور دونوں کے ذریعے سے نقصان پہنچانا ممنوع اور کبیرہ گناہ ہے۔ نیز ایسی وصیت بھی باطل ہے۔

58- کلالہ کی وراثت:

پارہ ⑥ ﴿لَا يُحِبُّ اللّٰهُ﴾ سورۃ النساء (آیت: ۱۷۶) میں فرمایا:

﴿ يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ وَ اِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّ نِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾

”(اے پیغمبر!) لوگ تم سے (کلالہ کے بارے میں) حکم (الٰہی) دریافت کرتے ہیں تو کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ کلالہ کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا مرد مر جائے، جس کے اولاد نہ ہو (اور نہ ماں باپ) اور اس کی بہن ہو تو اُس کے بھائی کے ترکے میں سے آدھا حصہ ملے گا اور اگر بہن مر جائے اور اس کے اولاد نہ ہو تو اُس کے تمام مال کا وارث بھائی ہوگا اور اگر (مرنے والے بھائی کی) دو بہنیں ہوں تو دونوں کو بھائی کے ترکے میں سے دو تہائی اور اگر بھائی اور بہن یعنی مرد

اور عورتیں ملے جلے وارث ہوں تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے (یہ احکام) اللہ تعالیٰ تم سے اس لیے بیان فرماتا ہے کہ بھٹکتے نہ پھرو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔"

کلالہ کے بارے میں تھوڑا پہلے گزر چکا ہے کہ اس مرنے والے کو کہا جاتا ہے، جس کا باپ زندہ ہو نہ بیٹا، یہاں پھر اس کی میراث کا ذکر ہو رہا ہے۔ بعض لوگوں نے کلالہ اس شخص کو قرار دیا ہے، جس کا صرف بیٹا نہ ہو، یعنی باپ موجود ہو۔

59- ابتدائے اسلام میں زنا کی سزا:

سورۃ النساء (آیت: ۱۵، ۱۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ الّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ۝ وَ الَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا فَاِنْ تَابَا وَ اَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴾

"مسلمانو! تمھاری عورتوں میں جو بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں اُن پر اپنے لوگوں میں سے چار آدمیوں کی شہادت لو، اگر وہ (اُن کی بدکاری کی) گواہی دیں تو اُن عورتوں کو گھروں میں بند رکھو، یہاں تک کہ موت اُن کا کام تمام کر دے یا اللہ اُن کے لیے کوئی اور سبیل (پیدا) کر دے۔ اور جو دو مرد تم میں سے بدکاری کریں تو اُن کو ایذا دو، پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نیکوکار ہو جائیں تو اُن کا پیچھا چھوڑ دو، بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا (اور) مہربان ہے۔"

60- کنیزوں سے نکاح کا حکم و شرائط اور زنا کاری پر ان کی سزا:

سورۃ النساء (آیت: ۲۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَ اٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّ لَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَ اَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

''اور جو شخص تم میں سے مومن آزاد عورتوں (بیبیوں) سے نکاح کرنے کا مقدور نہ رکھے تو مومن لونڈیوں ہی میں جو تمھارے قبضے میں آ گئی ہوں (نکاح کر لے) اور اللہ تعالیٰ تمھارے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے، تم آپس میں ایک دوسرے کے ہم جنس ہو تو ان لونڈیوں کے ساتھ اُن کے مالکوں کی اجازت حاصل کر کے نکاح کر لو اور دستور کے مطابق اُن کا مہر بھی ادا کر دو بشرطیکہ عفیفہ ہوں، نہ ایسی کہ کھلم کھلا بدکاری کریں اور نہ درپردہ دوستی کرنا چاہیں، پھر اگر نکاح میں آ کر بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں تو جو سزا آزاد عورتوں کے لیے ہے، اُس کی آدھی اُن کو (دی جائے) یہ (لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے کی) اجازت اس شخص کو ہے، جسے گناہ کر بیٹھنے کا اندیشہ ہو اور اگر صبر کرو تو یہ تمھارے لیے بہت اچھا ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔''[1]

[1] تفصیل کے لیے دیکھیں: تفسیر ابن کثیر (۱/ ۵۲۳)

61- مرد کی قوّامیت اور اصلاح کے مراتب:

سورۃ النساء (آیت: ۳۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ وَ الّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا﴾

''مرد عورتوں پر حاکم و مسلط ہیں، اس لیے کہ اللہ نے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے اور اس لیے بھی کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو جو نیک بیویاں ہیں، وہ مردوں کے حکم پر چلتی ہیں اور اُن کی پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت میں (مال و آبرو کی) خبرداری کرتی ہیں اور جن عورتوں کی نسبت تمھیں معلوم ہو کہ سرکشی (اور بدخوئی) کرنے لگی ہیں تو (پہلے) اُن کو (زبانی) سمجھاؤ (اگر نہ سمجھیں تو) پھر اُن کیساتھ سونا ترک کر دو۔ اگر اس پر بھی باز نہ آئیں تو زد و کوب کرو اور اگر وہ فرماں بردار ہو جائیں تو پھر اُن کو ایذا دینے کا کوئی بہانہ مت ڈھونڈو، بے شک اللہ تعالیٰ سب سے اعلیٰ (اور) جلیل القدر ہے۔''

مردوں کو عورتوں پر اللہ تعالیٰ نے حاکم و نگران بنایا ہے، اس وجہ سے کہ مرد اپنے مال میں سے عورتوں پر خرچ کرتے ہیں اور مہر، خوراک، پوشاک اور دیگر جملہ ضرورتوں کا تکفّل کرتے ہیں، پھر جو عورتیں نیک ہیں، فرماں بردار ہیں، حفاظت کرتی ہیں اللہ کے حقوق کی اور اس کی رضا کے موافق اپنے نفس اور خاوند کے مال میں کسی

قسم سے بھی خیانت نہیں کرتیں۔ اور جن کی بدخوئی کا ڈر ہو تو ان کی اصلاح کے لیے درج ذیل تدابیر حسبِ مرتبہ اختیار کرو:

1. ان کو زبان سے سمجھاؤ۔
2. جدا کر دو سونے میں۔
3. ان کو مارو (لیکن ایسا نہیں جس کا نشان باقی رہے یا ہڈی ٹوٹے)

پھر اگر وہ اطاعت کریں تمھاری تو مت تلاش کرو ان کے خلاف کوئی راستہ، بے شک اللہ سب سے بلند ہے۔

62- عبادتِ الٰہی کرنے، شرک وتکبر نہ کرنے اور حسنِ سلوک کرنے کا حکم:

سورۃ النساء (آیت: ۳۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا﴾

"اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور رشتے دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور رفقائے پہلو (پاس بیٹھنے والوں) اور مسافروں اور جو لوگ تمھارے قبضے میں ہوں، سب کے ساتھ احسان کرو کہ اللہ تعالیٰ (احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور) تکبر کرنے والے بڑائی مارنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔"

فخر وغرور اور تکبر اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے، بلکہ ایک حدیث میں یہاں تک

آتا ہے کہ ''وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا، جس کے دل میں رائی کے ایک دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا۔''①

یہاں تکبر کی بطورِ خاص مذمت سے یہ مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور جن جن لوگوں سے حسنِ سلوک کی تاکید کی گئی ہے، اس پر عمل وہی شخص کرسکتا ہے جس کا دل تکبر سے خالی ہوگا۔ متکبر اور مغرور شخص صحیح معنوں میں حقِ عبادت ادا کرسکتا ہے نہ اپنوں اور بیگانوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرسکتا ہے۔

63- بوقتِ ضرورت تیمّم کرنا:

سورۃ البقرۃ (آیت:۴۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مَّرۡضٰۤى اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ اَوۡجَآءَ اَحَدٌ مِّنۡكُمۡ مِّنَ الۡغَآئِطِ اَوۡ لٰمَسۡتُمُ النِّسَآءَ فَلَمۡ تَجِدُوۡا مَآءً فَتَيَمَّمُوۡا صَعِيۡدًا طَيِّبًا فَامۡسَحُوۡا بِوُجُوۡهِكُمۡ وَ اَيۡدِيۡكُمۡ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوۡرًا﴾

''اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا کوئی تم میں سے بیت الخلا سے ہوکر آیا ہو یا تم عورتوں سے ہم بستر ہوئے ہو اور تمھیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی لو اور منہ اور ہاتھوں کا مسح (کرکے تیمّم) کرلو، بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔''②

بیمار سے مراد وہ بیمار ہے، جسے وضو کرنے سے نقصان یا بیماری میں اضافے کا اندیشہ ہو۔ مسافر عام ہے، لمبا سفر کیا ہو یا مختصر، اگر پانی دستیاب نہ ہو تو تیمّم کرنے کی اجازت ہے۔ پانی نہ ملنے کی صورت میں یہ اجازت مقیم کو بھی حاصل ہے۔

تیمّم کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ہی مرتبہ ہاتھ زمین پر مار کر کلائی تک دونوں ہاتھ

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۹۱)

② تفصیل کے لیے دیکھیں: منہاج المسلم (ص: ۳۱۳) فقه الصلاۃ از ابو عدنان قمر (ج ۱)

ایک دوسرے پر پھیر لے۔ (کہنیوں تک ضروری نہیں) اور چہرے پر بھی پھیر لے۔

نبیِ اکرم ﷺ نے تیمّم کے بارے میں فرمایا ہے:

''یہ دونوں ہتھیلیوں اور چہرے کے لیے ایک ہی مرتبہ مارنا ہے۔''[1]

﴿ صَعِيدًا طَيِّباً ﴾ سے مراد ''پاک مٹی'' ہے۔ زمین کی جنس سے ہر چیز نہیں جیسا کہ بعض کا خیال ہے، حدیث میں اس کی مزید وضاحت کر دی گئی ہے۔ فرمایا:

«جُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُوراً إِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَاءَ»[2]

''جب ہمیں پانی نہ ملے تو زمین کی مٹی ہمارے لیے پاکیزگی کا ذریعہ بنا دی گئی ہے۔''

بعض علما نے ''صَعِيد'' سے مراد ''وجه الأرض'' لے کر ریت وغیرہ سے بھی تیمّم کو جائز قرار دیا ہے۔[3]

64- ادائے امانت اور عادلانہ فیصلہ:

سورۃ النساء (آیت: ۵۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰى أَهْلِهَا وَ إِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا ﴾

''اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں اُن کے حوالے کر دیا کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو، اللہ تعالیٰ تمھیں بہت خوب نصیحت کرتا ہے، بے شک اللہ سنتا اور دیکھتا ہے۔''

---

1. مسند أحمد (٤/ ٢٦٣)
2. صحيح مسلم (٤/ ٥٢٢)
3. دیکھیں: زاد المعاد لابن القيم رحمه الله.

اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیت حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے، جو خاندانی طور پر خانہ کعبہ کے دربان اور کلید بردار چلے آ رہے تھے، مکہ فتح ہونے کے بعد جب رسول اللہ ﷺ خانہ کعبہ میں تشریف لائے تو طواف کے بعد آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا، جو صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمان ہو چکے تھے اور انھیں خانہ کعبہ کی چابیاں دے کر فرمایا:

''یہ تمھاری چابیاں ہیں، آج کا دن وفا اور نیکی کا دن ہے۔''

آیت کا یہ سببِ نزول اگرچہ خاص ہے، لیکن اس کا حکم عام ہے اور اس کے مخاطب عوام اور حکام دونوں ہیں۔ دونوں کو تاکید ہے کہ امانتیں انھیں پہنچاؤ جو امانتوں کے اہل ہیں۔ اس میں ایک تو وہ امانتیں شامل ہیں، جو کسی نے کسی کے پاس رکھوائی ہوں۔ ان میں خیانت نہ کی جائے، بلکہ باحفاظت عندالطلب لوٹا دی جائیں۔ دوسرے عہدے اور مناصب اہل لوگوں کو دیے جائیں، محض سیاسی بنیاد یا نسلی و وطنی بنیاد یا قرابت و خاندان کی بنیاد پر اقربا پروری میں عہدہ و منصب دینا، اس آیت کے خلاف ہے۔

اس آیت میں حکام کو بطور خاص عدل و انصاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حاکم جب تک ظلم نہ کرے، اللہ اس کے ساتھ ہوتا ہے اور جب وہ ظلم کا ارتکاب شروع کر دیتا ہے تو اللہ اسے اس کے اپنے نفس کے حوالے کر دیتا ہے۔[1]

65- اطاعتِ الٰہی و اتباعِ رسول ﷺ اور اختلافات کا حل:

① سورۃ النساء (آیت: ۵۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ

① سنن ابن ماجه، كتاب الأحكام، رقم الحديث (٢٣١٢)

كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴾

''مومنو! اللہ اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحبِ اختیار ہیں اُن کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اُس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو، یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ اصل اطاعت تو اللہ تعالیٰ کی ہے، کیونکہ ''حکم صرف اللہ ہی کا ہے'' لیکن چونکہ رسول ﷺ خالص منشاے الٰہی ہی کا مظہر ہیں اور اس کی مرضیات کے نمائندہ ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ رسول ﷺ کے حکم کو بھی مستقل طور پر واجب الاطاعت قرار دیا اور فرمایا کہ رسول ﷺ کی اطاعت دراصل اللہ کی اطاعت ہے۔

اللہ کی طرف لوٹانے سے مراد، قرآن کریم اور الرسول ﷺ سے مراد اب حدیثِ رسول ہے۔ یہ تنازعات ختم کرنے کے لیے ایک بہترین اصول بتلا دیا گیا ہے۔ اس اصول سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ کسی تیسری شخصیت کی اطاعت واجب نہیں، جس طرح تقلید شخصی یا تقلید معین کے قائلین نے ایک تیسری اطاعت کو واجب قرار دے رکھا ہے۔ اسی تیسری اطاعت نے، جو قرآن کی اس آیت کے صریح مخالف ہے، مسلمانوں کو امت متحدہ کے بجائے امت منتشرہ بنا رکھا ہے اور ان کے اتحاد کو تقریباً ناممکن بنا دیا ہے۔

② سورۃ النساء (آیت: ٦٤) میں فرمایا ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴾

''اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے، اس لیے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے اور یہ لوگ جب اپنے حق میں ظلم کر بیٹھے تھے، اگر تمھارے پاس آتے اور اللہ سے بخشش مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے بخشش طلب کرتے تو اللہ کو معاف کرنے والا (اور) مہربان پاتے۔''

مغفرت کے لیے بارگاہ الٰہی ہی میں توبہ و استغفار ضروری اور کافی ہے، لیکن یہاں ان کو کہا گیا ہے کہ اے پیغمبر! وہ تیرے پاس آتے اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور تو بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتا ہے۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے فصل خصومات (جھگڑوں کے فیصلے) کے لیے دوسروں کی طرف رجوع کرکے آپ ﷺ کا استخفاف کیا تھا۔ اس لیے اس کے ازالے کے لیے آپ ﷺ کے پاس آنے کی تاکید کی۔

③ سورۃ النساء (آیت: ٦٥) میں فرمایا:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾

''تمھارے رب کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمھیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو، اُس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں، بلکہ اُس کو خوشی سے مان لیں، تب تک مومن نہیں ہوں گے۔''

④ سورۃ النساء (آیت: ٨٠) میں فرمایا:

﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴾

''جو شخص رسول کی فرماں برداری کرے گا تو بے شک اُس نے اللہ کی فرماں برداری کی اور جو نافرمانی کرے تو اے پیغمبر تمھیں ہم نے اُن کا نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔''

66- سفارش کرنے کا بدلہ:

سورۃ النساء (آیت ۸۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴾

''جو شخص نیک بات کی سفارش کرے تو اس کو اس (کے ثواب) میں سے حصہ ملے گا اور جو بُری بات کی سفارش کرے، اس کو اس (کے عذاب) میں سے حصہ ملے گا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔''[1]

67- سلام کا جواب دینا:

سورۃ النساء (آیت ۸۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴾

''اور جب تم کو کوئی دعا دے تو (جواب میں) تم اُس سے بہتر (کلمے) سے (اُسے) دعا دو یا انھیں لفظوں سے دعا دے دو، بے شک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔''

بہتر کلمے سے جواب دینے کی تفسیر حدیث میں اس طرح آئی ہے کہ ''السلام علیکم'' کے جواب میں ''ورحمۃ اللہ'' کا اضافہ اور ''السلام علیکم و رحمۃ اللہ'' کے جواب میں ''و برکاتہ'' کا اضافہ کر دیا جائے، لیکن کوئی ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ'' کہے تو پھر اضافے کے بغیر انہی الفاظ میں جواب دیا جائے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ صرف ''السلام علیکم'' کہنے سے دس نیکیاں اور اس کے ساتھ ''و رحمۃ اللہ''

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیں: تفسیر ابن کثیر (۱/ ۵۹۲)

سے بیس نیکیاں اور "وبرکاتہ" کہنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں۔[1]

یہ حکم مسلمانوں کے لیے ہے، لیکن اہلِ کتاب و کفار کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اولاً تو انھیں سلام کرنے میں پہل نہ کی جائے اور اگر وہ سلام کریں تو صرف وعلیکم کہنے پر اکتفا کیا جائے۔[2]

68- قتلِ خطا کی دیت اور کفارہ:

سورۃ النساء (آیت:۹۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّ دِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَ اِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖ وَ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴾

"اور کسی مومن کو شایاں نہیں کہ مومن کو مار ڈالے مگر بھول کر اور جو بھول کر بھی مومن کو مار ڈالے تو (ایک تو) ایک مسلمان غلام آزاد کر دے اور (دوسرے) مقتول کے وارثوں کو خون بہا دے۔ ہاں اگر وہ معاف کر دیں (تو اُن کو اختیار ہے)، اگر مقتول تمھارے دشمنوں کی جماعت میں سے ہو اور وہ خود مومن ہو تو صرف ایک مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیے اور اگر مقتول ایسے لوگوں میں سے ہو جن میں اور تم میں صلح کا عہد ہو تو وارثانِ مقتول کو خون بہا دینا اور ایک مسلمان غلام آزاد کرنا

---

[1] مسند أحمد (٤/ ٤٣٩)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٢٥٨) صحيح مسلم (٦/ ٢١٦٣)

چاہیے اور جس کو یہ میسر نہ ہو، وہ متواتر دو مہینے کے روزے رکھے۔ یہ (کفارہ) اللہ کی طرف سے (قبولِ) توبہ (کے لیے) ہے اور اللہ (سب کچھ) جانتا (اور) بڑی حکمت والا ہے۔"

یہ قتل خطا کا جرمانہ بیان کیا جا رہا ہے، جو دو چیزیں ہیں۔ ایک بطورِ کفارہ و استغفار ہے، یعنی مسلمان غلام کی گردن آزاد کرنا اور دوسری چیز بطورِ حق العباد کے ہے اور وہ ہے مقتول کے خون کے بدلے میں جو چیز مقتول کے وارثوں کو دی جائے۔ دیت کی مقدار حدیث کی رو سے سو اونٹ یا اس کے مساوی قیمت سونے چاندی یا کرنسی کی شکل میں ہوگی۔

69- قتلِ عمد کی سزا:

سورۃ النساء (آیت: ۹۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾

"اور جو شخص مسلمان کو قصداً مار ڈالے گا تو اس کی سزا دوزخ ہے، جس میں وہ ہمیشہ (جلتا) رہے گا اور اللہ اس پر غضب ناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور ایسے شخص کے لیے اُس نے بڑا (سخت) عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

خیال رہے کہ یہ قتلِ عمد ہے اور قتلِ عمد میں یہ نفی، نہی کے معنیٰ میں ہے جو حرمت کی دلیل ہے۔ یعنی ایک مومن کو قتل کرنا ممنوع اور حرام ہے۔

قتل کی تین قسمیں ہیں۔ قتلِ خطا، قتلِ شبہ عمد اور قتلِ عمد، جس کا مطلب ہے، ارادے اور نیت سے کسی کو قتل کرنا اور اس کے لیے وہ آلہ استعمال کرنا، جس سے فی الواقع عادتاً قتل کیا جاتا ہے، جیسے تلوار، خنجر وغیرہ۔ آیت میں کسی مومن کے قتل پر نہایت سخت وعید بیان کی گئی ہے۔ مثلاً اس کی سزا جہنم ہے، جس میں ہمیشہ رہنا ہوگا، نیز اللہ کا غضب اور اس کی لعنت اور عذاب عظیم بھی ہوگا۔ اتنی سزائیں بیک وقت

کسی بھی گناہ کی بیان نہیں کی گئیں۔ جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ایک مومن کو قتل کرنا اللہ کے ہاں کتنا بڑا جرم ہے۔ احادیث میں بھی اس کی بڑی سخت مذمت اور اس پر سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔

70- سفرِ جہاد کے بعض آداب:

سورۃ النساء (آیت: ۹۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾

''مومنو! جب تم اللہ کی راہ میں باہر نکلا کرو تو تحقیق سے کام لیا کرو اور جو شخص تم سے سلام علیک کرے، اُس سے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو اور اس سے تمھاری غرض یہ ہو کہ دنیا کی زندگی کا فائدہ حاصل کرو، پس اللہ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں۔ تم بھی تو پہلے ایسے ہی تھے، پھر اللہ نے تم پر احسان کیا تو (آیندہ) تحقیق کر لیا کرو اور جو عمل تم کرتے ہو، اللہ کو سب کی خبر ہے۔''

71- جان و مال سے جہاد کی فضیلت:

سورۃ النساء (آیت: ۹۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً وَ كُلًّا وَّعَدَ

اللّٰهُ الْحُسْنٰى فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾

''جو مسلمان (گھروں میں) بیٹھ رہتے (اور لڑنے سے جی چراتے) ہیں اور کوئی عذر نہیں رکھتے اور جو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑتے ہیں، وہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ نے مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر درجے میں فضیلت بخشی ہے اور (گو) نیک وعدہ سب سے ہے، لیکن اجرِ عظیم کے لحاظ سے اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر کہیں زیادہ فضیلت بخشی ہے۔''

جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور گھروں میں بیٹھ رہنے والے برابر نہیں تو حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ (نابینا صحابی) وغیرہ نے عرض کیا کہ ہم تو معذور ہیں، جس کی وجہ سے ہم جہاد میں حصہ لینے سے مجبور ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ گھر میں بیٹھ رہنے کی وجہ سے جہاد میں حصہ لینے والوں کے برابر ہم اجر و ثواب حاصل نہیں کر سکیں گے، اس پر اللہ تعالیٰ نے ﴿غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ﴾ آیت نازل کی کہ عذر کے ساتھ بیٹھ رہنے والے، مجاہدین کے ساتھ اجر میں برابر کے شریک ہیں، کیوں کہ انھیں عذر نے روکا ہوا ہے۔[1]

72- نمازِ قصر کا حکم:

سورۃ النساء (آیت: ۱۰۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (۲۸۳۹) جہاد کے موضوع پر ہماری یہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں: ① جہادِ اسلامی: فضائل، مسائل، حقائق۔ ② اسلام میں انسانی جان کی قدر و قیمت اور فلسفۂ جہاد۔ ③ اسیرانِ جہاد اور مسئلہ غلامی۔ ④ الامر بالمعروف والنہی عن المنکر اور ضرورتِ جہاد (ابو عدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ)

مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا﴾

''اور جب تم سفر کو جاؤ تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز کو کم کر کے پڑھو، بشرطیکہ تمھیں خوف ہو کہ کافر لوگ تمھیں ایذا دیں گے، بے شک کافر تمھارے کھلے دشمن ہیں۔''

ہمیشہ سفر میں قصر کرنے کا حکم و اجازت ہے، خوف ہو یا نہ ہو، یہ اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کا فضل ہے، اسے شکریے کے ساتھ قبول کرنا چاہیے۔[1]

اس حالت میں سفر میں نماز قصر کرنے (دوگانہ ادا کرنے) کی اجازت دی جارہی ہے۔ ''اگر تمھیں ڈر ہو'' کی شرط غالب احوال کے اعتبار سے ہے، کیوں کہ اس وقت پورا عرب دارالحرب بنا ہوا تھا۔ کسی طرف بھی خطرات سے خالی نہیں تھا۔ یعنی یہ شرط نہیں ہے کہ سفر میں خوف ہو تو قصر کی اجازت ہے، جیسے قرآن مجید میں اور بھی مقامات پر اس قسم کی قیدیں بیان کی گئی ہیں، جو اتفاقی یعنی غالب احوال کے اعتبار سے ہیں مثلاً: ﴿لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً﴾ [آل عمران: ۱۳۰]

''سود کو زیادہ بڑھا چڑھا کر نہ کھاؤ۔''

73- اوقاتِ مقررہ میں فرضیتِ نماز:

سورۃ النساء (آیت: ۱۰۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾

---

[1] منهاج المسلم (ص: ٣٦٣)

”پھر جب تم نماز تمام کر چکو تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حالت میں) اللہ کو یاد کرو، پھر جب خوف جاتا رہے تو (اُس طرح سے) نماز پڑھو (جس طرح امن کی حالت میں پڑھتے ہو) بے شک نماز کا مومنوں پر اوقاتِ (مقررہ) میں ادا کرنا فرض ہے۔“

اس سے مراد یہ ہے کہ جب خوف اور جنگ کی حالت ختم ہو جائے تو پھر نماز اس طریقے کے مطابق پڑھنا ہے، جو عام حالات میں پڑھی جاتی ہے۔

74- عدل سے فیصلے کرو:

① سورۃ النساء (آیت: ۱۰۵، ۱۰۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِمَآ أَرَىٰكَ ٱللَّهُ وَلَا تَكُن لِّلْخَآئِنِينَ خَصِيمًا ۝ وَٱسْتَغْفِرِ ٱللَّهَ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾

”(اے پیغمبر!) ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے، تاکہ اللہ کی ہدایات کے مطابق لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کرو اور (دیکھو) دغا بازوں کی حمایت میں کبھی بحث نہ کرنا اور اللہ سے بخشش مانگنا، بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔“

یعنی کسی تحقیق کے بغیر آپ ﷺ نے خیانت کرنے والوں کی حمایت کی تو اس پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ فریقین میں سے جب تک کسی کی بابت پورا یقین نہ ہو کہ وہ حق پر ہے، اس کی حمایت اور وکالت کرنا جائز نہیں۔

② سورۃ النساء (آیت: ۱۰۷) میں فرمایا:

﴿وَلَا تُجَٰدِلْ عَنِ ٱلَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنفُسَهُمْ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ

مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا﴾

''اور جو لوگ اپنے ہم جنسوں کی خیانت کرتے ہیں، اُن کی طرف سے بحث نہ کرنا، کیونکہ اللہ خائن اور مرتکبِ جرائم کو دوست نہیں رکھتا۔''

75- توبہ و استغفار:

1 سورۃ النساء (آیت: ۱۱۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

''اور جو شخص کوئی بُرا کام کر بیٹھے یا اپنے حق میں ظلم کرلے، پھر اللہ سے بخشش مانگے تو اللہ کو بخشنے والا اور مہربان پائے گا۔''

گناہ کیسا بھی ہو، اس کا علاج استغفار اور توبہ ہے۔ توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ وہ گناہ یا ظلم معاف فرما دیتا ہے۔

2 سورۃ النصر (آیت:۳) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا﴾

''اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرو اور اس سے مغفرت مانگو، بے شک وہ معاف کرنے والا ہے۔''

نبیِ اکرم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ سمجھ لو کہ تبلیغِ رسالت اور احقاقِ حق کا فرض جو تیرے ذمے تھا، پورا ہوگیا اور اب تیرا دنیا سے کوچ کرنے کا مرحلہ قریب آ گیا ہے، اس لیے حمد و تسبیحِ الٰہی اور استغفار کا خوب اہتمام کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ زندگی کے آخری ایام میں ان چیزوں کا اہتمام کثرت سے کرنا چاہیے۔

76- تہمت کا وبال:

① سورۃ النساء (آیت: ۱۱۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓــًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴾

''اور جو شخص کوئی قصور یا گناہ تو خود کرے، لیکن اس سے کسی بے گناہ کو متہم کرے تو اس نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھا۔''

اگر کوئی شخص کسی پر زنا کی تہمت لگا کر اسے گواہوں کے ساتھ ثابت نہ کر سکے تو اس پر قذف (تہمت و بہتان) کی سزا ہے، جو اسّی کوڑے ہے اور آیندہ کسی معاملے میں اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔[1]

② سورۃ النور (آیت: ۱۱، ۱۲) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴾

''جن لوگوں نے بہتان باندھا ہے، وہ تم ہی میں سے ایک جماعت ہے اور اس کو اپنے حق میں بُرا نہ سمجھنا، بلکہ وہ تمھارے لیے اچھا ہے۔ ان میں سے جس شخص نے گناہ کا جتنا حصہ لیا، اس کے لیے اتنا وبال ہے اور جس نے ان میں سے اس بہتان کا بڑا بوجھ اٹھایا ہے، اس کو بڑا عذاب ہوگا۔ جب تم نے وہ بات سنی تھی تو مومن مردوں اور عورتوں نے کیوں

[1] تفصیل کے لیے دیکھیں: تفسیر سورۃ النور [آیت: ٤]

اپنے دلوں میں نیک گمان نہ کیا اور کیوں نہ کہا کہ یہ صریح بہتان ہے۔"

④ سورۃ النور (آیت: ۲۳) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

"جو لوگ پرہیزگار اور بُرے کاموں سے بے خبر اور ایمان دار عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگاتے ہیں، ان پر دنیا و آخرت (دونوں) میں لعنت ہے اور ان کو سخت عذاب ہوگا۔"

77- صدقہ و نیکی اور اصلاح کرو:

سورۃ النساء (آیت: ۱۱۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾

"ان لوگوں کی بہت سی باتیں اچھی نہیں، ہاں (اُس شخص کی بات اچھی ہوسکتی ہے) جو خیرات یا نیک بات یا لوگوں میں صلح کرنے کو کہے اور جو ایسے کام اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کرے گا تو ہم اس کو بڑا ثواب دیں گے۔"

نَجْوٰی (سرگوشی) سے مراد وہ باتیں ہیں، جو منافقین آپس میں مسلمانوں کے خلاف یا ایک دوسرے کے خلاف کرتے تھے۔

صدقہ، خیرات، معروف (جو ہر قسم کی نیکی کو شامل ہے) اور اصلاح بین الناس کے بارے میں مشورے، خیر پر مبنی ہیں، جیسا کہ احادیث میں بھی ان امور کی فضیلت واہمیت بیان کی گئی ہے۔

اگر اخلاص (رضائے الٰہی کا ارادہ) نہیں ہوگا تو بڑے سے بڑا عمل بھی نہ صرف ضائع جائے گا، بلکہ وبالِ جان بن جائے گا۔

78- سچی گواہی دینا:

سورۃ النساء (آیت: ۱۳۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا وَ اِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾

''اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور اللہ کے لیے سچی گواہی دو، خواہ (اس میں) تمھارا یا تمھارے ماں باپ اور رشتے داروں کا نقصان ہی ہو۔ اگر کوئی امیر ہے یا فقیر تو اللہ ان کا خیر خواہ ہے، تم خواہشِ نفس کے پیچھے چل کر عدل کو نہ چھوڑ دینا، اگر تم پیچ دار شہادت دو گے یا (شہادت سے) بچنا چاہو گے تو (جان رکھو کہ) اللہ تمھارے سب کاموں سے واقف ہے۔''

79- ایمان کے ارکان:

سورۃ النساء (آیت: ۱۳۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا﴾

''مومنو! اللہ پر اور اُس کے رسول پر اور جو کتاب اُس نے اپنے پیغمبر

(آخر الزماں) پر نازل کی ہے اور جو کتابیں اس سے پہلے نازل کی تھیں، سب پر ایمان لاؤ اور جو شخص اللہ اور اُس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اُس کے پیغمبروں اور روزِ قیامت سے انکار کرے، وہ راستے سے بھٹک کر دُور جا پڑا۔"

فرمایا: اے مومنو! ایمان لاؤ: ① اللہ پر ② اس کے رسول پر ③ کتاب پر جو اس نے نازل کی اور اس کتاب پر جو اس نے نازل کی اس سے پہلے۔

ایمان کے ان مذکورہ بالا تین ارکان کے علاوہ ④ فرشتوں پر ایمان لانا اور ⑤ تقدیرِ خیر و شرّ پر ایمان لانا اور ⑥ روزِ آخرت پر ایمان لانا بھی ارکانِ ایمان میں شامل ہے۔

80- علانیہ یا پوشیدہ نیکی اور درگزر کرنا:

سورۃ النساء (آیت: ۱۴۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴾

"اگر تم لوگ بھلائی کھلم کھلا کرو گے یا چھپا کر، یا بُرائی سے درگزر کرو گے تو اللہ بھی معاف کرنے والا (اور) قدرت والا ہے۔"

کوئی شخص کسی کے ساتھ ظلم یا برائی کا ارتکاب کرے تو شریعت نے اس حد تک بدلہ لینے کی اجازت دی ہے، جس حد تک اس پر ظلم ہوا ہے۔ آپس میں گالی گلوچ کرنے والے دو شخص جو کچھ کہیں، اس کا گناہ پہل کرنے والے پر ہے (بشرطیکہ) مظلوم (جسے گالی دی گئی ہے، وہ جواب میں گالی نہ دے) زیادتی نہ کرے، بدلہ لینے کے ساتھ ساتھ معافی اور درگزر کو زیادہ پسند فرمایا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ خود باوجود قدرتِ کاملہ کے عفو اور درگزر سے کام لینے والا ہے۔

81- رسول اللہ ﷺ پر ایمان:

سورۃ النساء (آیت: ۱۷۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴾

''لوگو! اللہ کے پیغمبر تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے حق بات لے کر آئے ہیں تو (ان پر) ایمان لاؤ (یہی) تمھارے حق میں بہتر ہے اور اگر کفر کرو گے تو (جان رکھو کہ) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔''

اگر کوئی ایمان نہیں لاتا تو اس کے کفر سے اللہ کا کیا بگڑے گا؟ جیسے حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا:

﴿ اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴾ [إبراهيم: ۸]

''اگر تم اور روئے زمین پر بسنے والے سب کے سب کفر کا راستہ اختیار کر لیں (تو وہ اللہ کا کیا بگاڑیں گے؟) یقیناً اللہ تعالیٰ تو بے پروا تعریف کیا گیا ہے۔''

ایک حدیثِ قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اے میرے بندو! اگر تمھارے اوّل و آخر تمام انسان اور جن ایک آدمی کے دل کی طرح ہو جائیں جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے تو اس سے میری بادشاہی میں اضافہ نہیں ہوگا اور اگر تمھارے اوّل و آخر انس و جن اس ایک آدمی کے دل کی طرح ہو جائیں جو تم میں سب

سے بڑا نافرمان ہے تو اس سے میری بادشاہی میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اے میرے بندو! اگر تم سب ایک میدان میں جمع ہو جاؤ اور مجھ سے سوال کرو اور میں ہر انسان کو اس کے سوال کے مطابق عطا کروں تو اس سے میرے خزانے میں اتنی ہی کمی ہوگی جتنی سوئی کے سمندر میں ڈبو کر نکالنے سے سمندر کے پانی میں ہوتی ہے۔"[1]

82- دین پر مضبوطی سے قائم رہنا:

سورۃ النساء (آیت: ۱۷۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ اعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ فَضْلٍ وَّ يَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴾

"پس جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اُس (کے دین کی رسی) کو مضبوط پکڑے رہے، اُن کو وہ اپنی رحمت اور فضل (کے باغوں) میں داخل کرے گا اور اپنی طرف (پہنچنے کا) سیدھا راستہ دکھائے گا۔"

83- عہد کی پاسداری کرو اور حلال جانور کھاؤ:

سورۃ المائدہ (آیت: ۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ﴾

"اے ایمان والو! اپنے اقراروں کو پورا کرو۔ تمھارے لیے چارپائے جانور (جو چرنے والے ہیں) حلال کر دیے گئے ہیں، بجز اُن کے جو

[1] صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم الظلم (۵۵۔ ۲۵۷۷)

تمھیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں، مگر احرام (حج وعمرہ) میں شکار کو حلال نہ جاننا، اللہ تعالیٰ جیسا چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اے ایمان والو! پورا کرو، اپنے عہد و پیان کو۔ عہد دو طرح کے ہوتے ہیں:

① اللہ سے براہِ راست کیے گئے عہد۔

② اللہ کا نام لے کر بندوں سے کیے گئے عہد یعنی قانونی وصیت۔

حلال چوپاؤں کی تفصیل سورۃ الانعام (آیت: ۱۴۴) میں ہے، جن میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ مِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

"اور اونٹوں میں سے دو اور گائیوں میں سے دو، کہہ کیا اس نے دونوں نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادہ؟ یا وہ (بچہ) جس پر دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟ یا تم اس وقت حاضر تھے جب اللہ نے تمھیں اس کی وصیت کی تھی؟ پھر اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے، تاکہ لوگوں کو کسی علم کے بغیر گمراہ کرے۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

البتہ جو جانور اپنی کچلی کے دانتوں سے اپنا شکار پکڑتا اور چیرتا ہے، مثلاً شیر، چیتا، کتا، بھیڑیا وغیرہ اور وہ پرندے جو اپنے پنجے سے اپنا شکار جھپٹتے پکڑتے ہے، مثلاً شقرہ، باز، شاہین، عقاب وغیرہ حرام ہیں اور جو جانور حرام کیے گئے ہیں، ان کی تفصیل آگے (آیت: ۳) آ رہی ہے۔

84- حرام جانور:

سورۃ المائدہ (آیت:۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَ الدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَ الْمُنْخَنِقَةُ وَ الْمَوْقُوْذَةُ وَ الْمُتَرَدِّيَةُ وَ النَّطِيْحَةُ وَ مَاۤ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَ اَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ اَلْيَوْمَ يَىٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَ اخْشَوْنِ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

”تم پر مرا ہوا جانور اور (بہتا) لہو اور سُور کا گوشت اور جس چیز پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے اور جو جانور گلا گھٹ کر مر جائے اور جو چوٹ لگ کر مر جائے اور جو گر کر مر جائے اور جو سینگ لگ کر مر جائے، یہ سب حرام ہیں اور وہ جانور بھی جس کو درندے پھاڑ کھائیں، مگر جس کو تم (مرنے سے پہلے) ذبح کر لو اور وہ جانور بھی جو تھان پر ذبح کیا جائے اور یہ بھی کہ پانسوں سے قسمت معلوم کرو، یہ سب گناہ (کے کام) ہیں، آج کافر تمھارے دین سے ناامید ہو گئے ہیں تو اُن سے مت ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرتے رہو (اور) آج ہم نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمھارے لیے اسلام کو دین پسند فرمایا۔ ہاں جو شخص بھوک میں ناچار ہو جائے (بشرطیکہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔“

85- نیک کاموں میں تعاون کرنا:

سورۃ المائدہ (آیت:۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾

''اور (دیکھو) نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، کچھ شک نہیں کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔''

86- شکاری کتے وغیرہ کے شکار کا حکم:

سورۃ المائدہ (آیت:۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَاۤ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَ مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّاۤ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَ اذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴾

''وہ تم سے پوچھتے ہیں کہ کون کون سی چیزیں ان کے لیے حلال ہیں (ان سے) کہہ دو کہ سب پاکیزہ چیزیں تمھارے حلال ہیں اور وہ (شکار) بھی حلال ہے جو تمھارے لیے ان شکاری جانوروں نے پکڑا ہو، جنہیں تم نے سدھا رکھا ہو اور جس (طریق) سے اللہ نے تمھیں (شکار کرنا) سکھایا ہے، (اس طریق سے) تم نے ان کو سکھایا ہو تو جو شکار وہ تمھارے لیے پکڑ رکھیں اُس کو کھا لیا کرو اور (شکاری جانوروں کے چھوڑتے وقت) اللہ کا نام لیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔''

﴿جَوَارِحَ﴾ جَارِحٌ کی جمع ہے، جو کاسب (کمانے والا) کے معنیٰ میں

ہے۔ مراد شکاری کتا، باز، چیتا، شکرا اور دیگر شکاری پرندے اور درندے ہیں۔

﴿مُكَلِّبِيْنَ﴾ کا مطلب ہے شکار پر چھوڑنے سے پہلے ان کو شکار کے لیے سدھایا گیا ہو۔ سدھانے کا مطلب ہے، جب اسے شکار پر چھوڑا جائے تو دوڑتا ہوا جائے، جب روک دیا جائے تو رک جائے اور بلایا جائے تو واپس آ جائے۔

ایسے سدھائے ہوئے جانوروں کا شکار کیا ہوا جانور دو شرطوں کے ساتھ حلال ہے۔ ایک یہ کہ اسے شکار کے لیے چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھ لی گئی ہو۔ دوسری یہ کہ شکاری جانور شکار کر کے اپنے مالک کے لیے رکھ چھوڑے اور اسی کا انتظار کرے، خود نہ کھائے۔ حتیٰ کہ اگر اس نے مار بھی ڈالا ہو، تب بھی مقتول شکار شدہ جانور حلال ہوگا، بشرطیکہ اس کے شکار میں سدھائے اور چھوڑے ہوئے جانور کے علاوہ کسی اور جانور نے شرکت نہ کی ہو۔[1]

87- اہلِ کتاب کا کھانا اور عورتیں:

سورۃ المائدہ (آیت: ۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَ طَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَ لَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾

''آج تمھارے لیے سب پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں اور اہلِ کتاب کا کھانا بھی تمھارے لیے حلال ہے اور تمھارا کھانا اُن کو حلال ہے، اور

[1] صحيح البخاري، كتاب الذبائح (٥٤٨٣) صحيح مسلم، كتاب الصيد (١/ ١٩٢٩)

پاک دامن مومن عورتیں اور پاک دامن اہلِ کتاب عورتیں بھی (حلال ہیں) جب کہ اُن کا مہر دے دو اور اُن سے عفت قائم رکھنی مقصود ہو نہ کھلی بدکاری کرنی اور نہ چھپی دوستی کرنی ہو گیا اور جو شخص ایمان سے منکر ہو اس کے عمل ضائع ہو گئے اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہو گا۔"

اہلِ کتاب کا وہی ذبیحہ حلال ہوگا جس میں سے خون بہہ گیا ہو۔ یعنی ان کا مشینی ذبیحہ حلال نہیں ہے، کیونکہ اس میں خون بہنے کی ایک بنیادی شرط مفقود ہے۔

اہلِ کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت کے ساتھ ایک تو پاک دامنی کی قید ہے، جو آج کل اکثر اہلِ کتاب کی عورتوں میں مفقود ہے۔ دوسرے اس کے بعد فرمایا گیا کہ جو ایمان کے ساتھ کفر کرے، اس کے عمل برباد ہو گئے، اس سے یہ تنبیہ مقصود ہے کہ اگر ایسی عورت سے نکاح کرنے میں ایمان کے ضیاع کا اندیشہ ہو تو بہت ہی خسارے کا سودا ہوگا اور آج کل اہلِ کتاب کی عورتوں سے نکاح میں ایمان کو جو شدید خطرات لاحق ہوتے ہیں، محتاجِ وضاحت نہیں۔ درآں حالیکہ ایمان کو بچانا فرض ہے۔ ایک جائز کام کے لیے فرض کو خطرے میں نہیں ڈالا جا سکتا۔ اس لیے اس کا جواز بھی اس وقت تک ناقابلِ عمل رہے گا، جب تک دونوں مذکورہ چیزیں مفقود نہ ہو جائیں۔ [1]

88- وضو اور تیمم کے فرائض:

سورۃ المائدہ (آیت: ۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَ أَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَ أَرْجُلَكُمْ إِلَى

[1] "اہلِ کتاب عورتوں سے نکاح، آداب و شرائط" کے موضوع پر ہمارا ایک مفصل مقالہ دو قسطوں میں ماہنامہ "صراطِ مستقیم" برمنگھم برطانیہ میں دسیوں سال پہلے شائع ہو چکا ہے۔ وللہ الحمد [ابو عدنان]

الْكَعْبَيْنِ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

''مومنو! جب تم نماز پڑھنے کا قصد کیا کرو تو منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھو لیا کرو اور سر کا مسح کر لیا کرو اور ٹخنوں تک پاؤں (دھو لیا کرو) اور اگر نہانے کی حاجت ہو تو (نہا کر) پاک ہو جایا کرو اور اگر بیمار ہو یا سفر میں ہو یا کوئی تم میں سے بیت الخلاء سے ہو کر آیا ہو یا تم عورتوں سے ہم بستر ہوئے ہو اور تمھیں پانی نہ مل سکے تو پاک مٹی لو اور اُس سے منہ اور ہاتھوں کا مسح (تیمم) کر لو، اللہ تعالیٰ تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں کرنا چاہتا، بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمھیں پاک کرے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کرے، تاکہ تم شکر کرو۔''

جنابت یا نہانے کی حاجت سے مراد وہ ناپاکی ہے، جو احتلام یا بیوی سے ہم بستری کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے اور اسی حکم میں حیض اور نفاس بھی داخل ہے، جب حیض اور نفاس کا خون بند ہو جائے تو پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے طہارت یعنی غسل ضروری ہے، البتہ پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کی اجازت ہے، جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔

صحیح بخاری میں اس کے سبب و شانِ نزول کی بابت آتا ہے کہ ایک سفر میں بیداء کے مقام پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہوگیا، جس کی وجہ سے وہاں پر رکنا یا رہنا پڑا۔ صبح کی نماز کے لیے لوگوں کے پاس پانی نہ تھا اور تلاش ہوئی تو پانی دستیاب نہ

ہوا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی، جس میں تیمم کی اجازت دی گئی ہے۔ ''حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے آیت سن کر کہا: اے آلِ ابی بکر! تمھاری وجہ سے اللہ نے لوگوں کے لیے کئی برکتیں نازل فرمائی ہیں، یہ تمھاری کوئی پہلی برکت نہیں ہے (تم لوگوں کے لیے سراپا برکت ہو)۔[1]

تیمم کا طریقہ سورۃ النساء کی آیت (۴۳) کے تحت زیرِ عنوان: ''بوقتِ ضرورت و مجبوری تیمم'' گزر چکا ہے۔

89- گواہی اور انصاف:

سورۃ المائدہ (آیت: ۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

''اے ایمان والو! اللہ کے لیے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جایا کرو اور لوگوں کی دشمنی تمھیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو (بلکہ) انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو، کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمھارے سب اعمال سے خبردار ہے۔''

90- تقویٰ اور جہاد کا حکم:

1 سورۃ المائدہ (آیت: ۳۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا

---

[1] صحيح البخاري، كتاب التفسير، رقم الحديث (٤٦٠٧)

فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اُس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ تلاش کرتے رہو اور اُس کے راستے میں جہاد کرو تاکہ فلاح پاؤ۔''

وسیلے کے معنیٰ ایسی چیز کے ہیں جو کسی مقصود کے حصول یا اس کے قرب کا ذریعہ ہو۔ ''اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ تلاش کرو'' کا مطلب یہ ہوگا کہ ایسے اعمال اختیار کرو، جن سے تمھیں اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل ہو جائے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وسیلہ جو قربت کے معنیٰ میں ہے، تقویٰ اور دیگر خصالِ خیر پر صادق آتا ہے، جن کے ذریعے سے بندے اپنے رب کا قرب حاصل کرتے ہیں۔''

اسی طرح جن باتوں سے روکا گیا ہو، اُن کا ترک بھی قربِ الٰہی کا وسیلہ ہے۔ البتہ حدیث میں اُس مقامِ محمود کو بھی وسیلہ کہا گیا ہے، جو جنت میں نبیِ اکرم ﷺ کو عطا فرمایا جائے گا، اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو اذان کے بعد میرے لیے یہ دعاے وسیلہ کرے گا وہ میری شفاعت کا مستحق ہوگا۔''[1]

٢ جہاد میں پیٹھ نہ پھیرنے کے بارے میں سورۃ المائدہ (آیت: ٢١) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ﴾

''تو بھائیو! تم ارضِ مقدس (ملکِ شام) میں جسے اللہ نے تمھارے لیے لکھ رکھا ہے، چل داخل ہو اور (دیکھنا مقابلے کے وقت) پیٹھ نہ پھیر دینا، ورنہ نقصان میں پڑ جاؤ گے۔''

[1] صحيح البخاري، كتاب الأذان (٦١٤) صحيح مسلم، كتاب الصلاة (٣٨٤)

91- چوری کی سزا:

سورۃ المائدہ (آیت: ۳۸، ۳۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۝ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

''اور جو چوری کرے مرد ہو یا عورت اُن کے ہاتھ کاٹ ڈالو، یہ اُن کے فعلوں کی سزا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرت ہے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ جو شخص گناہ کے بعد توبہ کرلے اور نیکوکار ہو جائے تو اللہ اس کو معاف کر دے گا، کچھ شک نہیں کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

بعض فقہائے ظاہریہ کے نزدیک سرقہ کا یہ حکم عام ہے، چوری تھوڑی سی چیز کی ہو یا زیادہ کی، اسی طرح محفوظ جگہ میں رکھی ہو یا غیر محفوظ میں، ہر صورت میں چوری کی سزا دی جائے گی، جب کہ دوسرے فقہا اس کے لیے محفوظ جگہ پر رکھی گئی اور نصاب کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ پھر نصاب کے تعین میں ان کے مابین اختلاف ہے۔ محدثین کے نزدیک نصاب ربع دینار یا تین درہم (یا ان کے مساوی قیمت کی چیز) ہے، اس سے کم چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اسی طرح ہاتھ کلائی سے کاٹے جائیں گے، کہنی یا کندھے سے نہیں، جیسا کہ بعض کا خیال ہے۔

92- انصاف کرنے کا حکم:

① سورۃ المائدہ (آیت: ۴۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴾

''اور اگر فیصلہ کرنا چاہو تو انصاف کا فیصلہ کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ انصاف

کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

② سورۃ الحدید (آیت: ۲۵) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾

"ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ترازو (قواعدِ عدل) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور لوہا پیدا کیا، اس میں (جنگ کے لحاظ سے) خطرہ بھی شدید ہے اور لوگوں کے لیے فائدے بھی ہیں اور اس لیے کہ جو لوگ بن دیکھے اللہ اور اس کے پیغمبروں کی مدد کرتے ہیں، اللہ ان کو معلوم کر لے، بے شک اللہ قوی (اور) غالب ہے۔"

93- اسلامی قانون کے مطابق فیصلہ کرنا:

① سورۃ المائدہ (آیت: ۴۴) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَ اخْشَوْنِ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾

"بے شک ہم ہی نے تورات نازل فرمائی، جس میں ہدایت اور روشنی ہے۔ اسی کے مطابق انبیا جو (اللہ کے) فرماں بردار تھے یہودیوں کو

حکم دیتے رہے اور مشائخ اور علما، بھی کیوں کہ وہ کتاب اللہ کے نگہبان مقرر کیے گئے تھے اور اس پر گواہ تھے (یعنی حکم الٰہی کا یقین رکھتے تھے) تم لوگوں سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرتے رہنا اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لینا اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔''

۲ سورۃ المائدہ (آیت:۴۵) میں ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَ الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

''اور ہم نے ان لوگوں کے لیے تورات میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں کا اسی طرح بدلہ ہے، لیکن جو شخص بدلہ معاف کر دے، وہ اس کے لیے کفارہ ہوگا اور جو اللہ کے فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ بے انصاف ہیں۔''

۳ سورۃ المائدہ (آیت: ۴۷) میں ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

''اور اہلِ انجیل کو چاہیے کہ جو احکام اللہ نے اس میں نازل فرمائے ہیں، اس کے مطابق حکم دیا کریں اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام

کے مطابق حکم نہ دے گا تو ایسے لوگ نافرمان ہیں۔"

◈ سورۃ المائدہ (آیت: ۶۸) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾

"کہو کہ اے اہلِ کتاب! جب تک تم تورات اور انجیل کو اور جو (اور کتابیں) تمھارے رب کی طرف سے تم لوگوں پر نازل ہوئیں، اُن کو قائم نہ رکھو گے، کچھ بھی راہ پر نہیں ہو سکتے اور (یہ قرآن) جو تمھارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے، اس سے اُن میں سے اکثر کی سرکشی اور کفر اور بڑھے گا تو تم قومِ کفار پر افسوس نہ کرو۔"

94- اکلِ حلال:

پارہ ⑦ ﴿وَاِذَا سَمِعُوْا﴾ سورۃ المائدہ (آیت: ۸۸) میں فرمایا:

﴿ وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴾

"اور جو حلال وطیب روزی اللہ نے تمھیں دی ہے، اُسے کھاؤ اور اللہ سے، جس پر ایمان رکھتے ہو، ڈرتے رہو۔"

95- قسم توڑنے کا کفارہ:

سورۃ المائدہ (آیت: ۸۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا

عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَ احْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

''اللہ تمھاری بے ارادہ قسموں پر تم سے مواخذہ نہ کرے گا، لیکن پختہ قسموں پر (جن کے خلاف کرو گے) مواخذہ کرے گا تو اُس کا کفارہ دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے، جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو یا اُن کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا اور جس کو یہ میسر نہ ہو وہ تین روزے رکھے۔ یہ تمھاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا لو (اور اسے توڑ دو) اور (تم کو) چاہیے کہ اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ اس طرح اللہ تمھارے (سمجھانے کے) لیے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے، تاکہ تم شکر کرو۔''

قسمیں تین قسم کی ہیں: ① لَغو ② غَمُوس، ③ مُعَقَّدة.

1 ''لَغو'' وہ قسم ہے جو انسان بات بات میں عادتاً بغیر ارادے اور نیت کے کہتا رہتا ہے۔ اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔

2 ''غموسؔ'' وہ جھوٹی قسم ہے جو انسان دھوکا اور فریب دینے کے لیے کھائے۔ یہ کبیرہ گناہ بلکہ اکبر الکبائر ہے، لیکن اس پر کفارہ نہیں۔

3 ''مُعَقَّدَة'' وہ قسم ہے جو انسان اپنی بات میں تاکید اور پختگی کے لیے ارادتاً کھائے، ایسی قسم اگر توڑے گا تو اس کا وہ کفارہ ہے، جیسا کہ آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

کفارے کی مقدار میں کوئی صحیح روایت نہیں، اس لیے اس میں اختلاف

ہے۔ البتہ امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے، جس میں رمضان میں روزے کی حالت میں بیوی سے ہمبستری کرنے والے کے کفارہ کا ذکر ہے، ایک مد (تقریباً ۱۰ چھٹانک) فی مسکین خوراک قرار دی ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو کفارہ جماع ادا کرنے کے لیے ۱۵ صاع کھجوریں دی تھیں، جنھیں ساٹھ مسکینوں میں تقسیم کرنا تھا، ایک صاع میں ۴ مد ہوتے ہیں، اس اعتبار سے بغیر سالن کے دس مسکینوں کے لیے دس مد (سوا چھے سیر یا چھے کلو) خوراک کفارہ ہوگی۔[1]

لباس کے بارے میں اختلاف ہے۔ بہ ظاہر مراد جوڑا ہے، جس میں انسان نماز پڑھ سکے۔ بعض علما خوراک اور لباس دونوں کے لیے عرف کو معتبر قرار دیتے ہیں۔[2]

بعض علما قتلِ خطا کی دیت پر قیاس کرتے ہوئے لونڈی، غلام کے لیے ایمان کی شرط عائد کرتے ہیں۔ امام شوکانی کہتے ہیں کہ آیت میں عموم ہے، جو مومن اور کافر دونوں کو شامل ہے۔

جس کو مذکورہ تینوں چیزوں میں سے کسی کی طاقت نہ ہو تو وہ تین روزے رکھے، یہ روزے اس کی قسم کا کفارہ ہو جائیں گے۔ بعض علما پے در پے روزے رکھنے کے قائل ہیں۔

96- اطاعت و خوف:

سورۃ المائدۃ (آیت: ۹۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ احْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ﴾

’’اور اللہ کی فرماں برداری اور رسول کی فرماں برداری کرتے رہو اور

[1] تفسیر ابن کثیر اردو (۲/ ۸) طبع مکتبہ قدوسیہ لاہور

[2] مختصر تفسیر ابن کثیر للرفاعي (۱/ ۵۵۹)

ڈرتے رہو، اگر منہ پھیرو گے تو جان رکھو کہ ہمارے پیغمبر کے ذمے تو صرف پیغام کا کھول کر پہنچا دینا ہے۔"

97- تقویٰ، ایمان اور عملِ صالح کی برکات:

سورۃ المائدہ (آیت ۹۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

"جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے، ان پر ان چیزوں کا کچھ گناہ نہیں جو وہ کھا چکے، جب کہ انھوں نے پرہیز کیا اور ایمان لائے اور نیک کام کیے، پھر پرہیز کیا اور ایمان لائے، پھر پرہیز کیا اور نیکو کاری کی اور اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے۔"

98- دورانِ احرام بری و بحری شکار کرنا:

سورۃ المائدہ (آیت: ۹۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِلسَّيَّارَةِ وَ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾

"تمھارے لیے دریا (کی چیزوں) کا شکار اور ان کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے، (یعنی) تمھارے اور مسافروں کے فائدے کے لیے اور جنگل (کی چیزوں) کا شکار اور جب تک تم احرام کی حالت میں رہو تم پر خشکی کا شکار حرام ہے اور اللہ سے، جس کے پاس تم (سب) جمع کیے جاؤ گے، ڈرتے رہو۔"

﴿صَیْدُ﴾ زندہ جانور اور ﴿طَعَامُهٗ﴾ سے مراد وہ مردہ (مچھلی وغیرہ) ہے جسے سمندر یا دریا باہر پھینک دے یا پانی کے اوپر آجائے، جس طرح حدیث میں وضاحت ہے کہ سمندر کا مردار حلال ہے۔[1]

99- خبیث وطیب:

سورۃ المائدہ (آیت: ۱۰۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَ الطَّيِّبُ وَ لَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

''کہہ دو کہ ناپاک چیزیں اور پاک چیزیں برابر نہیں ہوتیں، گو ناپاک چیزوں کی کثرت تمھیں خوش ہی لگے تو عقل والو! اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ کامیاب ہو جاؤ۔''

﴿خَبِیْثُ﴾ (ناپاک) سے مراد حرام یا کافر یا گناہ گار یا ردی۔ ﴿طَیِّبُ﴾ (پاک) سے مراد حلال یا مومن یا فرماں بردار اور عمدہ چیز ہے یا یہ سارے ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جس چیز میں خبث (ناپاکی) ہوگی، وہ کفر ہو، فسق و فجور ہو، اشیا و اقوال ہوں، کثرت کے باوجود وہ ان چیزوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے جن میں پاکیزگی ہو۔ یہ دونوں کسی صورت میں برابر نہیں ہو سکتے۔ اس لیے پلیدی کی وجہ سے اس چیز کی قیمت اور برکت ختم ہو جاتی ہے، جب کہ جس چیز میں پاکیزگی ہوگی، اس سے اس کی قیمت اور برکت میں اضافہ ہوگا۔

100- تم اپنی فکر کرو:

سورۃ المائدہ (آیت: ۱۰۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: سنن أبي داود (۸۳) سنن الترمذي، رقم الحديث (٦٩)

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴾

"اے ایمان والو! اپنی جانوں کی حفاظت کرو، جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تمھارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا، تم سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے، اس وقت وہ تمھیں تمھارے سب کاموں سے جو (دنیا میں) کیے تھے، آگاہ کرے گا (اور ان کا بدلہ دے گا)۔"

بعض لوگوں کے ذہن میں ظاہری الفاظ سے یہ شبہہ پیدا ہوا کہ اپنی اصلاح اگر کر لی جائے تو کافی ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ضروری نہیں ہے، لیکن یہ مطلب صحیح نہیں ہے، کیونکہ امر بالمعروف کا فریضہ بھی نہایت اہم ہے۔ اگر ایک مسلمان یہ فریضہ ہی ترک کر دے گا تو اس کا تارک ہدایت پر قائم رہنے والا کب رہے گا؟ جب کہ قرآن نے "جب تم خود ہی ہدایت پر چل رہے ہو" کی شرط عائد کی ہے۔ اس لیے جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علم میں یہ بات آئی تو انھوں نے فرمایا: "لوگو! تم آیت کو غلط جگہ استعمال کر رہے ہو، میں نے تو نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ برائی ہوتے ہوئے دیکھ لیں اور اسے بدلنے کی کوشش نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے عذاب کی گرفت میں لے لے۔" اس لیے آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ تمھارے سمجھانے کے باوجود اگر لوگ نیکی کا راستہ اختیار نہ کریں یا برائی سے باز نہ آئیں تو تمھارے لیے یہ نقصان دہ نہیں ہے، جب کہ تم خود نیکی پر قائم اور برائی سے مجتنب ہو۔

101- وصیت پر گواہی دینا:

سورۃ المائدہ (آیت: ۱۰۶۔ ۱۰۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ

حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَ لَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ۝ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَ مَا اعْتَدَيْنَاۤ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ اَوْ يَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اسْمَعُوْا وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾

’’مومنو! جب تم میں سے کسی کی موت آ موجود ہو تو شہادت (کا نصاب) یہ ہے کہ وصیت کے وقت تم (مسلمانوں) میں سے دو مرد عادل (صاحبِ اعتبار) گواہ ہوں یا اگر (مسلمان نہ ملیں اور) تم سفر کر رہے ہو اور (اس وقت) تم پر موت کی مصیبت واقع ہو تو کسی دوسرے مذہب کے دو (شخصوں کو) گواہ (کرلو) اگر تم اُن گواہوں کی نسبت کچھ شک کرو تو اُن کو (عصر کی) نماز کے بعد کھڑا کرو اور دونوں اللہ کی قسمیں کھائیں کہ ہم شہادت کا کچھ عوض نہیں لیں گے، گو ہمارا رشتے دار ہی ہو اور نہ ہم اللہ کی شہادت کو چھپائیں گے، اگر ایسا کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔ پھر اگر معلوم ہو جائے کہ ان دونوں نے (جھوٹ بول کر) گناہ حاصل کیا ہے تو جن لوگوں کا انھوں نے حق مارنا چاہا تھا، ان میں سے ان کی جگہ اور دو گواہ کھڑے ہوں جو (میت سے) قرابتِ قریبہ رکھتے ہوں، پھر وہ اللہ کی قسمیں کھائیں کہ ہماری شہادت ان کی

شہادت سے بہت بچی ہے اور ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی، ایسا کیا ہو تو
ہم بے انصاف ہیں۔ اس طریق سے بہت قریب ہے کہ یہ لوگ صحیح
شہادت دیں یا اس بات سے خوف کریں کہ (ہماری) قسمیں ان کی
قسموں کے بعد رد کر دی جائیں گی اور اللہ سے ڈرو اور (اس کے حکموں
کو توجہ سے) سنو اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

یہ اُس فائدے کا ذکر ہے، جو اِس حکم میں پنہاں ہے، جس کا ذکر یہاں کیا گیا، وہ یہ کہ یہ طریقہ اختیار کرنے میں اولیا صحیح صحیح گواہی دیں گے، کیوں کہ انھیں خطرہ ہوگا کہ اگر ہم نے خیانت یا دروغ گوئی یا تبدیلی کا ارتکاب کیا تو یہ کارروائیاں خود ہم پر الٹ سکتی ہیں۔ اس واقعے کے سبب وشانِ نزول میں حضرت بدیل بن ابی مریم رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ شام تجارت کی غرض سے گئے، وہاں بیمار اور قریب المرگ ہو گئے، ان کے پاس سامان میں ایک چاندی کا پیالہ تھا، جو انھوں نے دو عیسائیوں کے سپرد کر کے اپنے رشتے داروں تک پہنچانے کی وصیت کر دی اور فوت ہو گئے۔ یہ دونوں وصی جب واپس آئے تو پیالہ تو انھوں نے بیچ کر پیسے آپس میں تقسیم کر لیے اور باقی سامان ورثا کو پہنچا دیا۔ سامان میں ایک رقعہ بھی تھا، جس میں سامان کی فہرست تھی جس کی رو سے چاندی کا پیالا گم تھا، ان سے کہا گیا تو انھوں نے جھوٹی قسم کھا لی، لیکن بعد میں پتا چل گیا کہ وہ پیالہ انھوں نے فلاں صراف کو بیچا ہے۔ چنانچہ انھوں نے ان غیر مسلموں کے مقابلے میں قسمیں کھا کر ان سے پیالے کی رقم وصول کی۔ یہ روایت تو سنداً ضعیف ہے، تاہم ایک دوسری روایت صحیح بخاری[1] میں بھی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مختصراً یہ واقعہ مروی ہے، جسے علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔[2]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٧٨٠)

[2] صحيح سنن الترمذي (٣ / ٢٤٤٩)

102- سلام کہنے کا حکم:

سورۃ الانعام (آیت: ۵۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

''اور جب تمھارے پاس ایسے لوگ آیا کریں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو (اُن سے) ''سلام علیکم'' کہا کرو اللہ نے اپنی ذات پر رحمت کو لازم کرلیا ہے کہ جو کوئی تم میں سے نادانی سے کوئی بُری حرکت کر بیٹھے، پھر اس کے بعد توبہ کرلے اور نیکوکار ہو جائے تو وہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

103- آیات کا مذاق اڑانے والوں کے پاس سے اٹھ جانا:

سورۃ الانعام (آیت: ٦٨) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾

''اور جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں کے بارے میں بیہودہ بکواس کر رہے ہوں تو اُن سے الگ ہو جاؤ، یہاں تک کہ اور باتوں میں مصروف ہو جائیں اور اگر (یہ بات) شیطان تمھیں بھلا دے تو یاد آنے پر ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔''

آیت میں خطاب اگرچہ نبی اکرم ﷺ سے ہے، لیکن مخاطب امتِ مسلمہ کا

ہر فرد ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک تاکیدی حکم ہے جسے قرآن مجید میں متعدد جگہ بیان کیا گیا ہے۔ سورۃ النساء (آیت: ۱۴۰) میں بھی یہ مضمون ہے۔ اس سے ہر وہ مجلس مراد ہے جہاں اللہ و رسول ﷺ کے احکام کا مذاق اڑایا جا رہا ہو یا اہلِ بدعت اپنی تاویلات سے آیاتِ الٰہی کو توڑ مروڑ رہے ہوں۔

104- شرک سے فرار و اجتناب:

سورۃ الانعام (آیت: ۷۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَ لَا يَضُرُّنَا وَ نُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗۤ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗۤ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَ اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾

”کہو کیا ہم اللہ کے سوا ایسی چیز کو پکاریں جو نہ ہمارا بھلا کر سکے اور نہ بُرا اور جب ہمیں اللہ نے سیدھا راستہ دکھا دیا تو (کیا) ہم اُلٹے پاؤں پھر جائیں؟ (پھر ہماری ایسی مثال ہو) جیسے کسی کو جنات نے جنگل میں بھلا دیا ہو (اور وہ) حیران (ہو رہا ہو) اور اُس کے کچھ رفیق ہوں، جو اُس کو راستے کی طرف بلائیں کہ ہمارے پاس چلا آ۔ کہہ دو کہ راستہ تو وہی ہے جو اللہ نے بتایا ہے اور ہمیں تو یہ حکم ملا ہے کہ ہم اللہ رب العالمین کے فرماں بردار ہوں۔“

اس آیت میں ان لوگوں کی مثال بیان فرمائی ہے جو ایمان کے بعد کفر اور توحید کے بعد شرک کی طرف لوٹ جائیں، ان کی مثال ایسے ہی ہے کہ ایک شخص اپنے ساتھیوں سے بچھڑ جائے جو سیدھے راہ پر جا رہے ہوں اور بچھڑ جانے والا جنگلوں میں حیران و پریشان بھٹکتا پھر رہا ہو، ساتھی اسے بلا رہے ہوں، لیکن حیرانی

میں اسے کچھ سجھائی نہ دے رہا ہو یا جنات کے نرغے میں پھنس جانے کے باعث صحیح راستے کی طرف توجہ اس کے لیے ممکن نہ رہی ہو۔

مطلب یہ کہ کفر اور شرک اختیار کر کے جو گمراہ ہوگیا، وہ بھٹکے ہوئے راہی کی طرح ہدایت کی طرف نہیں آ سکتا۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ہدایت مقدر کر دی ہے تو یقیناً اللہ کی توفیق سے وہ راہ یاب ہو جائے گا، کیوں کہ ہدایت پر چلا دینا اسی کا کام ہے۔ جیسے دوسرے مقامات پر فرمایا گیا:

''بے شک اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا، جس کو وہ گمراہ کردے اور ان کے لیے کوئی مددگار نہیں ہوگا۔'' [النحل: ۳۷]

105- نماز وتقوے کا حکم:

سورۃ الانعام (آیت: ۷۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّقُوْهُ وَ هُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾

''اور یہ (بھی) کہ نماز پڑھتے رہو اور اس سے ڈرتے رہو اور وہی تو ہے، جس کے پاس تم جمع کیے جاؤ گے۔''

106- شرک نہ کرنے کا ثمرہ:

سورۃ الانعام (آیت: ۸۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾

''جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو (شرک کے) ظلم سے مخلوط نہیں کیا، اُن کے لیے امن (اور جمعیتِ خاطر) ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔''

جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ظلم کا عام مطلب (کوتاہی اور غلطی، گناہ اور زیادتی وغیرہ) سمجھا، جس سے وہ پریشان ہوگئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر کہنے لگے: ہم میں سے کون شخص ایسا ہے جس نے ظلم (گناہ) نہ کیا ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس ظلم سے مراد وہ ظلم نہیں جو تم سمجھ رہے ہو، بلکہ اس سے مراد شرک ہے، جس طرح حضرت لقمان علیہ السلام نے (سورت لقمان: ۱۳) اپنے بیٹے کو کہا:

﴿ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ ''یقیناً شرک ظلم عظیم ہے۔''[1]

107- تکبیر پڑھ کر ذبح یا شکار کیے جانور کا گوشت:

پارہ ⑧ ﴿وَلَوْ اَنَّنَا﴾ سورۃ الانعام (آیت: ۱۱۸) میں فرمایا:

﴿ فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴾

''جس چیز پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیا جائے، اگر تم اُس کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو تو اُسے کھا لیا کرو۔''

جس جانور پر شکار کرتے وقت یا ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا جائے، اسے کھالو، بشرطیکہ وہ ان جانوروں میں سے ہو، جن کا کھانا حلال ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا جائے، وہ حلال اور طیب نہیں۔ البتہ اس سے ایسی صورت مستثنیٰ ہے، جس میں یہ التباس ہو کہ ذبح کے وقت ذبح کرنے والے نے اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں؟ اس میں حکم یہ ہے کہ اللہ کا نام لے کر اسے کھالو۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کچھ لوگ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں (اس سے مراد اعرابی تھے، جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور اسلامی تعلیم و تربیت سے پوری طرح بہرہ ور نہیں تھے)

[1] صحيح البخاري، كتاب التفسير (٤٦٢٩)

ہم نہیں جانتے کہ انھوں نے اللہ کا نام لیا یا نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ کا نام لے کر اسے کھا لو۔ شبہے کی صورت میں یہ رخصت ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر قسم کے جانور کا گوشت بسم اللہ پڑھ لینے سے حلال ہو جائے گا۔ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی منڈیوں اور دکانوں پر ملنے والا گوشت حلال ہے۔ ہاں اگر کسی کو وہم اور التباس ہو تو وہ کھاتے وقت بسم اللہ پڑھ لے۔

109- عُشر:

سورۃ الانعام (آیت: ۱۴۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّ غَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّ النَّخْلَ وَ الزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ وَ لَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ﴾

’’اور اللہ ہی تو ہے جس نے باغ پیدا کیے، چھتریوں پر چڑھائے ہوئے بھی اور چھتریوں پر نہیں چڑھائے ہوئے وہ بھی اور کھجور اور کھیتی جن کے طرح طرح کے پھل ہوتے ہیں اور زیتون اور انار جو (بعض باتوں میں) ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور (بعض باتوں میں) نہیں ملتے، جب یہ چیزیں پھلیں تو اُن کے پھل کھاؤ اور جس دن (پھل توڑو اور کھیتی) کاٹو تو اللہ کا حق بھی اُس میں سے ادا کرو اور بے جا نہ اڑانا کہ اللہ بے جا اڑانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔‘‘

جب کھیتی سے غلہ کاٹ کر صاف کرلو اور پھل درختوں سے توڑ لو تو اس کا حق ادا کرو۔ اس حق سے مراد علما کے نزدیک نفلی صدقہ ہے اور بعض کے نزدیک صدقہ

واجب یعنی عُشر (دسواں حصہ) اگر زمین بارانی ہو یا نصفِ عشر (بیسواں حصہ) اگر زمین کنویں، ٹیوب ویل یا نہری پانی سے سیراب کی جاتی ہے۔ لیکن صدقہ خیرات میں بھی حد سے تجاوز نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کل کو تم ضرورت مند ہو جاؤ۔

بعض کہتے ہیں اس کا تعلق حکام سے ہے۔ یعنی صدقات اور زکات کی وصولی میں حد سے تجاوز نہ کرو۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیاقِ آیت کی رو سے زیادہ صحیح یہ بات لگتی ہے کہ کھانے میں اسراف مت کرو، کیوں کہ بسیار خوری عقل اور جسم کے لیے مضر ہے۔ کئی دوسرے مقامات پر بھی اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے میں اسراف سے منع فرمایا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ کھانے پینے میں بھی اعتدال بہت ضروری ہے اور اس سے تجاوز اللہ کی نافرمانی ہے۔

110- احترام والدین:

سورۃ الانعام (آیت: ۱۵۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾

”اور ماں باپ سے (بدسلوکی نہ کرنا بلکہ) حسنِ سلوک کرتے رہنا۔“

111- ناپ تول میں انصاف، حق گوئی اور ایفائے عہد:

سورۃ الانعام (آیت: ۱۵۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَ بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾

”اور ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کیا کرو۔ ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے، مگر اس کی طاقت کے مطابق اور جب (کسی کی

نسبت) کوئی بات کہو تو انصاف سے کہو، گو وہ (تمھارا) رشتے دار ہی ہو اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ ان باتوں کا اللہ تمھیں حکم دیتا ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔"

112- صراطِ مستقیم پر چلنا:

سورۃ الانعام (آیت: ۱۵۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾

"اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ یہی ہے تو تم اسی پر چلنا اور دوسرے راستوں پر نہ چلنا کہ (اُن پر چل کر) اللہ کے راستے سے الگ ہو جاؤ گے۔ ان باتوں کا اللہ تمھیں حکم دیتا ہے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔"

صراطِ مستقیم کو واحد کے صیغے سے بیان فرمایا ہے، کیونکہ اللہ یا قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی راہ ایک ہے، ایک سے زیادہ نہیں۔ اس لیے پیروی صرف اس ایک راہ کی کرنی ہے، کسی اور کی نہیں۔ یہی ملت مسلمہ کی وحدت و اجماع کی بنیاد ہے، جس سے ہٹ کر یہ امت مختلف فرقوں اور گروہوں میں بٹ گئی ہے، حالانکہ اس کی تاکید کی گئی ہے کہ دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔

113- قرآنِ کریم پر عمل پیرا ہونا:

① سورۃ الانعام (آیت: ۱۵۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَ اتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾

"اور (اے کفر کرنے والو!) یہ کتاب (قرآن) بھی ہم نے ہی اتاری ہے، برکت والی تو اس کی پیروی کرو اور (اللہ سے) ڈرو، تاکہ تم پر

مہربانی کی جائے۔''

② سورۃ الزمر کی آیت (۵۵) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾

''اور اس سے پہلے کہ تم پر ناگہاں عذاب آ جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو، اس نہایت اچھی (کتاب) کی پیروی کرو، جو تمھارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوئی ہے۔''

114- ایک نیکی کا ثواب دس گنا:

سورۃ الانعام (آیت: ۱۶۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾

''جو کوئی (اللہ کے حضور) نیکی لے کر آئے گا، اُس کو ویسی دس نیکیاں ملیں گی اور جو بُرائی لائے گا، اُسے سزا ویسی ہی ملے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

115- تمام عبادات اور موت وحیات سب کچھ اللہ کے لیے ہے:

① سورۃ الانعام (آیت: ۱۶۲، ۱۶۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾

''(یہ بھی) کہہ دو کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں اور

مجھے اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں سب سے اوّل فرمانبردار ہوں۔“

توحیدِ الوہیت کی یہ دعوت تمام انبیاؑ نے دی، جس طرح یہاں آخری پیغمبر کی زبانِ مبارک سے کہلوایا گیا کہ ”مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں۔“

۲ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ [الأنبياء: ٢٥]

”ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی انبیا بھیجے، سب کو یہ وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم میری ہی عبادت کرو۔“

116- انصاف اور اخلاص:

سورۃ الاعراف (آیت: ۲۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ وَ اَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ ادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ﴾

”کہہ دو کہ میرے رب نے تو انصاف کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ ہر نماز کے وقت سیدھا (قبلے کی طرف) رخ کیا کرو اور خاص اسی کی عبادت کرو اور اُسی کو پکارو، اُس نے جس طرح تمھیں ابتدا میں پیدا کیا تھا، اُسی طرح تم پھر پیدا ہو گے۔“

امام شوکانی نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اپنی نمازوں میں اپنا رخ قبلے کی طرف کرلو، چاہے تم کسی بھی مسجد میں ہو۔“ امام ابن کثیر نے اس سے استقامت بہ معنیٰ متابعتِ رسول ﷺ مراد لی ہے اور اگلے جملے سے اخلاص للہ مراد لیا

اور کہا ہے کہ ہر عمل کی مقبولیت کے لیے ضروری ہے کہ وہ شریعت کے مطابق ہو اور خالص رضائے الٰہی کے لیے ہو۔ اس آیت میں ان ہی باتوں کی تاکید کی گئی ہے۔

177- نماز کے لیے زینت اختیار کرنا اور فضول خرچی سے پرہیز کرنا:

سورۃ الاعراف (آیت:۳۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ وَّ کُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ﴾

''اے بنی آدم! ہر نماز کے وقت اپنے آپ کو مزین کیا کرو اور کھاؤ اور پیو اور بے جا نہ اڑاؤ کہ اللہ بے جا اڑانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔''

''اِسْرَافٌ'' (حد سے نکل جانا) کسی چیز میں حتیٰ کہ کھانے پینے میں بھی ناپسندیدہ ہے۔ ایک حدیث میں نبیِ مکرم ﷺ نے فرمایا:

''جو چاہو کھاؤ، جو چاہو پیو اور جو چاہو پہنو، البتہ دو باتوں سے گریز کرو: اسراف اور تکبر سے۔''①

بعض ائمہ سلف کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آدھی آیت ﴿کُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا﴾ میں ساری طب جمع فرما دی ہے۔②

178- عاجزی اور چپکے سے دعائیں کرنا:

سورۃ الاعراف (آیت: ۵۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ﴾

''(لوگو!) اپنے رب سے عاجزی سے اور چپکے چپکے دعائیں مانگا کرو، کیوں کہ وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔''

---

① صحیح البخاري، کتاب اللباس (۵۷۸۳)

② تفسیر ابن کثیر اردو (۲/ ۱۵۷)

179- زمین میں فساد نہ کرو:

1 سورۃ الاعراف (آیت:٥٦) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾

''اور ملک میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرنا اور اللہ سے خوف کرتے ہوئے اور امید رکھ کر دعائیں مانگتے رہنا، کچھ شک نہیں کہ اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں سے قریب ہے۔''

ان آیات میں چار چیزوں کی تلقین کی گئی ہے:

① اللہ تعالیٰ سے آہ و زاری اور خفیہ طریقے سے دعا کی جائے، جس طرح کہ حدیث میں آتا ہے:

''لوگو! اپنے نفس کے ساتھ نرمی کرو (یعنی آواز پست رکھو) تم جس کو پکار رہے ہو، وہ بہرا ہے نہ غائب، وہ تمھاری دعائیں سننے والا اور بہت قریب ہے۔''[1]

② دعا میں زیادتی نہ کی جائے، یعنی دعا میں تکلف نہ کیا جائے، بے جا شرطیں نہ لگائی جائیں۔

③ اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلایا جائے، یعنی اللہ کی نافرمانیاں کرکے فساد پھیلانے میں حصہ نہ لیا جائے۔

④ اس کے عذاب کا ڈر بھی دل میں ہو اور اس کی رحمت کی امید بھی۔ اس طریقے سے دعا کرنے والے محسنین ہیں۔ یقیناً اللہ کی رحمت ان کے قریب ہے۔

2 سورۃ الرعد (آیت:٢٥) میں فرمانِ الٰہی ہے:

[1] صحيح البخاري، كتاب الدعوات (٦٣٨٤) صحيح مسلم، كتاب الجنة (٤٤/ ٢٧٠٤)

﴿ وَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَ يَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴾

''اور جو لوگ اللہ سے عہدِ واثق کر کے اُس کو توڑ ڈالتے اور جن (رشتہ ہائے قرابت) کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے، اُن کو قطع کر دیتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے ہیں، ایسوں پر لعنت ہے اور اُن کے لیے گھر بھی بُرا ہے۔''

180- عفو و درگزر اور جاہلوں سے اعراض:

پارہ ⑨ ﴿قَالَ الْمَلَاُ﴾ سورۃ الاعراف (آیت: ۱۹۹) میں فرمایا:

﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴾

''(اے نبی!) عفو اختیار کرو اور نیک کام کرنے کا حکم دو اور جاہلوں سے کنارہ کرلو۔''

181- خاموشی سے قرآن سننا:

سورۃ الاعراف (آیت: ۲۰۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾

''اور جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

یہ اُن کافروں کو کہا جا رہا ہے، جو قرآن کی تلاوت کرتے وقت شور کرتے تھے اور اپنے ساتھیوں سے کہتے تھے:

﴿لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ﴾ [حم السجدۃ: ۲۶]

”یہ قرآن مت سنو اور شور کرو۔“

ان سے کہا گیا کہ اس کے بجائے، تم اگر غور سے سنو اور خاموش رہو تو شاید اللہ تعالیٰ تمھیں ہدایت سے نواز دے اور یوں تم رحمت الٰہی کے مستحق بن جاؤ۔

بعض ائمہ دین اسے عام مراد لیتے ہیں، یعنی جب بھی قرآن پڑھا جائے، چاہے نماز ہو یا غیر نماز، سب کو خاموشی سے قرآن سننے کا حکم ہے اور پھر وہ اس عموم سے استدلال کرتے ہوئے، جہری نمازوں میں مقتدی کے لیے سورۃ الفاتحہ پڑھنے کو بھی اس قرآنی حکم کے خلاف بتاتے ہیں۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ پڑھنے کی تاکید نبی مکرم ﷺ سے صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اس آیت کو صرف کفار کے متعلق ہی سمجھنا صحیح ہے، جیسا کہ اس کے مکی ہونے سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

182- مالِ غنیمت اور آپسی صلح صفائی:

سورۃ الانفال (آیت:۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

”(اے نبی! مجاہد لوگ) تم سے غنیمت کے مال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ کیا حکم ہے؟) کہہ دو کہ غنیمت اللہ اور اُس کے رسول کا مال ہے تو اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ اور اُس کے رسول کے حکم پر چلو۔“

اس کا مطلب یہ ہوا کہ مذکورہ تینوں باتوں پر عمل بغیر ایمان مکمل نہیں۔ اس سے تقویٰ، اصلاح ذات البین اور اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کی اہمیت واضح

ہوتی ہے۔ خاص طور پر مالِ غنیمت کی تقسیم میں ان تینوں امور پر عمل نہایت ضروری ہے، کیونکہ مال کی تقسیم میں باہمی فساد کا بھی شدید اندیشہ رہتا ہے۔ اس کے علاج کے لیے اصلاح ذات البین پر زور دیا گیا ہے۔ ہیرا پھیری اور خیانت کا بھی امکان رہتا ہے، اس لیے تقویٰ کا حکم دیا ہے۔ اس کے باوجود بھی کوئی کوتاہی ہو جائے تو اس کا حل اللہ اور اس کے رسول (محمد ﷺ) کی اطاعت میں مضمر ہے۔

183- اطاعتِ الٰہی و اتباعِ رسول ﷺ:

① سورۃ الانفال (آیت: ۲۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ﴾

”اے ایمان والو! اللہ اور اُس کے رسول کے حکم پر چلو اور اُس سے روگردانی نہ کرو اور تم سنتے ہو۔“

② آگے پھر سورۃ الانفال (آیت: ۲۴) میں فرمایا ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَ اَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾

”مومنو! اللہ اور اُس کے رسول کا حکم قبول کرو، جب کہ رسول اللہ تمھیں ایسے کام کے لیے بلاتے ہیں، جو تمھیں (جاوداں) زندگی بخشتا ہے اور جان رکھو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ تم سب اُس کے رُوبرو جمع کیے جاؤ گے۔“

﴿لِمَا يُحْيِيْكُمْ﴾ ایسی چیزوں کی طرف جس سے تمھیں زندگی ملے۔ بعض نے اس سے جہاد مراد لیا ہے کہ اس میں تمھاری زندگی کا سروسامان ہے۔ بعض

نے قرآن کے اوامر و نواہی اور احکامِ شرعیہ مراد لیے ہیں، جن میں جہاد بھی آ جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ صرف اللہ اور رسول ﷺ کی بات مانو اور اس پر عمل کرو، اسی میں تمھاری زندگی ہے۔

184- فتنۂ مال واولاد:

سورۃ الانفال (آیت: ۲۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾

''اور جان رکھو کہ تمھارا مال اور اولاد بڑی آزمایش ہے اور یہ کہ اللہ کے پاس (نیکیوں کا) بڑا ثواب ہے۔''

مال اور اولاد کی محبت ہی عام طور پر انسان کو خیانت پر اور اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت سے گریز پر مجبور کرتی ہے، اس لیے ان کو فتنہ (آزمایش) قرار دیا گیا ہے، یعنی اس کے ذریعے سے انسان کی آزمایش ہوتی ہے کہ وہ ان کی محبت میں امانت اور اطاعت کے تقاضے پورے کرتا ہے یا نہیں؟ اگر پورے کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ اس آزمایش میں کامیاب ہے، بہ صورت دیگر ناکام۔ اس صورت میں یہی مال اور اولاد اس کے لیے عذابِ الٰہی کا باعث بن جائیں گے۔

185- تقویٰ اور اس کا پھل:

① سورۃ الانفال (آیت: ۲۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴾

''مومنو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمھارے لیے امرِ فارق پیدا کر

دے گا (تمھیں ممتاز کر دے گا) اور تمھارے گناہ مٹا دے گا اور تمھیں
بخش دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔''

تقویٰ کا مطلب ہے اوامرِ الٰہی کی مخالفت اور اس کے مناہی کے ارتکاب سے بچنا اور فرقان کے کئی معنیٰ بیان کیے گئے ہیں، مثلاً: ایسی چیز جس سے حق و باطل کے درمیان فرق کیا جا سکے۔ مطلب یہ ہے کہ تقوے کی بدولت دل مضبوط، بصیرت تیز تر اور ہدایت کا راستہ واضح تر ہو جاتا ہے، جس سے انسان کو ہر ایسے موقعے پر، جب عام انسان شک و شبہے کی وادیوں میں بھٹک رہے ہوں، صراطِ مستقیم کی توفیق مل جاتی ہے۔ علاوہ ازیں فتح اور نصرت اور نجات و مخرج بھی اس کے معنیٰ کیے گئے ہیں، یہاں سارے ہی معانی مراد ہو سکتے ہیں، کیوں کہ تقوے سے یقیناً یہ سارے ہی فوائد حاصل ہوتے ہیں، بلکہ اس کے ساتھ تکفیرِ سیئات، مغفرتِ ذنوب اور فضلِ عظیم بھی حاصل ہوتا ہے۔

❹ سورۃ الحدید (آیت: ۲۸) میں فرمایا ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

''مومنو! اللہ سے ڈرو اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ، وہ تمھیں اپنی رحمت سے دوگنا اجر عطا فرمائے گا اور تمھارے لیے روشنی کر دے گا، جس میں چلو گے اور تم کو بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

یہ دوگنا اجر ان اہلِ ایمان کو ملے گا، جو نبیِ مکرم ﷺ سے قبل بھی کسی رسول پر ایمان رکھتے تھے، پھر نبیِ اکرم ﷺ پر بھی ایمان لے آئے، جیسا کہ حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔[1]

[1] صحيح البخاري، كتاب العلم (۹۷) صحيح مسلم، كتاب التفسير (۱٥٤)

ایک دوسری تفسیر کے مطابق جب اہلِ کتاب نے اس بات پر فخر کا اظہار کیا کہ انھیں دوگنا اجر ملے گا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی۔[1]

186- مالِ غنیمت سے پانچواں حصہ:

پارہ ⑩ ﴿وَاعْلَمُوْٓا﴾ سورۃ الانفال (آیت:۴۱) میں فرمایا:

﴿ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَ مَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

''اور جان رکھو کہ جو چیز تم (کفار سے) حاصل کرو، اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کا اور اس کے رسول کا اور اہلِ قرابت کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا ہے، اگر تم اللہ پر اور اس (نصرت) پر ایمان رکھتے ہو، جو (حق و باطل میں) فرق کرنے کے دن (جنگِ بدر میں) جس دن دونوں فوجوں میں مڈبھیڑ ہوگئی، اپنے بندے (نبی) پر نازل فرمائی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

غنیمت سے مراد وہ مال ہے جو کافروں سے لڑائی میں فتح و غلبہ حاصل ہونے کے بعد حاصل ہو۔ پہلی امتوں میں اس کے لیے یہ طریقہ تھا کہ جنگ ختم ہونے کے بعد کافروں سے حاصل کردہ سارا مال ایک جگہ ڈھیر کر دیا جاتا اور آسمان سے آگ آتی اور اسے جلا کر بھسم کر ڈالتی۔ لیکن امتِ مسلمہ کے لیے یہ مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا اور جو مال لڑائی کے بغیر صلح کے ذریعے یا جزیہ وخراج سے وصول ہو اسے فے کہا جاتا ہے، تھوڑا ہو یا زیادہ، قیمتی ہو یا معمولی، سب کو جمع کر کے اس کی حسبِ ضابطہ تقسیم کی جائے

① تفصیل کے لیے دیکھیں: مختصر تفسیر ابن كثير للرفاعي (٤/ ١٩٠)

گی۔ کسی سپاہی کو اس میں سے کوئی چیز تقسیم سے قبل اپنے پاس رکھنے کی اجازت نہیں۔

اللہ کا لفظ تو بطور تبرک، نیز اس لیے ہے کہ ہر چیز کا اصل مالک وہی ہے اور حکم بھی اسی کا چلتا ہے، اللہ اور اس کے رسول کے حصے سے مراد ایک ہی ہے، یعنی سارے مالِ غنیمت کے پانچ حصے کر کے چار حصے تو ان مجاہدین میں تقسیم کیے جائیں گے، جنھوں نے جنگ میں حصہ لیا۔ ان میں پیادہ کو ایک حصہ اور سوار کو تین گنا حصہ ملے گا۔ پانچواں حصہ، جسے عربی میں ''خُمس'' کہتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ اس کے پھر پانچ حصے کیے جائیں گے۔ ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کا (اور آپ ﷺ کے بعد اسے مفادِ عامہ میں خرچ کیا جائے گا) جیسا کہ خود آپ ﷺ بھی یہ حصہ مسلمانوں پر ہی خرچ فرماتے تھے، بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا بھی ہے: ''میرا جو پانچواں حصہ ہے، وہ بھی مسلمانوں کے مصالح پر ہی خرچ ہوتا ہے۔'' دوسرا حصہ رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کا، پھر یتیموں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے۔

187- دشمن کے مقابلے میں ثابت قدمی اور ذکرِ الٰہی:

سورۃ الانفال (آیت: ۴۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

''مومنو! جب (کفار کی) کسی جماعت سے تمھارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو، تاکہ مراد حاصل کرو۔''

یہاں مسلمانوں کو لڑائی کے وہ آداب بتائے جا رہے ہیں، جن کو دشمن کے مقابلے کے وقت ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ سب سے پہلی بات ثباتِ قدمی اور استقلال ہے، کیوں کہ اس کے بغیر میدانِ جنگ میں ٹھہرنا ممکن ہی نہیں ہے، تاہم اس سے

تحرّف اور تحیّز کی وہ دونوں صورتیں مستثنیٰ ہوں گی،[1] کیوں کہ بعض دفعہ ثباتِ قدمی کے لیے بھی تحرّف یا تحیّز ناگزیر ہوتا ہے۔ دوسری ہدایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو، تاکہ مسلمان اگر تھوڑے ہوں تو اللہ کی مدد کے طالب رہیں اور اللہ بھی کثرتِ ذکر کی وجہ سے ان کی طرف متوجہ رہے اور اگر مسلمان تعداد میں زیادہ ہوں تو کثرت کی وجہ سے ان میں عُجب اور غرور پیدا نہ ہو، بلکہ اصل توجہ اللہ کی امداد پر ہی رہے۔

188- تنازعات کے نقصانات:

1 سورۃ الانفال (آیت: ۴۵، ۴۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾

''اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلو اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا کہ (ایسا کرو گے تو) تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمھارا اقبال جاتا رہے گا اور صبر سے کام لو کہ اللہ صبر کرنے والوں کا مددگار ہے۔''

یہاں پہلی ہدایت ثابت قدمی، دوسری بہ کثرت ذکرِ الٰہی اور تیسری ہدایت اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت ہے، ظاہر بات ہے ان نازک حالات میں اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کتنی سخت خطرناک ہو سکتی ہے۔ اس لیے ایک مسلمان کے

[1] تحرّف کے معنیٰ ہیں: ایک طرف پھر جانا، یعنی لڑائی میں جنگی چال کے طور پر یا دشمن کو دھوکے میں ڈالنے کی غرض سے لڑتا لڑتا ایک طرف پھر جائے، دشمن یہ سمجھے کہ شاید یہ شکست خوردہ ہو کر بھاگ رہا ہے، لیکن پھر وہ ایک دم پینترا بدل کر اچانک دشمن پر حملہ کر دے۔ یہ پیٹھ پھیرنا نہیں ہے، بلکہ یہ تحیّز کے معنیٰ، ملنے اور پناہ لینے کے ہیں، کوئی مجاہد لڑتا لڑتا تنہا رہ جائے تو لطیف انداز کے ساتھ میدانِ جنگ سے ایک طرف ہو جائے، تاکہ وہ اپنی جماعت کی طرف پناہ حاصل کرے اور اس کی مدد سے دوبارہ حملہ کرے۔ یہ دونوں صورتیں جائز ہیں۔ (احسن البیان، ص: ۴۰۱)

لیے ویسے تو ہر حالت میں اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت ضروری ہے، تاہم میدانِ جنگ میں اس کی اہمیت دو چند ہو جاتی ہے اور اس موقع پر تھوڑی سی نافرمانی بھی اللہ کی مدد سے محرومی کا باعث بن سکتی ہے۔

چوتھی ہدایت یہ کہ آپس میں تنازع اور اختلاف نہ کرو، اس سے تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ نبیِ اکرم ﷺ نے بھی ایک حدیث میں فرمایا ہے: ''لوگو! دشمن سے مڈبھیڑ کی آرزو مت کرو اور اللہ سے عافیت مانگا کرو۔ تاہم جب کبھی دشمن سے لڑائی کا موقع پیدا ہو جائے تو صبر کرو (جم کر لڑو) اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔''[1]

[۲] سورۃ الانفال (آیت:۶۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾

''اور جہاں تک ہو سکے (فوج کی جمعیت کے) زور سے اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے ان کے (مقابلے کے) لیے مستعد ہو کہ اس سے اللہ کے دشمنوں اور تمھارے دشمنوں اور ان کے سوا اور لوگوں پر جن کو تم نہیں جانتے اور اللہ جانتا ہے، ہیبت و دہشت بیٹھی رہے گی اور تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے، اس کا ثواب تمھیں پورا پورا دیا جائے گا اور تمھارا ذرا نقصان نہیں کیا جائے گا۔''

﴿قُوَّةٍ﴾ کی تفسیر نبیِ اکرم ﷺ سے ثابت ہے یعنی تیر اندازی، کیوں کہ اُس دور میں یہ بہت بڑا جنگی ہتھیار تھا اور نہایت اہم فن تھا، جس طرح گھوڑے جنگ

[1] صحيح البخاري، كتاب الجهاد (٢٩٦٦)

کے لیے ناگزیر ضرورت تھے، جیسا کہ آیت سے واضح ہے، لیکن اب تیر اندازی اور گھوڑوں کی جنگی اہمیت اور افادیت وضرورت باقی نہیں رہی، اس لیے ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ﴾ کے تحت آج کل کے جنگی ہتھیار (مثلاً میزائل، ٹینک، بم اور جنگی جہاز اور بحری جنگ کے لیے آبدوزیں وغیرہ) کی تیاری ضروری ہے۔

189- حرمت والے مہینے:

سورۃ التوبہ (آیت: ۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

’’جب عزت کے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور پکڑ لو اور گھیر لو اور ہر گھات کی جگہ پر ان کی تاک میں بیٹھے رہو، پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے اور زکات دینے لگیں تو ان کی راہ چھوڑ دو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔‘‘

ان حرمت والے مہینوں سے مراد کیا ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ ایک رائے تو یہ ہے کہ اس سے مراد چار مہینے ہیں جو حرمت والے ہیں: رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم۔ اعلانِ براءت ۱۰ر ذوالحجہ کو کیا گیا، اس اعتبار سے گویا یہ اعلان کے بعد پچاس دن کی مہلت انھیں دی گئی، لیکن امام ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہاں ﴿اَشْهُرِ الْحُرُمُ﴾ سے مراد حرمت والے مہینے نہیں، بلکہ ۱۰ر ذوالحجہ سے لے کر ۱۰ر ربیع الثانی تک کے چار مہینے مراد ہیں۔ واللہ أعلم.

190- مشرک کو پناہ دینا:

سورۃ التوبہ (آیت: ۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ﴾

''اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ کا خواست گار ہو تو اس کو پناہ دو، یہاں تک کہ کلامِ الٰہی سننے لگے، پھر اس کو امن کی جگہ واپس پہنچا دو، اس لیے کہ یہ بے خبر لوگ ہیں۔''

پناہ کے طلب گاروں کو پناہ کی رخصت اس لیے دی گئی ہے کہ یہ بے علم لوگ ہیں۔ ممکن ہے اللہ اور رسول ﷺ کی باتیں ان کے علم میں آئیں اور وہ مسلمانوں کا اخلاق وکردار دیکھیں تو اسلام کی حقانیت وصداقت کے قائل ہو جائیں۔

191- بدعہد کفار سے جنگ:

سورۃ التوبہ (آیت: ۱۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِنْ نَّكَثُوْۤا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْۤا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَاۤ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ﴾

''اور اگر عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمھارے دین میں طعنے کرنے لگیں تو ان کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو (یہ بے ایمان لوگ ہیں اور) ان کی قسموں کا کچھ اعتبار نہیں۔ عجب نہیں کہ اپنی حرکات سے باز آجائیں۔''

اگر یہ لوگ عہد توڑ دیں، دین میں طعن کریں اور ظاہری طور پر یہ قسمیں بھی کھائیں تو ان قسموں کا کوئی اعتبار نہیں۔ کفر کے ان پیشواؤں سے لڑائی کرو، ممکن ہے اس طرح اپنے کفر سے باز آجائیں۔

192- معبودانِ باطلہ:

سورۃ التوبہ (آیت: ۳۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾

''انھوں نے اپنے علما اور مشائخ اور مسیح ابنِ مریم کو اللہ کے سوا معبود بنا لیا، حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔''

اس کی تفسیر حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث سے بخوبی ہو جاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبیِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ آیت سن کر عرض کی کہ یہود و نصاریٰ نے تو اپنے علما کی کبھی عبادت نہیں کی، پھر یہ کیوں کہا گیا کہ انھوں نے ان کو رب بنا لیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ ٹھیک ہے کہ انھوں نے ان کی عبادت نہیں کی، لیکن یہ بات تو ہے نہ کہ ان کے علما نے جس کو حلال قرار دے دیا، اس کو انھوں نے حلال اور جس چیز کو حرام کر دیا، اس کو حرام ہی سمجھا۔ یہی ان کی عبادت کرنا ہے۔''[1]

193- مشرکین سے جہاد:

① سورۃ التوبہ (آیت: ۳۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾

''اور تم سب کے سب مشرکوں سے لڑو، جیسے وہ سب کے سب تم سے

① صحیح سنن الترمذي للألباني، رقم الحدیث (۲٤۷۱)

لڑتے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔"

② نیز آیت (۴۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾

"تم سبک بار ہو یا گراں بار (یعنی مال و اسباب تھوڑا رکھتے ہو یا بہت، گھروں سے) نکل آؤ اور اللہ کے راستے میں مال اور جان سے لڑو، یہی تمھارے حق میں اچھا ہے، بشرطیکہ سمجھو۔"

یعنی غزوۂ تبوک کے لیے تمام مسلمانوں کو ہادیِ امم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نکل کھڑے ہونا چاہیے۔ اور اہلِ کتاب کافر رومیوں سے جہاد کرنے کے لیے تمام مومنوں کو چلنا چاہیے۔ خواہ جی مانے یا نہ مانے خواہ آسانی نظر آئے یا بھاری پڑے۔ ذکر ہو رہا تھا کہ کوئی بڑھاپے کا اور کوئی بیماری کا عذر کر دے گا، تو اس سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی۔[1]

194- مصارفِ زکات:

سورۃ التوبہ (آیت: ۶۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾

"صدقات (زکات و خیرات) تو مفلسوں اور محتاجوں اور کارکنانِ صدقات کا حق ہے اور ان لوگوں کا جن کی تالیفِ قلب منظور ہے اور غلاموں

① تفسیر ابن کثیر (۲/ ۳۵۰)

کے آزاد کرانے میں اور قرض داروں (کے قرض ادا کرنے میں) اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں (کی مدد) میں (بھی یہ مال خرچ کرنا چاہیے، یہ حقوق) اللہ کی طرف سے مقرر کر دیے گئے ہیں اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔"

ان مصارفِ ثمانیہ کی مختصر تفصیل حسبِ ذیل ہے:

①،② فقیر اور مسکین چونکہ قریب قریب ہیں اور ایک کا اطلاق دوسرے پر بھی ہوتا ہے، یعنی فقیر کو مسکین اور مسکین کو فقیر کہہ لیا جاتا ہے، اس لیے ان میں خاصا اختلاف ہے۔ مسکین کی تعریف یہ منقول ہے کہ جو گداگر ہو، گھوم پھر کر اور لوگوں کے پیچھے پڑ کر مانگتا ہو اور فقیر وہ ہے جو نادار ہونے کے باوجود سوال سے بچے اور لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرے۔[1]

③ عاملین سے مراد حکومت کے وہ اہلکار ہیں، جو زکات وصدقات کی وصولی وتقسیم اور اس کے حساب کتاب پر معمور ہوں۔

④ مؤلفۃ القلوب، ایک تو وہ کافر ہے جو کچھ اسلام کی طرف مائل ہو اور اس کی امداد کرنے پر امید ہو کہ وہ مسلمان ہو جائے گا۔ دوسرے وہ نومسلم افراد ہیں، جن کو اسلام پر مضبوطی سے قائم رکھنے کے لیے امداد دینے کی ضرورت ہو۔ تیسرے وہ افراد بھی ہیں، جن کو امداد دینے کی صورت میں یہ امید ہو کہ وہ اپنے علاقے کے لوگوں کو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے سے روکیں گے اور اس طرح وہ قریب والے کمزور مسلمانوں کا تحفظ کریں۔

⑤ گردنیں آزاد کرانے میں۔ بعض علما نے اس سے صرف مکاتب غلام مراد لیے ہیں، دیگر علما نے مکاتب وغیر مکاتب ہر قسم کے غلام مراد لیے ہیں۔ امام

① تفسیر ابن کثیر (۲/ ۳٦۲)

شوکانی رحمہ اللہ نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے۔

⑥ غارمین سے وہ مقروض مراد ہیں جو اپنے اہل و عیال کے نان و نفقہ اور ضروریاتِ زندگی فراہم کرنے میں لوگوں کے زیر بار ہو گئے اور ان کے پاس نقد رقم بھی نہیں ہے اور ایسا سامان بھی نہیں ہے جسے بیچ کر وہ قرض ادا کریں سکیں۔

⑦ فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے، یعنی جنگی سامان وضروریات اور مجاہد (چاہے وہ مال دار ہی ہو) پر زکات کی رقم خرچ کرنا جائز ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ حج وعمرہ بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔ اسی طرح بعض علما کے نزدیک تبلیغ و دعوت بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے، کیوں کہ اس سے بھی مقصد، جہاد کی طرح اعلاے کلمۃ اللہ ہے۔

⑧ مسافر، یعنی اگر کوئی مسافر سفر میں مستحقِ امداد ہو گیا ہے، چاہے وہ اپنے گھر یا وطن میں صاحبِ حیثیت ہی ہو، اس کی امداد زکات کی رقم سے کی جا سکتی ہے۔[1]

195- اہلِ ایمان کے لیے بشارت:

سورۃ التوبہ (آیت: ۱۱۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

”توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد و ثنا کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک کاموں کا حکم کرنے والے اور بُری باتوں سے منع کرنے والے، اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے (یہی مومن لوگ ہیں) اور اے پیغمبر! مومنوں کو (جنت کی) خوشخبری سنا دو۔“

[1] أحسن البیان تفسیر آیت مذکورہ (ص: ٤٤١۔ ٤٤٢)

یہ انھیں مومنوں کی صفات بیان کی جا رہی ہیں، جن کے مالوں اور جانوں کا سودا اللہ نے کرلیا ہے۔ مومن کامل وہ ہے جو قول وعمل میں اسلام کی تعلیمات کا عمدہ نمونہ ہو اوران چیزوں سے بچنے والا ہو جن سے اللہ نے اسے روک دیا ہے۔ یہاں اُن اعمالِ صالحہ کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

196- اللہ سے ڈرو اور صادقین کا ساتھ دو:

سورۃ التوبہ (آیت: ۱۱۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾

''اے اہلِ ایمان! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ رہو۔''

سچائی ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان تینوں صحابہ کی غلطی نہ صرف معاف فرما دی، بلکہ ان کی توبہ کو قرآن بنا کر نازل فرما دیا، جو غزوہ تبوک میں شرکت سے رہ گئے تھے۔ رضي الله عنهم و رضوا عنه. اس لیے مومنین کو حکم دیا گیا کہ اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کے دل میں تقویٰ (اللہ کا خوف) ہو گا، وہ سچا بھی ہوگا، اور جو جھوٹا ہوگا، سمجھ لو کہ اس کا دل تقوے سے خالی ہے۔

197- کفار کے لیے سختی:

سورۃ التوبہ (آیت: ۱۲۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَ لْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾

''اے اہلِ ایمان! اپنے نزدیک کے (رہنے والے) کافروں سے جنگ کرو اور چاہیے کہ وہ تم میں (اپنے لیے) سختی پائیں اور جان رکھو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔''

اس میں کافروں سے لڑنے کا ایک اہم اصول بیان کیا گیا ہے کہ ''الأول فالأول'' اور ''الأقرب فالأقرب'' کے قاعدے کے مطابق بھی کافروں سے جہاد کرنا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے جزیرۂ عرب میں آباد مشرکین سے قتال کیا، جب ان سے فارغ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے مکہ، طائف، یمن، یمامہ، ہجر، خیبر اور حضر موت وغیرہ ممالک پر مسلمانوں کو غلبہ عطا فرما دیا اور عرب کے سارے قبائل فوج در فوج اسلام میں داخل ہو گئے، تو پھر اہلِ کتاب سے قتال کا آغاز فرمایا اور ۹ ر ہجری میں رومیوں سے قتال کے لیے تبوک تشریف لے گئے، جو جزیرہ عرب سے قریب ہے، اسی کے مطابق آپ ﷺ کی وفات کے بعد خلفائے راشدین نے روم کے عیسائیوں سے قتال فرمایا اور ایران کے مجوسیوں سے جنگ کی۔

198- اللہ کی اجازت کے بغیر سفارش؟

پارہ ⑪ ﴿يَعْتَذِرُوْنَ﴾ سورت یونس (آیت:۳) میں فرمایا:

﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾

''تمھارا رب تو اللہ ہی ہے، جس نے آسمان اور زمین چھے دن میں بنائے، پھر عرش (عظیم) پر قائم ہوا، وہی ہر ایک کام کا انتظام کرتا ہے، کوئی (اُس کے پاس) اُس کی اِجازت حاصل کیے بغیر (کسی کی) سفارش نہیں کر سکتا، یہی اللہ تمھارا رب ہے تو اُسی کی عبادت کرو، بھلا تم غور کیوں نہیں کرتے؟''

آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق کر کے اس نے ان کو یوں ہی نہیں چھوڑ دیا،

بلکہ ساری کائنات کا نظم و تدبیر وہ اس طرح کر رہا ہے کہ کبھی کسی کا آپس میں تصادم نہیں ہوا، ہر چیز اس کے حکم پر اپنے اپنے کام میں مصروف ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہاں اس کی اجازت کے بغیر کسی کو سفارش کرنے کی اجازت نہیں ہوگی اور یہ اجازت بھی صرف انھیں لوگوں کے لیے ہوگی جن کے لیے اللہ پسند کرے۔[1]

199- توبہ واستغفار:

① سورت ھود (آیت: ۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ يُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ﴾

''اور یہ کہ اپنے رب سے بخشش مانگو اور اس کے آگے توبہ کرو، وہ تمھیں ایک وقت مقرر تک متاعِ نیک سے بہرہ مند کرے گا اور ہر صاحبِ بزرگی کو اُس کی بزرگی (کی داد) دے گا اور اگر رُوگردانی کرو گے تو مجھے تمھارے بارے میں (قیامت کے) بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔''

اس سامانِ دنیا کو جس کو قرآن نے عام طور پر ''متاعِ غرور'' دھوکے کا سامان کہا ہے، یہاں اسے ''متاعِ حسن'' قرار دیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو آخرت سے غافل ہو کر متاعِ دنیا سے استفادہ کرے گا، اس کے لیے یہ متاعِ غرور ہے، کیوں کہ اس کے بعد اسے برے انجام سے دوچار ہونا ہے اور جو آخرت کی تیاری کے ساتھ ساتھ اس سے فائدہ اٹھائے گا، اس کے لیے یہ چند روزہ سامانِ زندگی متاعِ حسن ہے، کیونکہ اس نے اسے اللہ کے احکام کے مطابق برتا ہے۔

② سورۃ المومن (آیت: ۵۵) میں ارشادِ الٰہی ہے:

① نیز دیکھیں: سورۃ الأنبیاء [آیت: ۲۸] سورۃ النجم [آیت: ۲۶]

﴿ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ﴾

''صبر کرو، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور صبح وشام اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہو۔''

﴿۳﴾ سورۃ المومن (آیت: ۷۷) میں فرمایا ہے:

﴿ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ﴾

''(اے پیغمبر!) صبر کرو اللہ کا وعدہ سچا ہے، اگر ہم تم کو کچھ اس میں سے دکھا دیں، جس کا ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں (یعنی کافروں پر عذاب نازل کریں) یا تمھاری مدتِ حیات پوری کر دیں تو ان کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔''

200- اقامتِ نماز اور صبر:

پارہ ⑫ ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ﴾ سورت ھود (آیت: ۱۱۴، ۱۱۵) میں فرمایا:

﴿ وَ أَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝ وَ اصْبِرْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

''اور دن کے دونوں سروں (صبح اور شام کے اوقات میں) اور رات کی کئی ساعات میں بھی نماز پڑھا کرو، کچھ شک نہیں کہ نیکیاں گناہوں کو دُور کر دیتی ہیں۔ یہ ان کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں اور صبر کیے رہو کہ اللہ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔''

زحضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ دن کے دونوں سروں سے مراد صبح کی اور مغرب کی نماز ہے۔ قتادہ اور ضحاک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ پہلے سرے سے مراد صبح کی نماز اور دوسرے سرے سے مراد ظہر اور عصر کی نماز ہے۔ رات کی گھڑیوں سے مراد عشا کی نماز ہے۔ اور بقولِ مجاہد رحمہ اللہ مغرب و عشا کی نیکیوں کا کرنا گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

سنن میں ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''جس مسلمان سے کوئی گناہ ہو جائے، پھر وہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔''

ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کیا پھر فرمایا: اسی طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو میرے اس وضو جیسا وضو کرے گا، پھر دو رکعت نماز ادا کرے، جس میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے تو اس کے تمام اگلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''[1]

201- علم غیب صرف اللہ کو حاصل ہے:

سورت ہود (آیت: ۱۲۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾

''اور آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزوں کا علم اللہ ہی کو ہے اور تمام امور کا رجوع اسی کی طرف ہے تو اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسا رکھو اور جو کچھ تم کر رہے ہو، تمھارا پروردگار اس سے بے خبر نہیں ہے۔''

[1] تفسير ابن كثير (٢/ ٤٩٨) صحيح البخاري (١٥٩) صحيح مسلم (٢٢٦) سنن أبي داود (١٠٦)

202- حسنِ عاقبت والے:

پارہ ⑬ ﴿وَمَا اُبَرِّئُ﴾ سورۃ الرعد (آیت:۲۰ تا ۲۲) میں فرمایا:

﴿ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝ وَ الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۝ وَ الَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً وَّ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ﴾

”جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اقرار کو نہیں توڑتے۔ اور جن (رشتہ ہائے قرابت) کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اُن کو جوڑے رکھتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے رہتے اور بُرے حساب سے خوف رکھتے ہیں۔ اور جو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے (مصائب پر) صبر کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور جو (مال) ہم نے اُن کو دیا ہے، اُس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں اور نیکی سے بُرائی کو دُور کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے عاقبت کا گھر ہے۔“

203- معبودِ برحق صرف اللہ ہے:

سورۃ الرعد (آیت: ۳۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ مَتَابِ﴾

”کہہ دو وہی تو میرا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اُسی پر بھروسا کرتا ہوں اور اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔“

204- عبادتِ الٰہی اور ترکِ شرک:

سورۃ الرعد (آیت: ۳۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَ لَاۤ اُشْرِكَ بِهٖ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَ اِلَيْهِ مَاٰبِ﴾

''کہہ دو کہ مجھے یہی حکم ہوا ہے کہ اللہ ہی کی عبادت کروں اور اُس کے ساتھ (کسی کو) شریک نہ بناؤں، میں اُسی کی طرف بلاتا ہوں اور اُسی کی طرف مجھے لوٹنا ہے۔''

205- شکر کرنے پر نعمتوں میں اضافہ ہے:

سورت ابراہیم (آیت: ۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ لَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾

''اور جب تمھارے رب نے (تم کو) آگاہ کیا کہ اگر شکر کرو گے تو میں تمھیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو (یاد رکھو کہ) میرا عذاب (بھی) سخت ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے حتمی وعدہ کیا ہے اور اس کا اعلان بھی کہ شکر گزاروں کی نعمتیں اور بڑھ جائیں گی اور اگر ناشکری کی تو نعمتوں کے منکروں اور ان کے چھپانے والوں کی نعمتیں چھن جائیں گی اور انھیں سخت عذاب ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ بندہ بوجہ گناہ اللہ تعالیٰ کے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔[1]

206- موت تک عبادت کرو:

پارہ ﴿رُبَمَا﴾ سورۃ الحجر (آیت: ۹۸، ۹۹) میں فرمایا:

[1] تفسیر ابن کثیر (۲/ ۵۸، ۵۷)

﴿ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ كُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾

’’تم اپنے رب کی تسبیح کہتے اور (اس کی) خوبیاں بیان کرتے رہو اور سجدہ کرنے والوں میں داخل رہو اور اپنے رب کی عبادت کیے جاؤ، یہاں تک کہ تمھاری موت (کا وقت) آ جائے۔‘‘

مشرکین آپ کو ساحر، مجنون اور کاہن وغیرہ کہتے، جس سے بشری جبلت کی وجہ سے آپ کبیدہ خاطر ہوتے، اللہ تعالیٰ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ حمد و ثنا کریں، نماز پڑھیں اور اپنے رب کی عبادت کریں، اس سے آپ کو قلبی سکون بھی ملے گا اور اللہ کی مدد بھی حاصل ہوگی۔ سجدے سے یہاں نماز اور یقین سے مراد موت ہے۔

207- صرف ایک اللہ کا ڈر اور عبادت:

1 سورۃ النحل (آیت: ۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ﴾

’’وہی فرشتوں کو پیغام دے کر اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس کے پاس چاہتا ہے بھیجتا ہے کہ (لوگوں کو) بتا دو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھ ہی سے ڈرو۔‘‘

سورۃ النحل (آیت: ۵۱) میں فرمایا ہے:

﴿ وَ قَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ﴾

’’اور اللہ نے فرمایا ہے کہ دو، دو معبود نہ بناؤ۔ معبود وہی ایک ہے، تو مجھ

ہی سے ڈرتے رہو۔“

آسمانوں میں اور زمینوں میں جو کچھ ہے، سب اسی کا ہے اور اسی کی عبادت لازم ہے۔ اللہ واحد کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ لاشریک اور ہر چیز کا خالق اور پالن ہار ہے۔ اسی کی عبادتِ خالص دائمی اور واجب ہے، اس کے سوا دوسروں کی عبادت کے طریقے اختیار نہ کرو۔ آسمان اور زمین کی تمام مخلوقات خوشی اور ناخوشی اسی کے ماتحت ہیں۔ سب کا لوٹایا جانا اسی کی طرف ہے، خلوص کے ساتھ اسی کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے سے بچو۔[1]

208- عدل و احسان:

سورۃ النحل (آیت: ۹۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾

”اللہ تمھیں انصاف اور احسان کرنے اور رشتے داروں کو (خرچ سے مدد) دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور نامعقول کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے (اور) تمھیں نصیحت کرتا ہے، تاکہ تم یاد رکھو۔“

عدل کے مشہور معنی انصاف کرنے کے ہیں، یعنی اپنوں اور بیگانوں سب کے ساتھ انصاف کیا جائے۔ کسی کے ساتھ دشمنی و عناد و محبت یا قرابت کی وجہ سے، انصاف کے تقاضے مجروح نہ ہوں۔ ایک دوسرے معنی اعتدال کے یہ ہیں کہ کسی معاملے میں بھی زیادتی یا کمی کا ارتکاب نہ کیا جائے، حتیٰ کہ دین کے معاملے میں بھی، کیونکہ دین میں زیادتی کا نتیجہ حد سے زیادہ گزر جانا ہے، جو سخت خراب ہے اور کمی، دین میں کوتاہی ہے، یہ بھی ناپسندیدہ ہے۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر (۲/ ۱۲۲)

209- ایفائے عہد:

سورۃ النحل (آیت: ۹۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾

"اور جب اللہ سے پختہ عہد کرو تو اُس کو پورا کرو اور جب پکی قسمیں کھاؤ تو اُن کو مت توڑو کہ تم اللہ کو اپنا ضامن مقرر کر چکے ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس کو جانتا ہے۔"

"قَسَم" ایک تو وہ ہے جو کسی عہد و پیمان کے وقت اسے مزید پختہ کرنے کے لیے کھائی جاتی ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جو انسان اپنے طور پر کسی وقت کھا لیتا ہے کہ میں فلاں کام کروں گا یا نہیں کروں گا۔ یہاں آیت میں اول الذکر قسم مراد ہے کہ تم نے قسم کھا کر اللہ کو ضامن بنا لیا ہے۔ اب اسے نہیں توڑنا، بلکہ عہد و پیمان کو پورا کرنا ہے جس پر تم نے قسم کھائی ہے، کیونکہ ثانی الذکر قسم کی بابت تو حدیث میں حکم دیا گیا ہے کہ کوئی شخص کسی کام کی بابت قسم کھا لے، پھر وہ دیکھے کہ زیادہ خیر دوسری چیز میں ہے (یعنی قسم کے خلاف کرنے میں ہے) تو بہتری والے کام کو اختیار کرے اور قسم کو توڑ کر اس کا کفارہ ادا کرے، نبیِ اکرم ﷺ کا عمل بھی یہی تھا۔[1]

210- عملِ صالح کا نتیجہ:

سورۃ النحل (آیت: ۹۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٦٢٣) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٢٦٩)

طَيِّبَةً وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

''جو شخص نیک عمل کرے گا، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہو گا تو ہم اُس کو (دنیا میں) پاک (اور آرام کی) زندگی سے زندہ رکھیں گے اور (آخرت میں) اُن کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے۔''

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے ان بندوں سے جو اپنے دل میں اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسول ﷺ پر ایمانِ کامل رکھیں اور کتاب و سنت کی اطاعت کے تحت نیک اعمال کریں، وعدہ کرتا ہے کہ وہ انھیں دنیا میں بھی بہترین اور پاکیزہ زندگی عطا فرمائے گا، عمدگی سے اُن کی عمر بسر ہوگی، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، انھیں اپنے پاس سے ان کے نیک اعمال کا بہترین بدلہ عطا فرمائے گا۔[1]

211- آدابِ تلاوت:

سورۃ النحل (آیت: ۹۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ﴾

''اور جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطانِ مردود سے پناہ مانگ لیا کرو۔''

یہاں خطاب اگرچہ نبیِ مکرم ﷺ سے ہے، لیکن مخاطب ساری امت ہے، یعنی تلاوت کے آغاز میں ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ﴾ پڑھا جائے۔

212- شیطان کا تسلّط اور اللہ پر توکّل:

① سورۃ النحل (آیت: ۹۹، ۱۰۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ﴾

① تفسیر ابن کثیر (۴/ ۱۴۰)

”جو مومن ہیں اور اپنے رب پر بھروسا رکھتے ہیں، اُن پر اُس (شیطان) کا کچھ زور نہیں چلتا۔ اس کا زور اُنھی لوگوں پر چلتا ہے جو اس کو رفیق بناتے ہیں اور اس کے (وسوسے کے) سبب (اللہ کے ساتھ) شریک مقرر کرتے ہیں۔“

② سورت آل عمران (آیت: ١٦٠) میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَ اِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾

”اگر اللہ تمھارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور اگر وہ تمھیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو تمھاری مدد کرے؟ اور مومنوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسا رکھیں۔“

③ سورۃ النمل (آیت: ٧٩) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ﴾

”اللہ پر بھروسا رکھو، تم تو صریح حق پر ہو۔“

④ سورۃ الاحزاب (آیت: ٣) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾

”اور اللہ پر بھروسا رکھنا اور اللہ ہی کارساز کافی ہے۔“

⑤ سورت یوسف (آیت: ٦٧) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَ قَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّ ادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ وَ مَاۤ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ عَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾

”اور ہدایت کی کہ اے بیٹا! ایک ہی دروازے میں سے داخل نہ ہونا بلکہ جدا جدا دروازوں سے داخل ہونا اور میں اللہ کی تقدیر تو تم سے روک

نہیں سکتا (بے شک) حکم اُسی کا ہے، میں اُسی پر بھروسا رکھتا ہوں اور اہلِ توکّل کو اُسی پر بھروسا رکھنا چاہیے۔‘‘

213- اکلِ حلال اور شکرِ نعمت:

① سورۃ النحل (آیت: ۱۱۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّ اشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴾

’’پس اللہ نے جو تم کو حلال و طیب رزق دیا ہے اُسے کھاؤ اور اللہ کی نعمتوں کا شکر کرو، اگر اُسی کی عبادت کرتے ہو۔‘‘

اس کا مطلب یہ ہوا کہ حلال و طیب چیزوں سے تجاوز کر کے حرام اور خبیث چیزوں کا استعمال اور اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کرنا، یہ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری ہے۔ اسی طرح ناجائز کاروبار اور حرام ذرائع آمدنی اختیار کرنا بھی کفرانِ نعمت ہے، علاوہ ازیں یہ اللہ پر عدمِ اعتماد اور عدمِ توکّل کی علامت ہے۔

② [illegible] الضحیٰ (آیت: ۱۱) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ [illegible] بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴾

’’اور اپنے پروردگار کی نعمتوں کا بیان کرتے رہنا۔‘‘

سنن ابو داود، ترمذی، مسند احمد، ابن حبان، المختارۃ للضیاء اور الادب المفرد امام بخاری میں ہے کہ اس بندے نے اللہ کی شکر گزاری نہیں کی، جس نے لوگوں کی شکر گزاری نہ کی۔‘‘[1] سنن ابو داود کی ایک اور حدیث میں ہے کہ ’’جسے کوئی نعمت ملے اور اس نے اُسے بیان کیا تو وہ شکر گزار ہے اور جس نے اُسے چھپایا اُس نے

[1] بحواله صحيح الجامع، رقم الحديث (٦٥٤١) و السلسلة الصحيحة، رقم الحديث (٤١٦)

ناشکری کی۔'' مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں نعمت سے مراد نبوت ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ قرآن مراد ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بھلائی کی باتیں آپ کو معلوم ہیں، وہ اپنے بھائیوں سے بھی بیان کرو۔ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں: جو نعمت کرامت و نبوت کی تمھیں ملی ہے، اُسے بیان کرو، اس کا ذکر کرو اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دو۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قبیلے والوں میں سے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان ہوتا، پوشیدگی سے دعوت دینی شروع کی۔[1]

214- حکمت و خیر خواہی کے ساتھ دعوت و تبلیغ اور صبر:

سورۃ النحل (آیت: ۱۲۵ تا ۱۲۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَ لَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝ وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ لَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴾

''(اے پیغمبر!) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے رب کے راستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو، جو اس کے راستے سے بھٹک گیا، تمھارا رب اُسے بھی خوب جانتا ہے اور جو راستے پر چلنے والے ہیں اُن سے بھی خوب واقف ہے اور اگر تم اُن کو

[1] تفسیر ابن کثیر (۵/ ۴۰، ۵۳۸)

تکلیف دینی چاہو تو اتنی ہی دو جتنی تکلیف تمھیں اُن سے پہنچی اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہت اچھا ہے اور صبر ہی کرو اور تمھارا صبر بھی اللہ ہی کی مدد سے ہے اور ان کے بارے میں غم نہ کرو اور جو یہ بداندیشی کرتے ہیں اُس سے تنگ دل نہ ہو۔ کچھ شک نہیں کہ جو پرہیزگار ہیں اور جو احسان کرنے والے ہیں، اللہ اُن کا مددگار ہے۔"

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان کے مکروں کے مقابلے میں اہلِ ایمان وتقویٰ اور محسنین کے ساتھ ہے اور جس کے ساتھ اللہ ہو، اسے اہلِ دنیا کی سازشیں نقصان نہیں پہنچا سکتیں، جیسا کہ آخری آیت میں ہے۔

215- ناپ تول پورا کرنا:

١ پارہ ⑮ ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ﴾ سورت بنی اسرائیل (آیت: ٣٥) میں فرمایا:

﴿ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾

"اور جب کوئی چیز ناپ کر دینے لگو تو پیمانہ پورا بھر کر دو اور (جب تول کر دو تو) ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو، یہ بہت اچھی بات اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت بہتر ہے۔"

٢ سورۃ الرحمٰن (آیت: ٧ تا ٩) میں فرمایا ہے:

﴿ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ﴾

"اور اسی نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کی۔ کہ ترازو (سے تولنے) میں حد سے تجاوز نہ کرو۔ اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور تول کم مت کرو۔"

216- خوش گفتاری:

سورت بنی اسرائیل (آیت: ۵۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ قُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴾

''اور میرے بندوں سے کہہ دو کہ (لوگوں سے) ایسی باتیں کہا کریں جو بہت پسندیدہ ہوں، کیونکہ شیطان (بری باتوں سے) اُن میں فساد ڈلوا دیتا ہے، کچھ شک نہیں کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔''

زبان کی ذرہ سی بے اعتدالی سے شیطان، جو تمھارا کھلا دشمن ہے، تمھارے درمیان آپس میں فساد ڈلوا سکتا ہے، یا کفار یا مشرکین کے دلوں میں تمھارے لیے زیادہ بغض و عناد پیدا کر سکتا ہے۔

217- پنج گانہ نمازیں اور نمازِ تہجد:

سورت بنی اسرائیل (آیت: ۷۸، ۷۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۞ وَ مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴾

''(اے نبی!) سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک (ظہر، عصر، مغرب، عشا کی) نمازیں اور صبح (فجر) کو قرآن پڑھا کرو، کیونکہ صبح کے وقت قرآن پڑھنا موجبِ حضورِ (ملائکہ) ہے اور بعض حصہ شب میں بیدار ہوا کرو (اور تہجد کی نماز پڑھا کرو) یہ (شب خیزی) تمھارے لیے (سبب) زیادت (ثواب اور نمازِ تہجد تمھارے لیے نفل)

ہے، قریب ہے کہ اللہ تمھیں مقامِ محمود میں داخل کرے۔''

فجر کے وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں، بلکہ دن کے فرشتوں اور رات کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث میں مروی ہے۔①

ایک اور حدیث میں ہے کہ رات والے فرشتے جب اللہ کے پاس جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے، حالانکہ وہ خود خوب جانتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم ان کے پاس گئے تھے، اس وقت بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس سے آئے ہیں تو انھیں نماز پڑھتے ہوئے ہی چھوڑ کر آئے ہیں۔②

218- اسمائے حسنیٰ کے ساتھ دعا کرنا:

سورت بنی اسرائیل (آیت: ۱۱۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴾

''کہہ دو کہ تم (اللہ کو) اللہ (کے نام سے) پکارو یا رحمٰن (کے نام سے) جس نام سے پکارو اُس کے سب نام اچھے ہیں۔''

اس آیت کے سبب و شانِ نزول میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ مکے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھپ کر رہتے تھے، جب اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتے تو آواز قدرے بلند فرما لیتے، مشرکین قرآن سن کر قرآن کو اور اللہ کو گالی گلوچ کرتے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنی آواز کو اتنا اونچا نہ کرو کہ مشرکین سن کر قرآن کو برا بھلا کہیں اور نہ آواز اتنی پست کرو کہ صحابہ بھی نہ سن سکیں۔③

① صحيح البخاري، تفسير بني اسرائيل، رقم الحديث (٤٧١٧)

② صحيح البخاري (٥٥٥) صحيح مسلم، باب فضل صلاتي الصبح و العصر (٢١٠_ ٦٣٢)

③ صحيح البخاري، كتاب التوحيد (٧٦٩٠) صحيح مسلم، كتاب الصلاة (٤٤٦)

ایک رات نبیِ اکرم ﷺ کا گزر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہوا تو وہ پست آواز سے نماز پڑھ رہے تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا تو وہ اونچی آواز سے نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے دونوں سے پوچھا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جس سے مصروفِ مناجات تھا، وہ میری آواز سن رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میرا مقصد سوتوں کو جگانا اور شیطان کو بھگانا تھا۔ آپ ﷺ نے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اپنی آواز قدرے بلند کرو۔''[1] اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''اپنی آواز کچھ پست رکھو۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[2]

219- اِن شاء اللہ کہنے کا حکم:

پارہ ⑯ ﴿قَالَ اَلَمْ﴾ سورۃ الکہف (آیت: ۲۳، ۲۴) میں فرمایا:

﴿ وَ لَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَ قُلْ عَسٰۤی اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا﴾

''اور کسی کام کی نسبت نہ کہنا کہ میں اسے کل کر دوں گا۔ مگر (ان شاء اللہ کہہ کر یعنی اگر) اللہ چاہے تو (کر دوں گا) اور جب اللہ کا نام لینا بھول جاؤ تو یاد آنے پر لے لو اور کہہ دو کہ اُمید ہے کہ میرا رب مجھے اس سے بھی زیادہ ہدایت کی باتیں بتائے۔''

مفسرین کہتے ہیں کہ یہودیوں نے نبیِ مکرم ﷺ سے تین باتیں پوچھی تھیں، روح کی حقیقت کیا ہے؟ اصحابِ کہف اور ذوالقرنین کون تھے؟ کہتے ہیں کہ یہی سوال اس سورت کے نزول کا سبب ہے۔ نبیِ اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تمھیں کل

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (١٣٢٩)

[2] صحيح البخاري (٤٧٢٣) تفسير آيت مذكوره سورة بنى إسرائيل (٦٣٢٧) كتاب الدعوات (٧٥٢٦) كتاب التوحيد.

جواب دوں گا، لیکن اس کے بعد ۱۵ دن تک جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر نہیں آئے۔ پھر جب آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان شاء اللہ کہنے کا حکم دیا۔ آیت میں ''غد'' سے مراد مستقبل ہے، یعنی جب بھی مستقبل قریب یا بعید میں کوئی کام کرنے کا عزم کرو تو ان شاء اللہ ضرور کہا کرو، کیوں کہ انسان کو تو پتا نہیں کہ جس بات کا عزم کر رہا ہے، اس کی توفیق بھی اسے اللہ کی مشیت سے ملتی ہے یا نہیں۔

اگر کلام یا وعدہ کرتے وقت ان شاء اللہ کہنا بھول جاؤ، تو جس وقت یاد آجائے ان شاء اللہ کہہ لیا کرو، یا پھر رب کو یاد کرنے کا مطلب اس کی تسبیح وتحمید اور اس سے استغفار کرنا ہے۔

220- نماز وعبادت اور ذکرِ الٰہی:

سورت طٰہٰ (آیت: ۱۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ﴾

''بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز پڑھا کرو۔''

عبادت کے بعد نماز کا خصوصی حکم دیا، حالانکہ عبادت میں نماز بھی شامل تھی، تاکہ اس کی مزید اہمیت واضح ہو جائے۔

﴿لِذِكْرِیْ﴾ کا ایک مطلب یہ ہے کہ تو مجھے یاد کرے، اس لیے یاد کرنے کا طریقہ عبادت ہے اور عبادت میں نماز کو خصوصی اہمیت وفضیلت حاصل ہے۔

دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جب بھی میں تجھے یاد آجاؤں نماز پڑھ، یعنی اگر کسی وقت غفلت یا نیند کا غلبہ ہو تو اس کیفیت سے نکلتے ہی اور میری یاد آتے ہی نماز پڑھ۔ جس طرح کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''جو نماز سے سو جائے یا بھول جائے، تو اس کا کفارہ یہی ہے کہ جب بھی اسے یاد آجائے پڑھ لے۔''[1]

221- مومن بے خوف و خطر:

سورت طٰہٰ (آیت:۱۱۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّ لَا هَضْمًا﴾

''اور جو نیک کام کرے گا اور مومن بھی ہوگا تو اُس کو نہ ظلم کا خوف ہوگا اور نہ نقصان کا۔''

ظلم و نا انصافی یہ ہے کہ اس پر دوسروں کے گناہوں کا بوجھ بھی ڈال دیا جائے اور نقصان و حق تلفی یہ ہے کہ نیکیوں کا اجر کم دیا جائے۔ یہ دونوں باتیں وہاں نہیں ہوں گی۔

222- صبر اور تسبیح و تحمید:

① سورت طٰہٰ (آیت:۱۳۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا وَ مِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَ اَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى﴾

''پس جو کچھ یہ بکواس کرتے ہیں اس پر صبر کرو اور سورج کے نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیا کرو اور رات کی ساعات میں بھی اُس کی تسبیح کیا کرو اور دن کے اطراف

[1] صحيح البخاري، كتاب المواقيت (٥٩٧) صحيح مسلم، كتاب المساجد (٣١٥_ ٦٨٤)

میں بھی تا کہ تم خوش ہو جاؤ۔"

بعض مفسرین اس سے پانچ نمازیں مراد لیتے ہیں۔ طلوع الشمس سے پہلے فجر۔ غروب سے پہلے عصر۔ رات کی گھڑیوں سے مغرب اور عشا اور اطراف النہار سے ظہر کی نماز مراد ہے۔ کیوں کہ ظہر کا وقت نہارِ اول کا طرفِ آخر اور نہارِ آخر کا طرفِ اول ہے۔ بعض کے نزدیک ان اوقات میں ویسے ہی اللہ کی تسبیح و تحمید کرنا مراد ہے، جس میں نماز، تلاوت، ذکر و اذکار، دعا و مناجات اور نوافل سب داخل ہیں۔

② سورۃ الطّور (آیت: ۴۸، ۴۹) میں فرمایا ہے:

﴿ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ﴾

"اور تم اپنے پروردگار کے حکم کے انتظار میں صبر کیے رہو، تم تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہو اور جب اٹھا کرو تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کیا کرو۔ اور رات کے بعض اوقات میں بھی اور ستاروں کے غروب ہونے کے بعد بھی اس کی تسبیح کیا کرو۔"

اس کھڑے ہونے سے کونسا کھڑا ہونا مراد ہے؟ بعض کہتے ہیں جب نماز کے لیے کھڑے ہوں، جیسے آغاز نماز میں «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ» پڑھی جاتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جب کسی مجلس سے کھڑے ہوں، جیسے حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص کسی مجلس سے اٹھتے وقت یہ دعا پڑھ لے گا تو یہ اس کی مجلس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا:

« سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَ أَتُوبُ إِلَيْكَ»①

① سنن الترمذي، ابواب الدعوات (٣٤٣٣)

ستاروں کے ڈوبتے وقت تسبیح سے مراد فجر کی دو سنتیں ہیں۔ نوافل میں سب سے زیادہ نبی مکرم ﷺ ان کی حفاظت فرماتے تھے۔[1] ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''فجر کی دو سنتیں دنیا و ما فیہا سے بہتر ہیں۔''[2]

③ سورت قٓ (آیت: ۳۹، ۴۰) میں بھی صبر و تسبیح کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴾

''جو کچھ یہ (کفار) بکتے ہیں اس پر صبر کرو اور آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہو۔ اور رات کے بعض اوقات میں بھی اور نماز کے بعد بھی اس (کے نام) کی تسبیح کیا کرو۔''

④ سورۃ الواقعہ (آیت: ۷۴) میں فرمایا ہے:

﴿ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴾

''تم اپنے پروردگار بزرگ کے نام کی تسبیح کرو۔''

⑤ سورۃ الاعلیٰ (آیت: ۱) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ﴾

''(اے پیغمبر!) اپنے جلیل الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کرو۔''

رسول اللہ ﷺ سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیہ عیدین اور جمعے کی نمازوں میں پڑھا کرتے تھے، اسی طرح وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ، دوسری میں سورۃ الکافرون اور تیسری میں سورۃ الاخلاص پڑھتے تھے۔[3]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١١٦٩)

[2] صحيح مسلم، كتاب الصلاة (٧٢٥) و سنن الترمذي، رقم الحديث (٤١٦)

[3] تفسير ابن كثير (ص: ١٧٠٩)

⑥ سورۃ الفرقان (آیت: ۵۸) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ وَكَفَىٰ بِهِ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا ﴾

''اور اس (اللہ) زندہ پر بھروسا رکھو جو (کبھی) نہیں مرے گا اور اُس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہو اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے خبر رکھنے کو کافی ہے۔''

223- صرف عبادتِ الٰہی پر ثواب:

پارہ ⑰ ﴿اِقْتَرَبَ﴾ سورۃ الانبیاء (آیت: ۹۲ تا ۹۴) میں فرمایا:

﴿ إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ۝ وَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ كُلٌّ إِلَيْنَا رَاجِعُونَ ۝ فَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ وَإِنَّا لَهُ كَاتِبُونَ ﴾

''یہ تمھاری جماعت ایک ہی جماعت ہے اور میں تمھارا رب ہوں تو میری ہی عبادت کیا کرو اور یہ لوگ اپنے معاملے میں باہم متفرق ہو گئے (مگر) سب ہماری طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ جو نیک کام کرے گا اور مومن بھی ہوگا تو اُس کی کوشش رائیگاں نہ جائے گی اور ہم اس کے لیے (ثوابِ اعمال) لکھ رہے ہیں۔''

لوگ دین، توحید اور عبادت کو چھوڑ کر مختلف فرقوں اور گروہوں میں بٹ گئے، ایک گروہ تو مشرکین اور کفار کا ہو گیا اور انبیا و رسل کے ماننے والے بھی گروہ بن گئے، کوئی یہودی ہو گیا، کوئی عیسائی، کوئی کچھ، اور بدقسمتی سے یہ فرقہ بندیاں خود مسلمانوں میں بھی پیدا ہو گئیں اور یہ بھی بیسیوں فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ ان سب کا فیصلہ، جب یہ بارگاہِ الٰہی میں لوٹ کر جائیں گے تو وہیں ہوگا۔

224- تطہیرِ کعبہ اور ندائے خلیل علیہ السلام:

سورۃ الحج (آیت: ۲۶، ۲۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْـًٔا وَّ طَهِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآىِٕفِیْنَ وَ الْقَآىِٕمِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ﴾

”اور (ایک وقت تھا) جب ہم نے ابراہیم کے لیے خانہ کعبہ کو مقام مقرر کیا (اور ارشاد فرمایا) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا اور طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں (اور) سجدہ کرنے والوں کے لیے میرے گھر کو صاف رکھا کرو اور لوگوں میں حج کے لیے منادی کر دو کہ تمھاری طرف پیدل اور دُبلے دُبلے اونٹوں پر جو دُور (دراز) راستوں سے چلے آتے ہوں (سوار ہو کر) چلے آئیں۔“

وہاں یعنی بیت اللہ کی جگہ بتلا دی اور ہم نے ذریتِ ابراہیم علیہ السلام کو وہاں ٹھہرایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طوفانِ نوح علیہ السلام کی ویرانی کے بعد خانہ کعبہ کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ سے ہوئی، جیسے کہ صحیح حدیث سے بھی ثابت ہے:

”سب سے پہلی مسجد جو زمین پر بنائی گئی وہ مسجدِ حرام ہے اور اس کے چالیس سال کے بعد مسجدِ اقصیٰ تعمیر ہوئی۔“[1]

225- دنیوی فوائدِ حج اور قربانیوں کا حکم:

سورۃ الحج (آیت: ۲۸، ۲۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[1] صحیح مسلم (۱/ ۵۲۰) مسند أحمد (۵/ ۱۵۰)

﴿ لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ۝ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَ لْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَ لْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴾

''تاکہ اپنے فائدے کے کاموں کے لیے حاضر ہوں اور (قربانی کے) معلوم ایام میں چوپائے مویشی (کے ذبح کے وقت) جو اللہ نے اُن کو دیے ہیں، ان پر اللہ کا نام لیں۔ اس میں سے تم بھی کھاؤ اور فقیر درماندہ کو بھی کھلاؤ۔ پھر چاہیے کہ لوگ اپنا میل کچیل دُور کریں اور نذریں پوری کریں اور خانہ کعبہ (بیت اللہ) کا طواف کریں۔''

مویشی یا پالتو جانوروں سے مراد اونٹ، گائے، بکری (اور بھیڑ، دنبے) ہیں۔ ان پر اللہ کا نام لینے کا مطلب ان کو ذبح کرنا ہے جو اللہ کا نام لے کر کیا جاتا ہے اور ایامِ معلومات سے مراد، ذبح کے ایام ''ایام تشریق'' ہیں، جو یوم نحر (۱۰ رذوالحجہ) اور تین دن اس کے بعد ہیں۔ یعنی ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ تک قربانی کی جا سکتی ہے۔ عام طور پر ایامِ معلومات سے عشرہ ذوالحجہ اور ایامِ معدودات سے ایامِ تشریق مراد لیے جاتے ہیں۔ تاہم یہاں ''معلومات'' جس سیاق میں آیا ہے، اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ایامِ تشریق مراد ہیں۔ واللہ اعلم.

226- تعظیمِ حرمات اور اجتنابِ شرک و جھوٹ:

① سورۃ الحج (آیت: ۳۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ ذٰلِكَ وَ مَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَ اُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ

الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾

''یہ (ہمارا حکم ہے) اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو اللہ نے مقرر کی ہیں، عظمت رکھے تو یہ اللہ کے نزدیک اس کے حق میں بہتر ہے اور تمھارے لیے مویشی حلال کر دیے گئے ہیں، سوائے اُن کے جو تمھیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں تو بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔''

جھوٹی بات میں، جھوٹی بات کے علاوہ جھوٹی قسم بھی شامل ہے (جس کو حدیث میں شرک اور عقوقِ والدین کے بعد تیسرے نمبر پر کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے) اور سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ اللہ جن چیزوں سے پاک ہے، وہ اس کی طرف منسوب کی جائیں۔ مثلاً اللہ کی اولاد ہے یا فلاں بزرگ اللہ کے اختیارات میں شریک ہے۔

٢ سورۃ الحج (آیت: ۳۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ﴾

''صرف ایک اللہ کے ہو کر اور اُس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرا کر اور جو شخص (کسی کو) اللہ کے ساتھ شریک مقرر کرے تو وہ گویا ایسا ہے جیسے آسمان سے گر پڑے، پھر اُس کو پرندے اچک لے جائیں یا ہوا کسی دُور جگہ اُڑا کر پھینک دے۔''

227- قربانی کا گوشت، ذکرِ الٰہی اور صبر و نماز کا حکم:

١ سورۃ الحج (آیت: ۳۴ تا ۳۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ

مِّنۡ بَهِيۡمَةِ الۡاَنۡعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسۡلِمُوۡا ؕ وَبَشِّرِ الۡمُخۡبِتِيۡنَ ۙ الَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ وَالصّٰبِرِيۡنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمۡ وَالۡمُقِيۡمِى الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ ۚ وَالۡبُدۡنَ جَعَلۡنٰهَا لَـكُمۡ مِّنۡ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَـكُمۡ فِيۡهَا خَيۡرٌ ۖ فَاذۡكُرُوا اسۡمَ اللّٰهِ عَلَيۡهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتۡ جُنُوۡبُهَا فَكُلُوۡا مِنۡهَا وَاَطۡعِمُوا الۡقَانِعَ وَالۡمُعۡتَـرَّ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرۡنٰهَا لَـكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴾

''اور ہم نے ہر ایک اُمت کے لیے قربانی کا طریقہ مقرر کر دیا ہے تاکہ جو مویشی چارپائے اللہ نے اُن کو دیے ہیں (اُن کے ذبح کرنے کے وقت) اُن پر اللہ کا نام لیں، سو تمھارا معبود ایک ہی ہے، اُسی کے فرمانبردار ہو جاؤ اور عاجزی کرنے والوں کو خوش خبری سنا دو۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو اُن کے دل ڈر جاتے ہیں اور (جب) ان پر مصیبت پڑتی ہے تو صبر کرتے ہیں اور نماز آداب سے پڑھتے ہیں اور جو (مال) ہم نے ان کو عطا کیا ہے، اُس میں سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں اور قربانی کے اونٹوں کو بھی ہم نے تمھارے لیے شعائر اللہ مقرر کیا ہے، اس میں تمھارے لیے فائدے ہیں تو (قربانی کرنے کے وقت) قطار باندھ کر اُن پر اللہ کا نام لو، جب پہلو کے بل گر پڑیں تو اُن میں سے کھاؤ اور قناعت سے بیٹھ رہنے والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ، اس طرح ہم نے اُن کو تمھارے زیرِ فرماں کر دیا ہے، تاکہ تم شکر کرو۔''

اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کیے جائیں۔ ایک اپنے لیے، دوسرا ملاقاتیوں اور رشتے داروں کے لیے اور

تیسرا سائلین اور معاشرے کے ضرورت مند افراد کے لیے۔ جس کی تائید میں حدیث بھی پیش کی جاتی ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میں نے تمھیں (پہلے) تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت ذخیرہ کر کے رکھنے سے منع کیا تھا، لیکن اب تمھیں اجازت ہے کہ کھاؤ اور جو مناسب سمجھو، ذخیرہ کرو۔"

ایک اور روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: "پس کھاؤ، کھلاؤ اور صدقہ کرو۔"[1]

بعض علما دو حصے کرنے کے قائل ہیں۔ نصف اپنے لیے اور نصف صدقے کے لیے، وہ اس آیت ﴿فَكُلُوْا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ﴾ سے استدلال کرتے ہیں۔ لیکن درحقیقت کسی بھی آیت یا حدیث سے اس طرح کے دو یا تین حصوں میں تقسیم کرنے کا حکم نہیں نکلتا، بلکہ ان میں مطلقاً کھانے کھلانے کا حکم ہے۔ اس لیے اس اطلاق کو اپنی جگہ برقرار رہنا چاہیے اور کسی تقسیم کا پابند نہیں بنانا چاہیے۔

۲ سورۃ المزمل (آیت: ۸ تا ۱۰) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۞ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ۞ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا﴾

"اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرو اور ہر طرف سے بے تعلق ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ (وہی) مشرق اور مغرب کا مالک (ہے اور) اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔ اور جو جو (دل آزار) باتیں یہ لوگ کہتے ہیں، ان کو سہتے رہو اور اچھے طریق سے ان سے کنارہ کش رہو۔"

[1] صحیح البخاري، كتاب الأضاحي (٥٥٦٩) صحیح مسلم، كتاب الأضاحي... (١٩٧١) و سنن أبي داود (٢٨١٢) سنن الترمذي (١٥١٠) سنن النسائي (٤٤٣٦) سنن ابن ماجه (٣٦٦٠)

۳ سورۃ البلد (آیت:۱۷) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ﴾

''پھر ان لوگوں میں بھی (داخل) ہوجاتا جو ایمان لائے اور صبر کی نصیحت کی اور (لوگوں پر) شفقت کرنے کی وصیت کرتے رہے۔''

۴ سورۃ العصر میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾

''عصر کی قسم! کہ انسان نقصان میں ہے۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں حق (بات) کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔''

228- سنت ونظامِ الٰہی:

سورۃ الحج (آیت:۴۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾

''یہ وہ لوگ ہیں کہ اپنے گھروں سے ناحق نکال دیے گئے (انھوں نے کچھ قصور نہیں کیا) ہاں یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب، اللہ ہے اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو (راہبوں کے) خلوت خانے اور (عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور

(مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں اللہ کا بہت سا ذکر کیا جاتا ہے، ویران ہوچکی ہوتیں اور جو شخص اللہ کی مدد کرتا ہے، اللہ اُس کی ضرور مدد کرتا ہے، بے شک اللہ توانا اور بڑا غالب ہے۔"

اس آیت میں ایک سنت الٰہی کا بیان ہے کہ وہ انسانوں کے ہی ایک گروہ کے ذریعے سے دوسرے انسانی گروہ کے ظلم اور اقتدار کا خاتمہ فرماتا رہتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا اور اسی ایک ہی گروہ کو ہمیشہ قوت و اختیار سے بہرہ ور کیے رکھتا تو یہ زمین ظلم و فساد سے بھر جاتی۔ اس لیے یہ قانونِ الٰہی اہلِ دنیا کے لیے فضلِ الٰہی کا خاص مظہر ہے۔

229- نماز وزکات اور اتحاد و جہاد کا حکم:

سورۃ الحج (آیت: ۷۷، ۷۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَ افْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَ جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَ فِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰىكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ﴾

"مومنو! رکوع کرتے اور سجدے کرتے اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو اور نیک کام کرو تاکہ فلاح پاؤ۔ اور اللہ (کی راہ) میں جہاد کرو، جیسا جہاد کرنے کا حق ہے، اُس نے تمھیں برگزیدہ کیا ہے اور تم پر دین

(کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی (اور تمھارے لیے) تمھارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا) اُسی نے پہلے (پہلی کتابوں میں) تمھارا نام مسلمان رکھا تھا اور اس کتاب میں بھی (وہی نام رکھا ہے تو جہاد کرو) تاکہ پیغمبر تمھارے بارے میں شاہد ہوں اور تم لوگوں کے مقابلے میں شاہد ہو اور نماز پڑھو اور زکات دو اور اللہ (کے دین کی رسی) کو پکڑے رہو، وہی تمھارا دوست ہے اور خوب مددگار ہے۔"

اس جہاد سے مراد بعض نے وہ جہادِ اکبر لیا ہے جو اعلاے کلمۃ اللہ کے لیے کفار و مشرکین سے کیا جاتا ہے اور بعض نے اداے امرِ الٰہی کی بجا آوری کہ اس میں بھی نفسِ امارہ اور شیطان کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور بعض نے ہر وہ کوشش مراد لی ہے جو حق اور صداقت کے غلبے اور باطل کی سرکوبی اور مغلوبیت کے لیے کی جائے۔

230- اہلِ فلاح و جنت کے اوصاف:

① پارہ⑱ ﴿قَدْ اَفْلَحَ﴾ سورۃ المومنون (آیت: ۱ تا ۱۱) میں فرمایا:

﴿ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾

"بے شک ایمان والے فلاح پا گئے۔ جو نماز میں عجز و نیاز کرتے

ہیں۔ اور جو بے ہودہ باتوں سے منہ موڑے رہتے ہیں۔ اور زکات ادا کرتے ہیں۔ اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں یا (کنیزوں سے) جو ان کی ملک ہوتی ہیں کہ (ان سے) مباشرت کرنے سے انھیں ملامت نہیں۔ اور جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں، وہ (اللہ کی مقرر کی ہوئی حد سے) نکل جانے والے ہیں۔ اور جو امانتوں اور اقراروں کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ اور جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ یہی لوگ میراث حاصل کرنے والے ہیں۔ جو بہشت کی میراث حاصل کریں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

یہی کامیابی پانے والے اہلِ ایمان ہیں اور رحمٰن کے سچے بندے ہیں۔ جنھیں عباد الرحمٰن کے اوصاف والے بھی کہا جاسکتا ہے۔

② عباد الرحمٰن کے بعض اوصاف کی تفصیل کے لیے سورۃ الفرقان (آیت: ۶۳ تا آخر ۷۶) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۝ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا۝ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا۝ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ

حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۞ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۞ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۞ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۞ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۞ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۞ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا﴾

''اور اللہ کے بندے تو وہ ہیں، جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) گفتگو کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں۔ اور جو اپنے رب کے آگے سجدہ کر کے اور (عجز وادب سے) کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں۔ اور وہ جو دعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ! دوزخ کے عذاب کو ہم سے دُور رکھنا کہ اُس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے۔ اور دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بُری جگہ ہے۔ اور جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ نہ ضرورت سے زیادہ نہ کم۔ اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہیں پکارتے اور جس جاندار کا مار ڈالنا اللہ نے حرام کیا ہے، اُس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریق پر (حکم شریعت کے مطابق) اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہوگا۔ قیامت کے دن اس کو دوگنا عذاب ہوگا اور ذلت اور خواری سے اس میں ہمیشہ رہے گا۔ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تو

بخشنے والا مہربان ہے۔ اور جو توبہ کرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو بے شک وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور وہ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب ان کو بے ہودہ چیزوں کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہو تو بزرگانہ انداز سے گزر جاتے ہیں۔ اور وہ کہ جب ان کو رب کی باتیں سمجھائی جاتی ہیں تو ان پر اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے (بلکہ غور سے سنتے ہیں)۔ اور وہ جو (اللہ سے) دعا مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔ ان (صفات کے) لوگوں کو ان کے صبر کے بدلے اونچے اونچے محل دیے جائیں گے اور وہاں فرشتے ان سے دعا و سلام کے ساتھ ملاقات کریں گے۔ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت ہی عمدہ جگہ ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ رحمٰن کے بندے وہ ہیں، جو ایک طرف راتوں کو اٹھ کر عبادت کرتے ہیں اور دوسری طرف وہ ڈرتے بھی ہیں کہ کہیں کسی غلطی یا کوتاہی پر اللہ کی گرفت میں نہ آ جائیں، اس لیے وہ عذابِ جہنم سے پناہ طلب کرتے ہیں۔ گویا اللہ کی عبادت و اطاعت کے باوجود اللہ کے عذاب اور اس کے مواخذے سے انسان کو بے خوف اور اپنی عبادت و طاعتِ الٰہی پر کسی غرور اور گھمنڈ میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔

حق کے ساتھ قتل کرنے کی تین صورتیں ہیں:

① اسلام کے بعد کوئی دوبارہ کفر اختیار کرے، جسے ارتداد کہتے ہیں۔
② شادی شدہ ہو کر بدکاری کا ارتکاب کرے۔ ③ کسی کو قتل کر دے۔

ان صورتوں میں اسے قتل کیا جائے گا۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے سوال کیا: کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کہ تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے،

دراں حالیکہ اس نے تجھے پیدا کیا۔'' اس نے کہا: اس کے بعد کون سا گناہ بڑا ہے؟ فرمایا: ''اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرنا کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی۔'' اس نے پوچھا: پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان باتوں کی تصدیق اس آیت سے ہوتی ہے، پھر آپ نے اس آیت (٦٨) کی تلاوت فرمائی۔[1]

آیت (٧٠) کے ایک معنیٰ تو یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کا حال تبدیل فرما دیتا ہے، اسلام قبول کرنے سے پہلے وہ برائیاں کرتا تھا، اب نیکیاں کرتا ہے، پہلے شرک کرتا تھا، اب صرف اللہ واحد کی عبادت کرتا ہے، پہلے کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑتا تھا، اب مسلمانوں کی طرف سے کافروں سے لڑتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ دوسرے معنیٰ یہ ہوئے کہ اس کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا جاتا ہے، اس کی تائید حدیث میں بھی ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں اس شخص کو جانتا ہوں، جو سب سے آخر میں جنت میں داخل ہونے والا ہے اور سب سے آخر میں جہنم سے نکلنے والا ہوگا۔ یہ وہ آدمی ہوگا کہ قیامت کے دن اس پر اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کیے جائیں گے، بڑے ایک طرف رکھ دیے جائیں گے۔ اس کو کہا جائے گا کہ تو نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں کام کیا تھا؟ وہ ہاں میں جواب دے گا، انکار کی اسے طاقت نہ ہوگی۔ علاوہ ازیں وہ اس بات سے بھی ڈر رہا ہوگا کہ ابھی تو بڑے گناہ بھی پیش کیے جائیں گے۔ اتنے میں اس سے کہا جائے گا کہ جا، تیرے لیے ہر برائی کے بدلے ایک نیکی ہے۔ اللہ کی مہربانی دیکھ کر کہے گا کہ ابھی تو میرے بہت سے اعمال ایسے ہیں کہ میں انھیں یہاں نہیں دیکھ رہا، یہ بیان کرکے رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے، یہاں

[1] صحيح البخاري، تفسير سورة البقرة (٤٤٧٧) صحيح مسلم، كتاب الإيمان (٨٦)

تک کہ آپ ﷺ کے دانت ظاہر ہو گئے۔"[1]

③ سورۃ المعارج (آیت: ۱۹ سے ۳۵) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۝ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۝ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴾

"کچھ شک نہیں کہ انسان کم حوصلہ پیدا ہوا ہے۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے۔ اور جب آسائش حاصل ہوتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے۔ مگر نماز گزار۔ جو نماز کا التزام رکھتے (اور بلاناغہ پڑھتے) ہیں۔ اور جن کے مال میں حصہ مقرر ہے۔ (یعنی) مانگنے والے کا اور نہ مانگنے والے کا۔ اور جو روزِ جزا کو سچ سمجھتے ہیں۔ اور جو اپنے پروردگار کے عذاب سے خوف رکھتے ہیں۔ بے شک ان کے پروردگار کا عذاب ہے ہی ایسا کہ اس سے بے خوف نہ ہوا جائے۔ اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں یا لونڈیوں سے کہ (ان کے پاس جانے

[1] صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب ادنىٰ أهل الجنة ... (١٩٠)

پر) انھیں کچھ ملامت نہیں۔ اور جو لوگ ان کے سوا اور کے خواستگار ہوں، وہ حد سے نکل جانے والے ہیں۔ اور جو اپنی امانتوں اور اقراروں کا پاس کرتے ہیں۔ اور جو اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں۔ اور جو اپنی نماز کی خبر رکھتے ہیں۔ یہی لوگ باغ ہائے بہشت میں عزت واکرام سے ہوں گے۔"

انسان کی جنسی تسکین کے لیے اللہ نے دو جائز ذرائع رکھے ہیں، ایک بیوی اور دوسری لونڈی۔ بہر حال اہلِ ایمان کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ جنسی خواہش کی تکمیل وتسکین کے لیے ناجائز ذریعہ اختیار نہیں کرتے۔

④ سورۃ النور (آیت: ۳۷، ۳۸) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۝ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

"(یعنی ایسے) لوگ جن کو اللہ کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکات دینے سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے اور نہ خرید وفروخت، وہ اس دن سے جب دل (خوف وگھبراہٹ کے سبب) الٹ جائیں گے اور آنکھیں (اوپر کو چڑھ جائیں گی) ڈرتے ہیں۔ تاکہ اللہ ان کو ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلا دے اور اپنے فضل سے زیادہ بھی عطا کرے اور جس کو چاہتا ہے اللہ بے شمار رزق دیتا ہے۔"

231- نیکیوں میں جلدی کرنے والے:

سورۃ المومنون (آیت: ۵۷۔ ۶۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴾

''جو لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے ڈرتے ہیں۔ اور جو لوگ اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جو اپنے پروردگار کے ساتھ شریک نہیں کرتے۔ اور جو دے سکتے ہیں وہ دیتے ہیں اور ان کے دل اس بات سے ڈرتے رہتے ہیں کہ ان کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ یہی لوگ نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی ان کے لیے آگے نکل جاتے ہیں۔''

مومن نیک اعمال کر کے بھی ڈرتے ہیں۔ فرمان ہے کہ احسان اور ایمان کے ساتھ ہی ساتھ نیک اعمال اور پھر اللہ کی ہیبت سے تھرتھرانا اور کانپتے رہنا، یہ ان کی صفت ہے۔[1]

وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، لیکن اللہ سے ڈرتے ہیں کہ کسی کوتاہی کی وجہ سے ہمارا عمل یا صدقہ غیر مقبول قرار نہ پائے۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: ڈرنے والے کون ہیں؟ وہ جو شراب پیتے، بدکاری کرتے اور چوریاں کرتے ہیں؟ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز پڑھتے، روزہ رکھتے اور صدقہ وخیرات کرتے ہیں لیکن ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں یہ غیر مقبول نہ ٹھہریں۔''[2]

232- برائی کو بھلائی سے دفع کرنا اور شیطانی وسوسوں سے اللہ کی پناہ مانگنا:

① سورۃ المومنون (آیت: ۹۶، ۹۷، ۹۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[1] تفسیر ابن کثیر (۳/ ۴۵۹)

[2] سنن الترمذی، تفسیر سورۃ المومنون (۳۱۷۵) مسند أحمد (٦ـ ۱۹۵ـ ۲۰۵)

﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ ۞ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ۞ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ﴾

''اور بُری بات کے جواب میں ایسی بات کہو جو نہایت اچھی ہو اور جو کچھ یہ بیان کرتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے۔ اور کہو کہ اے پروردگار! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور اے پروردگار! اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آ موجود ہوں۔''

۲ جس طرح دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ﴾ [حم السجدة: ٣٤]

''برائی ایسے طریقے سے دور کرو جو اچھا ہو، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمھارا دشمن بھی، تمھارا گہرا دوست بن جائے گا۔''

سورۃ الاعراف (آیت: ۲۰۰) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ﴾

''اور اگر تمھیں شیطان کی جانب سے کوئی وسوسہ پیدا ہو تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو، بے شک وہ سنتا جانتا ہے۔''

نبیِ اکرم ﷺ شیطان سے اس طرح اللہ کی پناہ مانگتے:

«اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَ نَفْخِهٖ وَ نَفْثِهٖ»[1]

نبیِ مکرم ﷺ نے تاکید فرمائی کہ ہر اہم کام کی ابتدا اللہ کے نام سے کرو،

[1] سنن أبي داود، كتاب الصلاة (٧٧٥) سنن الترمذي، كتاب الصلاة (٢٤٢)

یعنی بسم اللہ پڑھ کر، کیونکہ اللہ کی یاد، شیطان کو دور کرنے والی چیز ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ یہ دعا بھی مانگتے تھے:

«اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَرَمِ وَ أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْغَرَقِ، وَ أَعُوذُ بِكَ أَنْ يَتَخَبَّطَنِي الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ»[1]

''اے اللہ! میں از حد بوڑھا ہو جانے سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اس سے کہ کوئی مکان یا دیوار مجھ پر اثر کرے اور غرق ہو جانے سے اور اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ شیطان مجھے موت کے وقت بدحواس کر دے۔''

233- حسنِ ظن:

سورۃ النور (آیت: ۱۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَوْلَآ إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوا هٰذَآ إِفْكٌ مُّبِينٌ ﴾

''جب تم نے وہ بات سنی تھی تو مومن مردوں اور عورتوں نے کیوں اپنے دلوں میں نیک گمان نہ کیا اور کیوں نہ کہا کہ یہ صریح طوفان ہے۔''

یہاں تربیت کے بعض ان پہلوؤں کو نمایاں کیا جا رہا ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کے واقعے میں مضمر ہیں۔ ان میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اہلِ ایمان ایک جان کی طرح ہیں، جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت طرازی کی گئی تو تم نے اپنے اوپر قیاس کرتے ہوئے فوراً اس کی تردید کیوں نہ کی اور اسے بہتانِ صریح کیوں قرار نہیں دیا؟

234- معافی تلافی کا رویہ اپنانا:

سورۃ النور (آیت: ۲۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[1] سنن أبي داود كتاب الطب، رقم الحديث (١٥٥٢) مسند أحمد (٢/ ١٨١)

﴿ وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾

''اور جو لوگ تم میں صاحبِ فضل (اور صاحبِ) وسعت ہیں، وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ رشتے داروں اور محتاجوں اور وطن چھوڑ جانے والوں کو کچھ خرچ پات نہیں دیں گے، ان کو چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے ہو کہ اللہ تمھیں بخش دے اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔''

235- بیوہ عورتوں اور غلاموں کنیزوں کے نکاح کرنا:

سورۃ النور (آیت: ۳۲، ۳۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا ۖ وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ ۚ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَن يُكْرِههُّنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِن بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾

''اور اپنی قوم کی بیوہ عورتوں کے نکاح کر دیا کرو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے بھی جو نیک ہوں (نکاح کر دیا کرو) اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ ان کو اپنے فضل سے خوش حال کر دے گا اور اللہ (بہت)

وسعت والا اور (سب کچھ) جاننے والا ہے۔ اور جن کو بیاہ کا مقدور نہ ہو، وہ پاک دامنی کو اختیار کیے رہیں، یہاں تک کہ اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے اور جو غلام تم سے مکاتبت چاہیں، اگر تم ان میں (صلاحیت اور) نیکی پاؤ تو ان سے مکاتبت کر لو اور اللہ نے جو مال تمھیں بخشا ہے، اس میں سے ان کو بھی دو اور اپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں تو (بے شرمی سے) دنیوی زندگی کے فوائد حاصل کرنے کے لیے بدکاری پر مجبور نہ کرنا اور جو ان کو مجبور کرے گا تو ان (بیچاریوں) کے مجبور کیے جانے کے بعد اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

اس آیت میں خطاب اولیا سے ہے کہ نکاح کر دو۔ یہ نہیں فرمایا کہ نکاح کر لو کہ مخاطب نکاح کرنے والے مرد و عورت ہوتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت ولی کی اجازت اور رضا مندی کے بغیر از خود اپنا نکاح نہیں کر سکتی، جس کی تائید احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ اسی طرح امر کے صیغے سے بعض نے استدلال کیا ہے کہ نکاح کرنا واجب ہے، جب کہ بعض نے اسے مباح و جائز اور بعض نے مستحب و پسندیدہ قرار دیا ہے۔ تاہم استطاعت رکھنے والے کے لیے یہ سنتِ موکدہ بلکہ بعض حالات میں واجب ہے اور اس سے اجتناب کرنے کی سخت وعید ہے۔ نبیِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

"جس نے میری سنت سے انکار کیا، وہ مجھ سے نہیں۔"[1]

محض غربت اور تنگ دستی نکاح میں مانع نہیں ہونی چاہیے، ممکن ہے نکاح کے بعد اللہ ان کی تنگ دستی کو اپنے فضل سے وسعت ورزق میں بدل دے۔ حدیث میں آتا ہے کہ تین شخص ہیں جن کی اللہ ضرور مدد فرماتا ہے:

1. نکاح کرنے والا جو پاک دامنی کی نیت سے نکاح کرتا ہے۔
2. مکاتب غلام، جو ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٠٦٣) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٤٠١)

۳ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔[1]

جب تک شادی کی استطاعت حاصل نہ ہوجائے، پاکدامنی کے لیے نفلی روزے رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ فرمایا:

''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو شادی کی طاقت رکھتا ہے، اسے (اپنے وقت پر) شادی کرلینی چاہیے، اس لیے کہ اس سے آنکھوں اور شرم گاہ کی حفاظت ہوجاتی ہے اور جو شادی کی طاقت نہیں رکھتا، اسے چاہیے کہ وہ (کثرت سے نفلی) روزے رکھے، روزے اس کی جنسی خواہش کو قابو میں رکھیں گے۔''[2]

236- فرماں برداری، راہِ ہدایت اور پیغام رسانی:

سورۃ النور (آیت: ۵۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾

''کہہ دو کہ اللہ کی فرماں برداری کرو اور رسول اللہ کے حکم پر چلو، اگر منہ موڑو گے تو رسول پر (اس چیز کا ادا کرنا ہے) جو ان کے ذمے ہے اور تم پر (اس چیز کا ادا کرنا) ہے جو تمھارے ذمے ہے اور اگر تم ان کے فرمان پر چلو گے تو سیدھا راستہ پاؤ گے اور رسول کے ذمے تو صاف صاف (احکامِ الٰہی کا) پہنچا دینا ہے۔''

کوئی ان کی دعوت کو مانے یا نہ مانے، جس طرح دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَ عَلَيْنَا الْحِسَابُ﴾ [الرعد: ٤٠]

[1] شرح صحيح البخاري لابن الملقن (٢٤/ ٢٣٦) البدر المنير (٧/ ٤٣٢)

[2] صحيح البخاري، كتاب الصوم (١٩٠٥) صحيح مسلم، كتاب النكاح (١٤٠٠)

''اے پیغمبر! تیرا کام صرف (ہمارے احکام) پہنچا دینا ہے (کوئی مانتا ہے یا نہیں) اور حساب ہماری ذمے داری ہے۔''

237- نماز وزکات اور اطاعتِ رسول ﷺ:

سورۃ النور (آیت:۵۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾

''اور نماز پڑھتے رہو اور زکات دیتے رہو اور پیغمبرِ الٰہی کے فرمان پر چلتے رہو، تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔''

یہاں مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ اللہ کی رحمت اور مدد حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے، جس پر چل کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ رحمت اور مدد حاصل ہوئی۔

238- اجازت لے کر داخل ہونے کے اوقات:

سورۃ النور (آیت: ۵۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾

''مومنو! تمھارے غلام لونڈیاں اور جو بچے تم میں سے بلوغت کو نہیں پہنچے تین دفعہ (تین اوقات میں) تم سے اجازت لیا کریں (ایک تو) نمازِ صبح

سے پہلے اور (دوسرے گرمی کی دوپہر کو) جب تم کپڑے اتار دیتے ہو اور تیسرے عشا کی نماز کے بعد۔ (یہ) تین (وقت) تمھارے پردے (کے) ہیں، ان کے (آگے) پیچھے (دوسرے اوقات میں) نہ تم پر کچھ گناہ ہے نہ ان پر کہ کام کاج کے لیے ایک دوسرے کے پاس آتے رہتے ہو، اس طرح اللہ اپنی آیتیں تم پر کھول کھول کر بیان فرماتا ہے اور اللہ بڑا علم والا اور حکمت والا ہے۔''

غلاموں سے مراد باندیاں اور غلام دونوں ہیں۔ ''ثَلٰثَ مَرّٰتٍ'' کا مطلب تین وقت ہیں۔ یہ تینوں اوقات ایسے ہیں کہ انسان اپنے گھر میں اپنی بیوی کے ساتھ بہ کارِ خاص مصروف یا ایسے لباس میں ہوسکتا ہے جس میں کسی کا ان کو دیکھنا جائز اور مناسب نہیں۔ اس لیے ان اوقاتِ ثلاثہ میں گھر کے ان خدمت گزاروں کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ بغیر اجازت طلب کیے گھر کے اندر داخل ہوں۔

239- بالغ لڑکوں کا اجازت لے کر داخل ہونا:

سورۃ النور (آیت: ۵۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾

''اور جب تمھارے لڑکے بالغ ہو جائیں تو ان کو بھی اسی طرح اجازت لینی چاہیے، جس طرح ان سے اگلے (بڑے آدمی) اجازت حاصل کرتے ہیں، اس طرح اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی آیتیں کھول کھول کر سناتا ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔''

240- بوڑھی خواتین کے لیے پردے کی نرمی:

سورۃ النور (آیت: ٦٠) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍ وَّاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴾

''اور بڑی عمر کی عورتیں جن کو نکاح کی توقع نہیں رہی اور وہ کپڑے اتار کر (سرننگا کر لیا) کریں تو ان پر کچھ گناہ نہیں، بشرطیکہ اپنی زینت کی چیزیں نہ ظاہر کریں اور اگر اس سے بھی بچیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے اور اللہ سنتا اور جانتا ہے۔''

ان سے مراد وہ بوڑھی اور از کار رفتہ عورتیں ہیں، جن کو حیض آنا بند ہو گیا ہو اور ولادت کے قابل نہ رہی ہوں، اس عمر میں بالعموم عورت کے اندر مرد کے لیے فطری طور پر جو جنسی کشش ہوتی ہے، وہ ختم ہو جاتی ہے۔ وہ کسی مرد سے نکاح کی خواہش مند ہوتی ہیں نہ مرد ہی ان کے لیے ایسے جذبات رکھتے ہیں۔ ایسی عورتوں کو پردے میں تخفیف کی اجازت دے دی گئی ہے۔ ''کپڑے اتار دیں'' سے مراد جو شلوار قمیص کے اوپر عورت پردے کے لیے بڑی چادر یا برقعہ وغیرہ کی شکل میں لیتی ہے، بشرطیکہ مقصد اپنی زینت اور بناؤ سنگھار کا اظہار نہ ہو۔ کوئی عورت اپنی جنسی کشش کھو جانے کے باوجود اگر بناؤ سنگھار کے ذریعے سے اپنی جنسیت کو نمایاں کرنے کے مرض میں مبتلا ہو تو اس تخفیفِ پردہ کے حکم سے مستثنیٰ ہوگی اور اس کے لیے مکمل پردہ کرنا ضروری ہوگا۔

241۔ جن گھروں سے کھانا جائز ہے:

سورۃ النور (آیت:٦١) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَیْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِیْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُیُوْتِكُمْ اَوْ

بُيُوتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا﴾

''اندھے پر، لنگڑے پر، بیمار پر اور خود تم پر (مطلقاً) کوئی حرج نہیں کہ تم اپنے گھروں سے کھالو یا اپنے باپوں کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کے کنجیوں کے تم مالک ہو یا اپنے دوستوں کے گھروں سے، تم پر اس میں بھی کوئی گناہ نہیں کہ تم سب ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤ یا الگ الگ۔''

بعض علما نے صراحت کی ہے کہ اس سے وہ عام قسم کا کھانا مراد ہے، جس کے کھاجانے سے کسی کو گرانی محسوس نہیں ہوتی۔ البتہ ایسی عمدہ چیزیں جو مالکوں نے خصوصی طور پر الگ چھپا کر رکھی ہوں، تاکہ کسی کی نظر ان پر نہ پڑے، اسی طرح ذخیرہ شدہ چیزیں، ان کا کھانا اور ان کو اپنے مقصد میں لانا جائز نہیں۔[1]

اسی طرح بیٹوں کے گھر انسان کے اپنے ہی گھر ہیں، جس طرح حدیث میں ہے:

«أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ»[2] ''تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔''

دوسری حدیث ہے:

«وَلَدُ الرَّجُلِ مِنْ كَسْبِهِ»[3] ''آدمی کی اولاد اس کی کمائی سے ہے۔''

① أيسر التفاسير للجزائري (٣/ ٥٩١)

② سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٢٢٩١) مسند أحمد (٢/ ١٧٩)

③ سنن أبي داود، رقم الحديث (٣٥٢٨ وصححه الألباني) سنن ابن ماجه (٢١٣٧)

242- اپنے گھر والوں کو سلام کہنا:

سورۃ النور (آیت: ۶۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾

''اور جب گھروں میں جایا کرو تو اپنے (گھر والوں کو) سلام کیا کرو (یہ) اللہ کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے، اس طرح اللہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو۔''

اس میں اپنے گھروں میں داخل ہونے کا ادب بیان کیا گیا ہے کہ داخل ہوتے وقت اہل خانہ کو سلام عرض کرو۔ آدمی کے لیے اپنے بچوں یا بیوی کو سلام کرنا بالعموم گراں گزرتا ہے، لیکن اہلِ ایمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے مطابق ایسا کریں۔ آخر اپنی بیوی بچوں کو سلامتی کی دعا سے کیوں محروم رکھا جائے؟

243- دعوتِ عامہ کا حکم:

پارہ⑲ ﴿وَقَالَ الَّذِينَ﴾ سورۃ الشعراء (آیت: ۲۱۴، ۲۱۵) میں فرمایا:

﴿ وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ۝ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

''اور اپنے قریب کے رشتے داروں کو ڈر سنا دو اور جو مومن تمھارے پیرو ہو گئے ہیں، ان سے متواضع پیش آؤ۔''

پیغمبر کی دعوت صرف رشتے داروں کے لیے نہیں، بلکہ پوری قوم کے لیے ہوتی ہے اور نبیِ مکرم ﷺ تو پوری نسلِ انسانی کے لیے ہادی اور رہبر بن کر آئے تھے۔ قریبی رشتے داروں کو دعوتِ ایمان، دعوتِ عام کے منافی نہیں، بلکہ اسی کا ایک

حصہ یا اس کا ترجیحی پہلو ہے۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی سب سے پہلے اپنے باپ آزر کو توحید کی دعوت دی تھی۔ اس حکم کے بعد نبیِ اکرم ﷺ صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور "یَا صَبَاحَا" کہہ کر آواز دی۔ یہ کلمہ اس وقت بولا جاتا ہے، جب دشمن اچانک حملہ کر دے، اس کے ذریعے قوم کو خبردار کیا جاتا ہے۔ یہ کلمہ سن کر لوگ جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے قریش کے مختلف قبیلوں کے نام لے لے کر فرمایا:

"بتلاؤ اگر میں تمھیں یہ کہوں کہ اس پہاڑی کی پشت پر دشمن کا لشکر موجود ہے، جو تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے، تو کیا تم مانو گے؟ سب نے کہا ہاں، یقیناً ہم تصدیق کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ نے نذیر بنا کر بھیجا ہے، میں تمھیں ایک سخت عذاب سے ڈراتا ہوں، اس پر ابولہب نے کہا: تیرے لیے ہلاکت ہو، کیا تو نے ہمیں اس لیے بلایا تھا؟ اس کے جواب میں سورت ﴿تَبَّتْ يَدَآ﴾ تبت نازل ہوئی۔"[1]

آپ ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اپنی پھوپھی صفیہ رضی اللہ عنہا کو بھی فرمایا تھا:

"تم اللہ کے ہاں بچت کا بندوبست کر لو، میں وہاں تمھارے کام نہیں آ سکوں گا۔"[2]

244- صبر اور بھلائی کا دہرا بدلہ:

① پارہ ⑳ ﴿أَمَّنْ خَلَقَ﴾ سورۃ القصص (آیت: ۵۴) میں فرمایا:

﴿ أُولَٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴾

"ان لوگوں کو دوگنا بدلا دیا جائے گا، کیونکہ صبر کرتے رہے ہیں اور

① صحيح البخاري، تفسير سورة المسد (٤٩٣١)

② صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب: ﴿وَأَنذِرْ...﴾ (٢٠٦)

بھلائی کے ساتھ بُرائی کو دُور کرتے ہیں اور جو (مال) ہم نے اُن کو دیا ہے، اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

"صَبْر" سے مراد ہر قسم کے حالات میں انبیا علیہم السلام اور کتابِ الٰہی پر ایمان اور اس پر ثابت قدمی سے قائم رہنا ہے۔ پہلی کتاب آئی تو اس پر اور اس کے بعد دوسری پر ایمان رکھا۔ پہلے نبی پر ایمان لائے۔ اس کے بعد دوسرا نبی آ گیا تو اس پر ایمان لائے۔ ان کے لیے دوہرا اجر ہے۔ حدیث میں بھی ان کی یہ فضیلت بیان کی گئی ہے۔ نبیِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

"تین آدمیوں کے لیے دوہرا اجر ہے، ان میں سے ایک وہ اہلِ کتاب ہے جو اپنے نبی پر ایمان رکھتا تھا اور پھر مجھ پر ایمان لے آیا۔"[1]

② سورۃ الزمر (آیت: ۱۰) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَّاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

"کہہ دو کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جنھوں نے اس دنیا میں نیکی کی ان کے لیے بھلائی ہے اور اللہ کی زمین کشادہ ہے جو صبر کرنے والے ہیں، ان کو بے شمار ثواب ملے گا۔"

③ سورت یوسف (آیت: ۹۰) میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ قَالُوْٓا ءَ اِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَ هٰذَآ اَخِيْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

"وہ بولے کیا تم ہی یوسف ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہاں میں ہی یوسف

[1] صحيح البخاري، كتاب العلم (٩٧) صحيح مسلم، كتاب الإيمان (١٥٤)

ہوں اور (اپنے بھائی کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے) یہ میرا بھائی ہے، اللہ نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے، جو شخص اللہ سے ڈرتا اور صبر کرتا ہے تو اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔"

245- بتوں سے نہیں اللہ سے رزق طلب کرو اور اس کا شکر ادا کرو:

سورۃ العنکبوت (آیت: ۱۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَ اعْبُدُوْهُ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾

"تم اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے اور طوفان باندھتے ہو تو جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، وہ تمھیں رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے، پس اللہ ہی کے ہاں سے رزق طلب کرو اور اُسی کی عبادت کرو اور اُسی کا شکر ادا کرو، اُسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔"

جب یہ بت تمھاری روزی کے اسباب و وسائل میں سے کسی بھی چیز کے مالک نہیں ہیں۔ وہ بارش برسا سکتے ہیں نہ زمین میں درخت اُگا سکتے ہیں اور نہ سورج کی حرارت پہنچا سکتے ہیں اور نہ تمھیں وہ صلاحیتیں دے سکتے ہیں، جنھیں بروئے کار لا کر تم قدرت کی ان چیزوں سے فیض یاب ہوتے ہو، تو پھر تم روزی اللہ ہی سے طلب کرو، اسی کی عبادت اور اسی کی شکر گزاری کرو۔

246- تلاوتِ قرآن کا حکم اور اقامتِ نماز کے فائدے:

پارہ ۲۱ ﴿اُتْلُ مَاۤ اُوْحِيَ﴾ سورۃ العنکبوت (آیت: ۴۵) میں فرمایا:

﴿ اُتْلُ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ

تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ﴾

''(اے نبی!) یہ کتاب جو تمھاری طرف وحی کی گئی ہے، اس کو پڑھا کرو اور نماز کے پابند رہو، کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور بُری باتوں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر بڑا (اچھا کام) ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اُسے جانتا ہے۔''

نماز سے (بشرطیکہ وہ صحیح نماز ہو) انسان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہو جاتا ہے، جس سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہوتی ہے جو زندگی کے ہر موڑ پر اس کے عزم و ثبات کا باعث اور ہدایت کا ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔

اسی لیے قرآن کریم میں کہا گیا ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ﴾ [البقرۃ: ۱۵۳]

''اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔''

نماز اور صبر کوئی مرئی چیز تو ہے نہیں کہ انسان ان کا سہارا پکڑ کر ان سے مدد حاصل کرلے، یہ غیر مرئی چیز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے ذریعے سے انسان کا اپنے رب کے ساتھ جو خصوصی ربط و تعلق پیدا ہوتا ہے، وہ قدم قدم پر اس کی دستگیری اور راہنمائی کرتا ہے، اسی لیے نبیِ اکرم ﷺ کو رات کی تنہائی میں تہجد کی نماز پڑھنے کی تاکید کی گئی، کیونکہ آپ ﷺ کو جو عظیم کام سونپا گیا تھا، اس میں آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی مدد کی بہت ضرورت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ خود آنحضرت ﷺ کو بھی جب کوئی اہم مرحلہ درپیش ہوتا تو آپ ﷺ نماز کا اہتمام فرماتے:

«إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ فَزِعَ إِلَى الصَّلَاةِ» [1]

---

[1] مسند أحمد (٥/ ٣٨٨) و سنن أبي داود (١٣١٩) صحيح الجامع (٤٧٠٣)

"جب آپ کو کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو نماز کی طرف جلدی کرتے۔"

اس لیے کہ آدمی جب تک نماز میں ہوتا ہے، برائی سے رکا رہتا ہے۔ لیکن بعد میں اس کی تاثیر کمزور ہو جاتی ہے، اس کے برعکس ہر وقت اللہ کا ذکر اس کے لیے ہر وقت برائی میں مانع رہتا ہے۔

247- اہلِ کتاب سے جدال:

سورۃ العنکبوت (آیت: ۴۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَ قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَ اِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾

"اور اہلِ کتاب سے جھگڑا نہ کرو، مگر ایسے طریق سے کہ نہایت اچھا ہو، ہاں جو اُن میں سے بے انصافی کریں (اُن کے ساتھ اسی طرح مجادلہ کرو) اور کہہ دو کہ جو (کتاب) ہم پر اتری اور جو (کتابیں) تم پر اُتریں، ہم سب پر ایمان لاتے ہیں اور ہمارا اور تمھارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اُسی کے فرماں بردار ہیں۔"

وہ بحث و مجادلہ میں افراط سے کام لیں تو تمھیں بھی سخت لب و لہجہ اختیار کرنے کی اجازت ہے۔ بعض نے پہلے گروہ سے مراد وہ اہلِ کتاب مراد لیے ہیں، جو مسلمان ہوگئے تھے اور دوسرے گروہ سے وہ اشخاص جو مسلمان نہیں ہوئے، بلکہ یہودیت و نصرانیت پر قائم رہے اور بعض نے ﴿ظَلَمُوْا مِنْهُمْ﴾ کا مصداق ان اہلِ کتاب کو لیا ہے، جو مسلمانوں کے خلاف جارحانہ عزائم رکھتے تھے اور جدال و قتال کے بھی مرتکب ہوتے تھے۔ ان سے تم بھی قتال کرو، تا آنکہ وہ مسلمان ہو جائیں یا جزیہ دیں۔

248- دین کی طرف یکسوئی:

① سورۃ الروم (آیت: ۳۰، ۳۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ وَاتَّقُوْهُ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴾

’’تم ایک طرف کے ہو کر دینِ (الٰہی کے راستے) پر سیدھا منہ کیے چلے جاؤ (اور) اللہ کی فطرت کو جس پر اُس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، (اختیار کیے رہو) اللہ کی بنائی ہوئی (فطرت) میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (مومنو!) اُسی (اللہ) کی طرف رجوع کیے رہو اور اُس سے ڈرتے رہو اور نماز پڑھتے رہو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جانا۔‘‘

اللہ کی اس فطرت کو تبدیل نہ کرو، بلکہ صحیح تربیت کے ذریعے سے اس کی نشو و نما کرو، تاکہ ایمان و توحید بچوں کے دلوں میں راسخ ہو جائے۔ [1]

② آگے سورۃ الروم (آیت: ۴۳) میں بھی ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ الْقَیِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ یَوْمَىِٕذٍ یَّصَّدَّعُوْنَ ﴾

’’اس روز سے پہلے جو اللہ کی طرف سے آ کر رہے گا اور رُک نہیں سکے گا، دین (کے راستے) پر سیدھا منہ کیے چلے چلو، اُس روز (سب)

---

① تفسیر أحسن البیان (ص: ۹۲۶) صحیح تربیت کی تفصیل کے لیے دیکھیں ہماری کتاب: ’’تربیتِ اولاد‘‘ طبع مکتبہ کتاب وسنت، ام القریٰ پبلی کیشنز۔

لوگ منتشر ہو جائیں گے۔"

اس دن کے آنے کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اس لیے اس دن (قیامت) کے آنے سے پہلے اطاعتِ الٰہی کا راستہ اختیار کر لیں اور نیکیوں سے اپنا دامن بھر لیں۔[1]

249- حق داروں کی حق رسی کرنا:

سورۃ الروم (آیت: ۳۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾

"اہلِ قرابت اور محتاجوں اور مسافروں کو اُن کا حق دیتے رہو، جو لوگ رضائے الٰہی کے طالب ہیں، یہ اُن کے حق میں بہتر ہے اور یہی لوگ نجات حاصل کرنے والے ہیں۔"

اصحابِ ثروت کو چاہیے کہ وہ اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے ان کا حق ادا کرتے رہیں، جو ان کے مال میں مستحق رشتے داروں، مساکین اور مسافروں کا رکھا گیا ہے۔ رشتے دار کا حق اس لیے مقدم کیا ہے کہ اس کی فضیلت زیادہ ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ غریب رشتے دار کے ساتھ احسان کرنا دوہرے اجر کا باعث ہے، ایک صدقے کا اجر اور دوسرا صلہ رحمی کا۔ علاوہ ازیں اسے حق سے تعبیر کر کے اس طرف بھی اشارہ فرمایا کہ امداد کر کے ان پر احسان نہیں کرو گے، بلکہ ایک حق کو ہی ادا کرو گے۔

250- دامنِ صبر تھامے رکھو:

1. سورۃ الروم (آیت: ٦٠) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴾

[1] تفسیر أحسن البیان (ص: ۹۳۰)

''پس تم صبر کرو، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور (دیکھو) جو لوگ یقین نہیں رکھتے، وہ تمھیں بے صبرا نہ بنا دیں۔''

لوگ آپ کو غضب ناک کر کے صبر و حلم ترک کرنے یا خوش آمد پر مجبور نہ کر دیں، بلکہ آپ اپنے موقف پر ڈٹے رہیں اور اس سے انحراف نہ کریں۔

۲ سورت آل عمران (آیت: ۱۸۶) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾

''(اے اہلِ ایمان!) تمھارے مال و جان میں تمھاری آزمایش کی جائے گی اور تم اہلِ کتاب سے اور اُن لوگوں سے جو مشرک ہیں بہت سی ایذا کی باتیں سنو گے، تو اگر صبر اور پرہیزگاری کرتے رہو گے تو یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔''

اہلِ کتاب سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں۔ یہ نبیِ اکرم ﷺ، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مختلف انداز سے طعن و تشنیع کرتے رہتے تھے۔ اسی طرح مشرکینِ عرب کا حال تھا۔ علاوہ ازیں مدینے میں آنے کے بعد منافقین بالخصوص ان کا رئیس عبداللہ بن ابی بھی آپ ﷺ کی شان میں استخفاف کرتا رہتا تھا۔ آپ ﷺ کے مدینے آنے سے قبل اہلِ مدینہ اسے اپنا سردار بنانے لگے تھے اور اس کے سر پر تاجِ سیادت رکھنے کی تیاری مکمل ہو چکی تھی کہ آپ ﷺ کے آنے سے اس کا یہ سارا خواب بکھر کر رہ گیا، جس کا اسے شدید صدمہ تھا، چنانچہ انتقام کے طور پر یہ شخص آپ ﷺ کے خلاف کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا۔ ان حالات میں مسلمانوں کو عفو و درگزر اور صبر و تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کی جا رہی ہے۔ جس سے

معلوم ہوا کہ داعیانِ حق کا اذیتوں اور مشکلات سے دوچار ہونا، اس راہِ حق کے ناگزیر مرحلوں میں سے ہے اور اس کا علاج صبر فی اللہ اور استعانت باللہ کے سوا کچھ نہیں۔

251- شکرِ الٰہی اور شکرِ والدین:

سورت لقمان (آیت: ۱۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴾

"اور ہم نے انسان کو جسے اُس کی ماں تکلیف پر تکلیف سہہ کر پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے (پھر اُس کو دودھ پلاتی ہے) اور (آخر کار) دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے، (اپنے اور) اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے کہ میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی (کہ تم کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔"

ماں کے تکلیف پر تکلیف اٹھانے کا مطلب ہے رحمِ مادر میں بچہ جس حساب سے بڑھتا جاتا ہے، ماں پر بوجھ بڑھتا جاتا ہے، جس سے عورت کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ ماں کی اس مشقت کے ذکر سے اس طرف بھی اشارہ نکلتا ہے کہ والدین کے ساتھ احسان کرتے وقت ماں کو مقدم رکھا جائے، جیسا کہ حدیث میں بھی مروی ہے۔

252- نماز و تبلیغ اور صبر کا حکم:

سورت لقمان (آیت: ۱۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾

"بیٹا! نماز کی پابندی رکھنا اور (لوگوں کو) اچھے کاموں کے کرنے کا حکم دینا اور بُری باتوں سے منع کرتے رہنا اور جو مصیبت تجھ پر واقع ہو اُس پر صبر کرنا، بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔"

اقامتِ صلات، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور مصائب پر صبر کا اس لیے ذکر کیا کہ یہ تینوں اہم ترین عبادات اور امورِ خیر کی بنیاد ہیں۔ مذکورہ باتیں اُن کاموں میں سے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمائی ہے اور بندوں پر انھیں فرض قرار دیا ہے، یا یہ ترغیب ہے عزم و ہمت پیدا کرنے کی، کیوں کہ عزم و ہمت کے بغیر طاعاتِ مذکورہ پر عمل ممکن نہیں۔ بعض مفسرین کے نزدیک ﴿ذٰلِكَ﴾ کا مرجع صبر ہے۔ اس سے پہلے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی وصیت ہے اور اس راہ میں شدائد و مصائب اور طعن و ملامت ناگزیر ہے، اس لیے اس کے فوراً بعد صبر کی تلقین کرکے واضح کر دیا کہ صبر کا دامن تھامے رکھنا کہ یہ عزم و ہمت کے کاموں میں سے ہے اور اہلِ عزم وہمت کا ایک بڑا ہتھیار، اس کے بغیر فریضۂ تبلیغ کو ادا کرنا ممکن نہیں۔

253- معتدل چال اور دھیمی آواز:

سورت لقمان (آیت: ۱۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ﴾

"اور اپنی چال میں اعتدال کیے رہنا اور (بولتے وقت) آواز نیچی رکھنا کیونکہ (اونچی آواز گدھوں کی ہے اور) سب آوازوں سے بُری آواز گدھوں کی ہے۔"

چیخ چلا کر بات نہ کر، اس لیے کہ زیادہ اونچی آواز سے بات کرنا ناپسندیدہ

ہے۔ چال بھی اتنی سست نہ ہو، جیسے کوئی بیمار ہو اور نہ اتنی تیز ہو کہ شرف و وقار کے خلاف ہو۔[1]

254- اللہ کی فرماں برداری پر انعام:

سورت لقمان (آیت: ۲۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى وَ اِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾

’’اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ کا فرمانبردار کر دے اور نیکوکار بھی ہو تو اُس نے مضبوط کڑا ہاتھ میں لے لیا اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے۔‘‘

255- روزِ قیامت کا خوف اور فریبِ زندگی:

سورت لقمان (آیت: ۳۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَ لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ لَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾

’’لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو کہ نہ تو باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آئے اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آ سکے، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے پس دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ فریب دینے والا (شیطان) تمھیں اللہ کے بارے میں کسی طرح کا فریب دے۔‘‘

مطلب یہ ہے کہ اگر باپ چاہے کہ بیٹے کو بچانے کے لیے اپنی جان

[1] تفسیر أحسن البیان (ص: ۹۳۹)

کا بدلہ، یا بیٹا باپ کے بدلے اپنی جان بطور معاوضہ پیش کر دے، تو وہاں ممکن نہیں ہوگا، ہر شخص کو اپنے کیے کی سزا بھگتنی ہوگی۔ جب باپ بیٹا ایک دوسرے کے کام نہ آ سکیں گے تو دیگر رشتے داروں کی کیا حیثیت ہوگی اور وہ کیوں کر ایک دوسرے کو نفع پہنچا سکیں گے؟

256- نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا امہات المومنین ہونا:

سورۃ الاحزاب (آیت: ۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا﴾

”پیغمبر مومنوں پر اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور پیغمبر کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں اور رشتے دار آپس میں کتاب اللہ کی رُو سے مسلمانوں اور مہاجروں سے ایک دوسرے (کے ترکے) کے زیادہ حق دار ہیں، مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے احسان کرنا چاہو (تو اور بات ہے) یہ حکم کتاب (قرآن) میں لکھ دیا گیا ہے۔“

نبی اکرم ﷺ اپنی امت کے لیے جتنے شفیق اور خیر خواہ تھے، محتاجِ وضاحت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اس شفقت اور خیر خواہی کو دیکھتے ہوئے اس آیت میں آپ ﷺ کو مومنوں کے اپنے نفس سے بھی زیادہ حق دار، آپ ﷺ کی محبت کو دیگر تمام محبتوں سے فائق تر اور آپ ﷺ کے حکم کو اپنی تمام خواہشات سے اہم ترین قرار دیا ہے، اس لیے مومنوں کے لیے ضروری ہے کہ آپ ﷺ ان کے

جن مالوں کا مطالبہ اللہ کے لیے کریں، وہ آپ ﷺ پر نچھاور کر دیں، چاہے انھیں خود کتنی ہی ضرورت ہو۔ وہ آپ ﷺ سے اپنے نفسوں سے بھی زیادہ محبت کریں (جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے) آپ ﷺ کے حکم کو سب پر مقدم اور آپ ﷺ کی اطاعت کو سب سے اہم سمجھیں ۔ جب تک یہ خود سپردگی نہیں ہوگی:

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ [النساء: ٦٥] کے مطابق آدمی مومن نہیں ہوگا۔ اسی طرح جب تک آپ کی محبت تمام محبتوں پر غالب نہیں ہوگی وہ صحیح مومن نہ ہوگا۔

نبیِ اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن احترام و تکریم میں اور ان سے نکاح نہ کرنے میں ،مومن مردوں اور مومن عورتوں کی مائیں ہیں۔

257- اللہ کے لشکر:

سورۃ الاحزاب (آیت: ۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا﴾

''مومنو! اللہ کی اس مہربانی کو یاد کرو جو (اُس نے) تم پر (اُس وقت کی) جب فوجیں تم پر (حملہ کرنے کو) آئیں تو ہم نے اُن پر ہوا بھیجی اور ایسے لشکر (نازل کیے) جن کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے اور جو کام تم کرتے ہو، اللہ اُن کو دیکھ رہا ہے۔''

اس آیت میں غزوۂ احزاب کی کچھ تفصیل ہے، جو ۵ ؍ہجری میں پیش آیا۔ اسے احزاب اس لیے کہتے ہیں کہ اس موقعے پر تمام اسلام دشمن گروہ جمع ہوکر مسلمانوں کے مرکز ''مدینہ'' پر حملہ آور ہوئے تھے۔ اسے جنگِ خندق بھی کہتے ہیں،

اس لیے کہ مسلمانوں نے اپنے بچاؤ کے لیے مدینے کے اطراف میں خندق کھودی تھی، تاکہ دشمن مدینے کے اندر نہ آ سکیں۔

258- اجرِ عظیم اور دگنی سزا:

پارہ ۲۲ ﴿وَمَنْ يَّقْنُتْ﴾ سورۃ الاحزاب (آیت: ۲۹، ۳۰، ۳۱) میں فرمایا:

﴿ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ وَ مَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَاۤ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَ اَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴾

''اور اگر تم اللہ اور اُس کے پیغمبر اور عاقبت کے گھر (جنت) کی طلب گار ہو تو تم میں جو نیکوکاری کرنے والی ہیں، اُن کے لیے اللہ نے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔ اے پیغمبر کی بیویو! تم میں سے جو کوئی صریح ناشایستہ حرکت کرے گی، اُس کو دوگنی سزا دی جائے گی اور یہ (بات) اللہ کو آسان ہے۔ اور جو تم میں سے اللہ اور اُس کے رسول کی فرماں بردار رہے گی اور نیک عمل کرے گی اُس کو ہم دُوگنا ثواب دیں گے اور اُس کے لیے ہم نے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔''

قرآن میں ﴿اَلْفَاحِشَةُ﴾ (مُعَرَّفْ بِاللَّامِ) کو زنا کے معنیٰ میں استعمال کیا گیا ہے، لیکن ﴿فَاحِشَةٌ﴾ (نکرہ) برائی کے لیے استعمال ہوا ہے، جیسے یہاں ہے۔ یہاں اس کے معنیٰ بداخلاقی اور نامناسب رویے کے ہیں، کیونکہ نبیِ اکرم ﷺ کے ساتھ بداخلاقی اور نامناسب رویہ آپ ﷺ کو ایذا پہنچانا ہے، جس کا ارتکاب کفر ہے۔

علاوہ ازیں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن خود بھی مقامِ بلند کی حامل تھیں اور بلند مرتبہ لوگوں کی معمولی غلطیاں بڑی شمار ہوتی ہیں، اس لیے انھیں دوگنے عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

259- اہلِ بیت کے لیے خصوصی احکامات و عنایات:

سورۃ الاحزاب (آیت: ۳۲، ۳۳، ۳۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا﴾

"اے پیغمبر کی بیویو! تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیزگار رہنا چاہتی ہو تو (کسی اجنبی شخص سے) نرم نرم باتیں نہ کرو، تاکہ وہ شخص جس کے دل میں کسی طرح کا مرض ہے، کوئی امید (نہ) پیدا کرے اور دستور کے مطابق بات کیا کرو۔ اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جس طرح (پہلے) جاہلیت (کے دنوں) میں اظہارِ تجمل کرتی تھیں، اس طرح زینت نہ دکھاؤ اور نماز پڑھتی رہو اور زکات دیتی رہو اور اللہ اور اُس کے رسول کی فرماں برداری کرتی رہو۔ اے (پیغمبر کے) اہلِ بیت! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (کا میل کچیل) دُور کر دے اور تمھیں بالکل پاک صاف کر دے۔ اور تمھارے گھروں میں جو اللہ کی

آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور حکمت (کی باتیں سنائی جاتی ہیں) ان کو یاد رکھو، بے شک اللہ باریک بین اور باخبر ہے۔"

مطلب یہ کہ اے نبی کی بیویو! تمھاری حیثیت اور مرتبہ عام عورتوں کا سا نہیں ہے، بلکہ اللہ نے تمھیں رسول اللہ ﷺ کی زوجیت کا جو شرف عطا فرمایا ہے، اس کی وجہ سے تمھیں ایک امتیازی مقام حاصل ہے اور رسول اللہ ﷺ کی طرح تمھیں بھی امت کے لیے ایک نمونہ بننا چاہیے، چنانچہ انھیں ان کے مقام و مرتبے سے آگاہ کر کے انھیں کچھ ہدایات دی جا رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح عورت کے وجود کے اندر مرد کے لیے جنسی کشش رکھی ہے (جس کی حفاظت کے لیے بھی خصوصی ہدایت دی گئی ہے تاکہ عورت مرد کے لیے فتنے کا باعث نہ بنے) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی آواز میں بھی فطری طور پر دل کشی، نرمی اور نزاکت رکھی ہے جو مرد کو اپنی طرف کھینچتی ہے، بنا بریں اس آواز کے لیے بھی یہ ہدایت دی گئی ہے کہ مردوں سے گفتگو کرتے وقت قصداً ایسا لب ولہجہ اختیار کرو کہ نرمی اور لطافت کی جگہ قدرے سختی اور روکھا پن ہو، تاکہ کوئی بد باطن لہجے کی نرمی سے تمھاری طرف مائل نہ ہو اور اس کے دل میں برا خیال پیدا نہ ہو۔

یہاں گھر سے باہر نکلنے کے آداب بھی بتلا دیے گئے ہیں کہ اگر باہر نکلنے کی ضرورت پیش آ جائے تو بناؤ سنگھار کر کے یا ایسے انداز سے، جس سے تمھارا بناؤ سنگھار ظاہر ہو، مت نکلو، جیسے بے پردہ ہو کر، جس سے تمھارا سر، چہرہ، بازو اور چھاتی وغیرہ لوگوں کو دعوتِ نظارہ دے۔ بلکہ بغیر خوشبو لگائے سادہ لباس میں ملبوس اور باپردہ باہر نکلو۔ ﴿تَبَرُّجْ﴾ بے پردگی اور زیب و زینت کے اظہار کو کہتے ہیں۔ قرآن نے واضح کر دیا کہ یہ تبرج، جاہلیت ہے، جو اسلام سے پہلے تھی اور آئندہ بھی جب کبھی اسے اختیار کیا جائے گا، یہ جاہلیت ہی ہوگی۔ اسلام سے اس کا کوئی تعلق

نہیں ہے، چاہے اس کا کتنا ہی خوش نما اور دل فریب نام (مثلاً روشن خیالی) رکھ لیا جائے۔

اہلِ بیت سے کون مراد ہیں؟ اس کے تعین میں کچھ اختلاف ہے۔ بعض نے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو مراد لیا ہے، جیسا کہ یہاں قرآنِ کریم کے سیاق سے واضح ہے۔ قرآن نے یہاں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہی کو اہل بیت کہا ہے۔ قرآن کے دوسرے مقامات پر بھی بیوی کو اہل بیت کہا گیا ہے۔ بعض لوگ بعض روایات کی رو سے اہلِ بیت کا مصداق صرف حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو مانتے ہیں اور ازواجِ مطہرات کو اس سے خارج سمجھتے ہیں۔ تاہم راہِ اعتدال یہ ہے کہ یہ سبھی اہلِ بیت ہیں، جیسا کہ قرآن کریم کی آیات سے واضح ہے۔[1]

260- مغفرت اور اجرِ عظیم کے مستحق لوگ:

سورۃ الاحزاب (آیت: ۳۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِينَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِينَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِينَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِينَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِينَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِينَ وَالصّٰئِمٰتِ وَالْحٰفِظِينَ فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ أَجْرًا عَظِيْمًا﴾

”(اللہ کے آگے سرِ اطاعت خم کرنے والے) مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور متقی مرد اور متقی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت

[1] مختصر فتح القدير للشوكاني (ص: ١٢٦٥) طبع دار السلام.

کرنے والی عورتیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں، کچھ شک نہیں کہ ان کے لیے اللہ نے بخشش اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔"

اس آیت میں مومنوں کی علامات اور فضائل بیان کیے گئے ہیں۔[1]

261- ذکرِ الٰہی اور تسبیح :

① سورۃ الاحزاب (آیت: ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ وَ اَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا﴾

"اے اہلِ ایمان! اللہ کا بہت ذکر کیا کرو اور صبح وشام اُس کی پاکی بیان کرتے رہو۔ وہی تو ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اُس کے فرشتے بھی، تاکہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اور اللہ مومنوں پر مہربان ہے۔ جس روز وہ اس سے ملیں گے ان کا تحفہ (اللہ کی طرف سے) سلام ہوگا اور اُس نے اُن کے لیے بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔"

ذکرِ الٰہی کرنے والی عورتوں اور مردوں کو ان لوگوں میں سے شمار کیا گیا ہے، جن کے لیے جنت ومغفرت اور اجرِ عظیم تیار کیا گیا ہے، جیسا کہ اسی سورۃ الاحزاب کی (آیت: ۳۵) میں گزرا ہے۔

یہاں بہت سی نعمتوں کے انعام کرنے والے اللہ تعالیٰ کا حکم ہو رہا ہے کہ

① مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: تفسیر ابن کثیر (٤/ ٢٣٢)

ہمیں اس کا ذکر کثرت سے کرنا چاہیے۔①

② سورۃ الحاقہ (آیت:۵۲) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴾

''سوتم اپنے پروردگار کے نام کی تنزیہ وتسبیح کرتے رہو۔''

262- محرم...جن سے پردہ فرض نہیں:

سورۃ الاحزاب (آیت:۵۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَ لَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَ لَآ اِخْوَانِهِنَّ وَ لَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَ لَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَ لَا نِسَآئِهِنَّ وَ لَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ وَ اتَّقِيْنَ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴾

''عورتوں پر اپنے باپوں سے (پردہ نہ کرنے میں) کچھ گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں سے اور نہ اپنے بھائیوں سے اور نہ اپنے بھتیجوں سے اور نہ اپنے بھانجوں سے اور نہ اپنی عورتوں سے اور نہ لونڈیوں سے اور (اے عورتو!) اللہ سے ڈرتی رہو، بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔''

جب عورتوں کے لیے پردے کا حکم نازل ہوا تو پھر گھروں میں موجود اقارب یا ہر وقت آنے جانے والے رشتے داروں کی بابت سوال ہوا کہ ان سے پردہ کیا جائے یا نہیں؟ چنانچہ اس آیت میں اُن اقارب کا ذکر کر دیا گیا جن سے پردے کی ضرورت نہیں۔ اس کی تفصیل سورۃ النور کی آیت (۳۱) میں بھی آئی ہے، اسے کتاب کے دوسرے حصہ ''منکرات وممنوعات'' میں سورۃ النور کے ضمن میں ''محرموں کے سوا کسی کے لیے زینت ظاہر نہ کرنا'' میں ملاحظہ فرما لیا جائے۔

① تفسیر ابن کثیر (٤/ ٤٤١)

اس مقام پر عورتوں کو تقوے کا حکم دے کر واضح کر دیا کہ اگر تمھارے دلوں میں تقویٰ ہوگا تو پردے کا جو اصل مقصد، قلب و نظر کی طہارت اور عصمت کی حفاظت ہے، وہ یقیناً تمھیں حاصل ہوگا، ورنہ حجاب کی ظاہری پابندیاں تمھیں گناہ میں ملوث ہونے سے نہیں بچا سکیں گی۔

263- نبیِ اکرم ﷺ پر صلاۃ وسلام کا حکم:

سورۃ الاحزاب (آیت: ۵۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾

''اللہ اور اُس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں، مومنو! تم بھی اُن پر درود اور سلام بھیجا کرو۔''

اس آیت میں نبیِ مکرم ﷺ کے اس مرتبہ و منزلت کا بیان ہے جو آسمانوں میں آپ ﷺ کو حاصل ہے اور یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرشتوں میں آپ ﷺ کی ثنا و تعریف کرتا اور آپ ﷺ پر رحمتیں بھیجتا ہے اور فرشتے بھی آپ ﷺ کی بلندیِ درجات کی دعا کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اہلِ زمین کو حکم دیا کہ وہ بھی آپ ﷺ پر صلات اور سلام بھیجیں، تاکہ آپ ﷺ کی تعریف میں علوی اور سفلی دونوں عالم متحد ہو جائیں۔[1]

264- نقاب وحجاب کا حکم:

سورۃ الاحزاب (آیت: ۵۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[1] ''درود شریف کے فضائل و مسائل'' پر مشتمل ہماری کتاب نور اسلام اکیڈمی لاہور کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ. (ابو عدنان)

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾

''اے پیغمبر! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ (باہر نکلا کریں تو) اپنے (منہ) پر چادر لٹکا (کر گھونگھٹ نکال) لیا کریں، یہ اَمر ان کے لیے موجب شناخت (وامتیاز) ہوگا تو کوئی اُن کو ایذا نہ دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''[1]

265- فوز وفلاح والے کام:

سورۃ الاحزاب (آیت: ۷۰، ۷۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾

''مومنو! اللہ سے ڈرا کرو اور بات سیدھی کہا کرو۔ وہ تمھارے اعمال درست کر دے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی فرماں برداری کرے گا تو بے شک بڑی مراد پائے گا۔''

مومن کو سیدھی بات کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اپنے تقوے کی ہدایت کرتا اور ان سے فرماتا ہے کہ وہ اس طرح اس کی عبادت کریں، گویا اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور بات بالکل صاف سیدھی اور بھلی کیا کریں۔[2]

① ''وجوبِ نقاب و حجاب'' کے دلائل پر مشتمل ہماری مفصل کتاب مکتبہ کتاب و سنت ریحان چیمہ (سیالکوٹ) کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔ تَقَبَّلَهُ اللّٰهُ. (ابو عدنان)

② تفسير ابن كثير (٤/ ٢٦٨)

266- ذکر وشکرِ نعمت:

سورۃ الفاطر (آیت: ۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾

''لوگو! اللہ کے جو تم پر احسانات ہیں ان کو یاد کرو، کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق (اور رازق) ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دے؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم کہاں بہکے پھرتے ہو؟''

267- تجارتِ نافعہ:

سورۃ الفاطر (آیت: ۲۹، ۳۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَۙ لِیُوَفِّیَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَ یَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ﴾

''جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے، اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں، وہ اس تجارت (کے فائدے) کے امیدوار ہیں جو کبھی تباہ نہیں ہو گی۔ کیونکہ اللہ ان کو پورا پورا بدلہ دے گا اور اپنے فضل سے کچھ زیادہ بھی دے گا وہ تو بخشنے والا (اور) قدردان ہے۔''

اس جگہ بھی مومنوں کی صفات بیان کی گئی ہیں۔

268- اخلاصِ عبادت:

① پارہ ㉓ ﴿وَمَالِیَ﴾ سورۃ الزمر (آیت: ۲، ۳) میں فرمایا:

﴿ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ فَاعۡبُدِ اللّٰہَ مُخۡلِصًا لَّہُ الدِّیۡنَ ۞ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ ؕ وَ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اَوۡلِیَآءَ ۘ مَا نَعۡبُدُہُمۡ اِلَّا لِیُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَی اللّٰہِ زُلۡفٰی ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَحۡکُمُ بَیۡنَہُمۡ فِیۡ مَا ہُمۡ فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ ۬ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِیۡ مَنۡ ہُوَ کٰذِبٌ کَفَّارٌ ﴾

"(اے پیغمبر!) ہم نے یہ کتاب تمھاری طرف سچائی کے ساتھ نازل کی ہے تو اللہ کی عبادت کرو (یعنی) اس کی عبادت کو (شرک سے) خالص کر کے۔ دیکھو خالص عبادت اللہ ہی کے لیے (زیبا ہے) اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور دوست بنائے ہیں (وہ کہتے ہیں) ہم ان کو اس لیے پوجتے ہیں، تاکہ وہ ہم کو اللہ کا مقرب بنا دیں تو جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے ہیں، اللہ ان میں ان کا فیصلہ کر دے گا، بے شک اللہ اس شخص کو جو جھوٹا ناشکرا ہے، ہدایت نہیں دیتا۔"

یہ اخلاصِ عبادت کی تاکید ہے کہ عبادت و اطاعت صرف ایک اللہ ہی کا حق ہے، اس کی عبادت میں کسی کو شریک کرنا جائز ہے نہ اطاعت ہی کا اس کے علاوہ کوئی حق دار ہے۔ البتہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو چونکہ اللہ نے اپنی ہی اطاعت قرار دیا ہے، اس لیے رسول ﷺ کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے، کسی غیر کی نہیں، تاہم عبادت میں یہ بات بھی نہیں۔ اس لیے عبادت اللہ کے سوا کسی بڑے سے بڑے رسول کی بھی جائز نہیں ہے، چہ جائیکہ عام افراد و اشخاص کی ہو، جنھیں لوگوں نے اپنے طور پر خدائی اختیارات کا حامل قرار دے رکھا ہے۔

۴ اسی طرح آیت (۱۱، ۱۲) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قُلۡ اِنِّیۡۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ اللّٰہَ مُخۡلِصًا لَّہُ الدِّیۡنَ ۞ وَ اُمِرۡتُ لِاَنۡ اَکُوۡنَ اَوَّلَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴾

”کہہ دو کہ مجھ سے ارشاد ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کو خالص کر کے اس کی بندگی کروں۔ اور یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ میں سب سے اوّل مسلمان بنوں۔“

③ آگے آیت (۱۳، ۱۴) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قُلْ اِنِّيْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ﴾

”کہہ دو کہ اگر میں اپنے پروردگار کا حکم نہ مانوں تو مجھے بڑے دن کے عذاب سے ڈر لگتا ہے۔ کہہ دو کہ میں اپنے دین کو (شرک سے) خالص کر کے اللہ کی عبادت کرتا ہوں۔“

یہاں حکم دیا جارہا ہے کہ لوگوں میں اعلان کردو کہ باوجود اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے کے عذابِ الٰہی سے بے خوف نہیں ہوں۔ میں بھی اپنے رب کی نافرمانی کروں تو قیامت کے دن عذاب سے نہیں بچ سکتا۔ تو دوسرے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بالاولیٰ اجتناب کرنا چاہیے۔①

④ سورۃ المومن (آیت: ۱۴) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾

”تو اللہ کی عبادت کو خالص کر کے اسی کو پکارو اگرچہ کافر بُرا ہی مانیں۔“

⑤ سورۃ الذاریات (آیت: ۵۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾

”اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بناؤ، میں اس کی طرف سے تم کو صریح راستہ بتانے والا ہوں۔“

⑥ سورۃ النحل (آیت: ۵۲) میں فرمایا ہے:

① تفسیر ابن كثير (٤/ ٤٠٤)

﴿ وَ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ لَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ﴾

''اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اُسی کا ہے اور اُسی کی عبادت لازم ہے تو اللہ کے سوا دوسروں سے کیوں ڈرتے ہو؟''

﴿۷﴾ سورۃ الزمر (آیت: ۹) میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾

''یا وہ جو رات کے وقتوں میں زمین پر پیشانی رکھ کر اور کھڑے ہو کر عبادت کرتا اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید رکھتا ہے، کہو بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے، دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ اور نصیحت تو وہی پکڑتے ہیں جو عقل مند ہیں۔''

269- انابت ورجوع الی اللہ:

﴿۱﴾ سورۃ الزمر (آیت: ۱۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى فَبَشِّرْ عِبَادِ﴾

''اور جنھوں نے اس سے اجتناب کیا کہ بتوں کو پوجیں اور اللہ کی طرف رجوع کیا تو ان کے لیے بشارت ہے تو میرے بندوں کو بشارت سنا دو۔''

﴿۲﴾ آگے سورۃ الزمر (آیت: ۵۴) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ

ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ﴾

''اور اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آ واقع ہو، اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرماں بردار ہو جاؤ، پھر تم کو مدد نہیں ملے گی۔''

270- اچھی باتوں کی پیروی تقاضائے عقل ہے:

سورۃ الزمر (آیت: ۱۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾

''جو بات کو سنتے اور اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور یہی عقل والے ہیں۔''

271- مشرکین کا اقرارِ توحیدِ ربوبیت:

سورۃ الزمر (آیت: ۳۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾

''اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو کہہ دیں گے کہ اللہ نے، کہو کہ بھلا دیکھو تو جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانی چاہے تو کیا وہ اس تکلیف کو دُور کر سکتے ہیں؟ یا اگر مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو وہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ کہہ دو کہ مجھے اللہ ہی کافی ہے بھروسا رکھنے والے اسی پر

بھروسا رکھتے ہیں۔"

272- اللہ سے دعائیں مانگو اور تکبر نہ کرو:

پارہ ۲۴ ﴿فَمَنْ اَظْلَمُ﴾ سورۃ المومن (آیت: ۶۰) میں فرمایا:

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ﴾

"اور تمھارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو، میں تمھاری (دعا) قبول کروں گا، جو لوگ میری عبادت سے راہِ تکبر اپناتے ہیں، عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔"

اس سے پہلی آیت میں اللہ نے وقوعِ قیامت کا تذکرہ فرمایا ہے، لہٰذا اس آیت میں ایسی راہنمائی دی جا رہی ہے، جسے اختیار کر کے انسان آخرت کی سعادتوں سے ہمکنار ہو سکے۔ اس آیت میں دعا سے اکثر مفسرین نے عبادت مراد لی ہے، یعنی صرف ایک اللہ کی عبادت کرو۔ جیسا کہ حدیث میں بھی دعا کو عبادت بلکہ عبادت کا اصل قرار دیا گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دعا سے مراد دعا ہی ہے، یعنی اللہ سے جلبِ نفع اور دفعِ ضرر کا سوال کرنا، کیونکہ دعا کے شرعی اور حقیقی معنیٰ طلب کرنے کے ہیں، دوسرے مفہوم میں اس کا استعمال مجازی ہے۔ علاوہ ازیں دعا بھی اپنے حقیقی معنیٰ کے اعتبار سے اور حدیثِ مذکور کی رو سے بھی عبادت ہے، کیونکہ مافوق الاسباب طریقے سے کسی کو حاجت روائی کے لیے پکارنا اس کی عبادت ہے اور عبادت اللہ کے سوا کسی کی جائز نہیں۔

جیسا کہ سورۃ المومنون (آیت: ۱۱۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾

''اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارتا ہے، جس کی اس کے پاس کچھ سند نہیں تو اس کا حساب اللہ ہی کے ہاں ہوگا، کچھ شک نہیں کہ کافر فلاح و راست گاری نہیں پائیں گے۔''

273- بشریتِ رسول ﷺ اور وحیِ الٰہی:

سورت حٰم السجدہ (آیت:۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ﴾

''کہہ دو کہ میں بھی آدمی ہوں جیسے تم، (ہاں) مجھ پر یہ وحی آتی ہے کہ تمھارا معبود اللہ واحد ہے تو سیدھے اسی کی طرف (متوجہ) رہو اور اسی سے مغفرت مانگو اور مشرکوں پر افسوس ہے۔''

نبیِ اکرم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ یہ کہہ دیں کہ میرے اور تمھارے درمیان کوئی امتیاز نہیں ہے، بجز وحیِ الٰہی کے، پھر یہ بُعد و حجاب کیوں؟ علاوہ ازیں میں جو یہ دعوت پیش کر رہا ہوں، یہ بھی ایسی نہیں کہ عقل و فہم میں نہ آسکے، پھر اس سے اعراض کیوں؟

274- برداشت کرنا اور برائی کا جواب بھلائی سے دینا:

سورت حٰم السجدہ (آیت:۳۴، ۳۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴾

''اور بھلائی اور بُرائی برابر نہیں ہوسکتی تو (سخت کلامی کا) ایسے طریق

سے جواب دو جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے تم دیکھو گے) کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی، گویا وہ تمھارا گرم جوش دوست ہے۔ اور یہ بات انھی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں اور انھی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحبِ نصیب ہیں۔“

یہ ایک بہت ہی اہم اخلاقی ہدایت ہے کہ برائی کو اچھائی کے ساتھ ٹالو، یعنی برائی کا بدلہ احسان کے ساتھ، زیادتی کا بدلہ عفو و درگزر کے ساتھ، غضب کا صبر کے ساتھ، بے ہودگیوں کا جواب چشم پوشی کے ساتھ اور مکروہات (ناپسندیدہ باتوں) کا جواب برداشت اور حلم کے ساتھ دیا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمھارا دشمن دوست بن جائے گا، دور دور رہنے والا قریب ہو جائے گا اور خون کا پیاسا، تمھارا گرویدہ اور جانثار ہو جائے گا۔

275- دین کو قائم رکھو:

پارہ ㉕ ﴿اِلَيْهِ يُرَدُّ﴾ سورۃ الشوریٰ (آیت: ۱۳) میں فرمایا:

﴿ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴾

”اس نے تمھارے لیے دین کا وہی راستہ مقرر کیا جس (کے اختیار کرنے کا) نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی (اے نبی!) ہم نے تمھاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا (وہ یہ) کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔ جس چیز کی طرف تم

مشرکوں کو بلاتے ہو وہ ان کو دشوار گزرتی ہے، اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ کا برگزیدہ کر لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے، اسے اپنی طرف سے راستہ دکھا دیتا ہے۔"

276- حکم الٰہی قبول کرو:

سورۃ الشوریٰ (آیت: ۴۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴾

"(ان سے کہہ دو کہ) قبل اس کے کہ وہ دن جو ٹلے گا نہیں، اللہ کی طرف سے آ موجود ہو، اپنے پروردگار کا حکم قبول کرو، اس دن تمھارے لیے کوئی جائے پناہ ہوگی نہ تم سے گناہوں کا انکار ہی بن پڑے گا۔"

277- اجتنابِ کبائر، معاف کرنا اور باہم مشورہ کرنا:

سورۃ الشوریٰ (آیت: ۳۶، ۳۷، ۳۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾

"(لوگو!) جو (مال ومتاع) تم کو دیا گیا ہے وہ دنیا کی زندگی کا (ناپایدار) فائدہ ہے اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر اور قائم رہنے والا ہے۔ (یعنی) ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور اپنے پروردگار پر بھروسا

رکھتے ہیں۔ اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے پرہیز کرتے ہیں اور جب غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔ اور جو اپنے پروردگار کا فرمان قبول کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بے قراری اور حقارت بیان فرمائی ہے کہ اسے جمع کر کے کسی کو پھولنا نہ چاہیے، کیونکہ یہ فانی چیز ہے، بلکہ آخرت کی طرف رغبت کرنا چاہیے، نیک اعمال کر کے ثواب جمع کریں۔ [1]

لوگوں سے عفو و درگزر کرنا اہلِ ایمان کے مزاج و طبیعت کا حصہ ہے نہ کہ انتقام اور بدلہ لینا، جس طرح نبیِ اکرم ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ نبیِ مکرم ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کبھی بدلہ نہیں لیا، ہاں اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کا توڑا جانا آپ ﷺ کے لیے ناقابلِ برداشت تھا۔

اہلِ ایمان ہر اہم کام باہمی مشاورت سے کرتے ہیں، اپنی ہی رائے کو حرفِ آخر نہیں سمجھتے۔ خود نبیِ اکرم ﷺ کو بھی اللہ نے حکم دیا کہ مسلمانوں سے مشورہ کرو۔ چنانچہ آپ جنگی معاملات اور دیگر اہم کاموں میں مشاورت کا اہتمام فرماتے تھے۔ جس سے مسلمانوں کی بھی حوصلہ افزائی ہوتی تھی اور معاملے کے مختلف گوشے واضح ہوجاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب نیزے کے وار سے زخمی ہوگئے اور زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی تو امرِ خلافت میں مشاورت کے لیے چھے آدمی نامزد فرما دیے۔ حضرت عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد اور عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم۔ انھوں نے باہم مشورہ کیا اور دیگر لوگوں سے بھی مشاورت کی اور اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلافت

[1] تفسیر ابن کثیر (۵/ ۲۲)

کے لیے مقرر فرما دیا گیا۔

بعض لوگ مشاورت کے اس حکم اور تاکید سے ملوکیت کی تردید اور جمہوریت کا اثبات کرتے ہیں، حالانکہ مشاورت کا اہتمام ملوکیت میں بھی ہوتا ہے۔ بادشاہ کی بھی مجلسِ مشاورت ہوتی ہے۔ جس میں ہر اہم معاملے پر سوچ بچار ہوتا ہے۔ اس لیے اس آیت سے ملوکیت کی نفی قطعاً نہیں ہوتی۔

278- مناسب طریقہ سے بدلہ لینے کا حکم:

سورۃ الشوریٰ (آیت: ۳۹) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ إِذَآ أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ﴾

''اور جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم و تعدی ہو تو (مناسب طریقے سے) بدلہ لیتے ہیں۔''

برائی کا بدلہ اُسی جیسی برائی ہے اور جو معاف کردے اور اصلاح کر لے، اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا اور جو شخص اپنے مظلوم ہونے کے بعد برابر کا بدلہ لے لے تو ایسے لوگوں پر الزام کا کوئی راستہ نہیں۔ یہ راستہ صرف ان لوگوں پر ہے، جو خود دوسروں پر ظلم کریں اور زمین میں ناحق فساد کرتے پھریں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے اور جو شخص صبر کرے اور معاف کردے تو یقیناً یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ اِن آیات میں کسی کی ایذا رسانی پر بدلہ اور معافی کے متعلق حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ برائی کا بدلہ لینا جائز ہے، لیکن عفو اور درگزر اس سے افضل ہے۔[1]

279- سواری کی نعمت اور دعا:

سورۃ الزخرف (آیت: ۱۲،۱۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[1] تفسیر ابن کثیر (٤/ ٢٤)

﴿ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ۝ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾

''تاکہ تم ان کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھو اور جب اس پر بیٹھ جاؤ، پھر اپنے پروردگار کے احسان کو یاد کرو اور کہو کہ وہ (ذات) پاک ہے، جس نے اس کو ہمارے زیرِ فرماں کر دیا اور ہم میں طاقت نہ تھی کہ اس کو بس میں کر لیتے۔ اور ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔''

نبی کریم ﷺ جب سواری پر سوار ہوتے تو تین مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہتے اور ﴿سُبْحَانَ الَّذِيْ...﴾ سے ﴿لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾ تک آیت پڑھتے۔ علاوہ ازیں خیر و عافیت کی دعا مانگتے، جو دعاؤں کی کتابوں میں دیکھ لی جائے۔[1]

280- اولوا العزم رسولوں علیہم السلام کے اوصاف اور دنیا کی بے ثباتی:

پارہ ۲۶ ﴿حٰمٓ﴾ سورۃ الاحقاف (آیت: ۳۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلٰغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

''پس (اے نبی!) جس طرح عالی ہمت پیغمبر صبر کرتے رہے ہیں، اسی طرح تم بھی صبر کرو اور ان کے لیے (عذاب) جلدی نہ مانگو، جس دن یہ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو (خیال

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الحج (۱۳۴۲) دعاؤں کے موضوع پر ہماری دو کتابیں الحمد للہ شائع ہو چکی ہیں: ① آدابِ دعا، اوقات و مقاماتِ قبولیت۔ ② ذکرِ الٰہی (۶۰۰ کے قریب قرآن و حدیث کی دعائیں)۔ (ابو عدنان)

کریں گے کہ) گویا (دنیا میں) رہے ہی نہ تھے، مگر گھڑی بھر دن کی۔
(یہ قرآن) پیغام ہے، سو (اب) وہی ہلاک ہوں گے جو نافرمان تھے۔"

281- دشمنِ دین کی گردن زدنی اور قید و بند:

سورت محمد (آیت:۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ذَٰلِكَ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُم بِبَعْضٍ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ﴾

"جب تم کافروں سے بھڑ جاؤ تو ان کی گردنیں اڑا دو یہاں تک کہ جب ان کو خوب قتل کر چکو تو (جو زندہ پکڑے جائیں ان کو) مضبوطی سے قید کر لو پھر اس کے بعد یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دینا چاہیے یا کچھ مال لے کر یہاں تک کہ (فریقِ مقابل) لڑائی (کے) ہتھیار (ہاتھ سے) رکھ دے یہ (حکم یاد رکھو) اور اگر اللہ چاہتا تو (اور طرح) ان سے انتقام لے لیتا، لیکن اس نے چاہا کہ تمھاری آزمائش ایک (کو) دوسرے سے (لڑوا کر) کرے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے، ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہ کرے گا۔"

یہاں کافروں اور غیر معاہد اہلِ کتاب سے جہاد کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ قتل کرنے کے بجائے گردنیں مارنے کا حکم ہے کہ اس تعبیر میں کفار کے ساتھ غلظت و شدت کا زیادہ اظہار ہے۔

زور دار معرکہ آرائی اور زیادہ سے زیادہ ان کو قتل کرنے کے بعد، ان کے جو

آدمی قابو میں آجائیں، انھیں قیدی بنالو اور مضبوطی سے انھیں جکڑ کر رکھو، تاکہ وہ بھاگ نہ سکیں۔

282- نصرتِ الٰہی کے حصول کی شرط:

سورت محمد (آیت: ۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ﴾

''اے اہلِ ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمھاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا۔''

اللہ کی مدد کرنے کا مطلب، اللہ کے دین کی مدد ہے، کیونکہ وہ اسباب کے مطابق اپنے مومن بندوں کے ذریعے ہی سے کرتا ہے۔ یہ مومن بندے اللہ کے دین کی حفاظت اور اس کی تبلیغ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتا ہے۔ یعنی انھیں کافروں پر فتح و غلبہ عطا کرتا ہے، جیسے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی روشن تاریخ ہے۔ وہ دین کے ہوگئے تھے تو اللہ بھی ان کا ہوگیا تھا۔ انھوں نے دین کو غالب کیا تو اللہ نے انھیں بھی غالب فرما دیا۔ سورۃ الحج (آیت: ۴۰) میں بھی یہی موضوع بیان ہوا ہے۔

283- اپنے اور اہلِ ایمان کے لیے مغفرت مانگنا:

سورت محمد (آیت: ۱۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴾

''پس جان رکھو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی معافی

مانگو اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی اور اللہ تم لوگوں کے چلنے پھرنے اور ٹھہرنے سے واقف ہے۔"

اس میں نبیِ مکرم ﷺ کو استغفار کا حکم دیا گیا ہے، اپنے لیے بھی اور مومنین کے لیے بھی۔ استغفار کی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے۔ احادیث میں بھی اس پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں نبیِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

«يَآ أَيُّهَا النَّاسُ! تُوبُوا إِلَى رَبِّكُمْ فَإِنِّي أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً»[1]

"لوگو! بارگاہ الٰہی میں توبہ و استغفار کیا کرو، میں بھی اللہ کے حضور روزانہ ستر مرتبہ سے زیادہ توبہ و استغفار کرتا ہوں۔"

284- قرآن میں تدبّر:

سورت محمد (آیت: ۲۴)

﴿ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْاٰنَ أَمْ عَلٰى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴾

"بھلا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا (ان کے) دلوں پر قفل لگ گئے ہیں؟"

285- اہلِ عذر لوگ اور جہاد:

سورۃ الفتح (آیت: ۱۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ وَّمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيمًا ﴾

[1] صحيح البخاري، كتاب الدعوات (٦٣٠٧) مسند أحمد (٤/ ٢١١)

''نہ تو اندھے پر گناہ ہے (کہ سفرِ جنگ سے پیچھے رہ جائے) اور نہ لنگڑے پر گناہ ہے اور نہ بیمار پر گناہ ہے اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر کے فرمان پر چلے، اللہ اس کو بہشتوں میں داخل کرے گا، جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں اور جو رُوگردانی کرے گا، اسے بڑے دکھ کی سزا دے گا۔''

بصارت سے محرومی اور لنگڑے پن کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذوری، یہ دونوں عذر لازمی و دائمی ہیں۔ ان اصحابِ عذر یا ان جیسے دیگر معذورین کو جہاد سے مستثنٰی کر دیا گیا، ان کے علاوہ جو بیماریاں ہیں وہ عارضی عذر ہیں اور بیماری دور ہوتے ہی لوگ جہاد میں شریک ہوں گے۔

286- آدابِ نبوی ﷺ:

سورۃ الحجرات (آیت: ۱ تا ۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۞ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۞ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۞ إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۞ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴾

''مومنو! (کسی بات کے جواب میں) اللہ اور اس کے رسول سے پہلے نہ بول اٹھا کرو، ڈرتے رہو، بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔ اے اہلِ

ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمھارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ پیغمبر الٰہی کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں، اللہ نے ان کے دل تقوے کے لیے آزما لیے ہیں ان کے لیے بخشش اور اجرِ عظیم ہے۔ جو لوگ تم کو حجروں کے باہر سے آوازیں دیتے ہیں، ان میں اکثر بے عقل ہیں۔ اور اگر وہ صبر کیے رہتے یہاں تک کہ تم خود نکل کر ان کے پاس جاتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ دین کے معاملے میں اپنے طور پر کوئی فیصلہ کرو نہ اپنی سمجھ اور رائے کو ترجیح دو، بلکہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ اپنی طرف سے دین میں اضافہ یا بدعات کی ایجاد، اللہ اور رسول ﷺ سے آگے بڑھنے کی ناپاک جسارت ہے، جو کسی بھی صاحبِ ایمان کے لائق نہیں، اسی طرح کوئی فتویٰ قرآن وحدیث میں غور وفکر کے بغیر نہ دیا جائے۔ مومن کی شان تو اللہ و رسول ﷺ کے احکام کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینا ہے نہ کہ ان کے مقابلے میں اپنی بات پر یا کسی امام کی رائے پر اڑے رہنا۔

سورۃ الحجرات کی آیت (۳) میں ان لوگوں کی تعریف ہے جو رسول اللہ ﷺ کی عظمت و جلالت کا خیال رکھتے ہوئے اپنی آوازیں پست رکھتے تھے۔ یہ آیت قبیلہ بنو تمیم کے بعض اعرابیوں (گنوار قسم کے لوگوں) کے بارے میں نازل ہوئی، جنھوں نے ایک روز دوپہر کے وقت، جو نبیِ اکرم ﷺ کے قیلولے کا وقت تھا، حجرے سے باہر کھڑے ہو کر عامیانہ انداز میں یا محمد یا محمد کی آوازیں لگائیں، تاکہ

آپ ﷺ باہر تشریف لے آئیں۔①

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کی اکثریت بے عقل ہے۔ آپ ﷺ کے ادب و احترام کے تقاضوں کا خیال نہ رکھنا، بے عقلی ہے۔ یعنی آپ ﷺ کے خود باہر نکلنے کا انتظار کرتے اور آپ ﷺ کو آواز دینے میں جلدی نہ کرتے تو ان کے لیے دین اور دنیا دونوں لحاظ سے بہتر ہوتا۔

287- خبر کی تحقیق کر لینا:

سورۃ الحجرات (آیت: ۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ﴾

''مومنو! اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو کہ (مبادا) کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو، پھر تم کو اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فاسق کی خبر کا اعتماد نہ کرو اور جب تک پوری تحقیق و تفتیش سے اصل واقعہ صاف طور پر معلوم نہ ہو جائے، کوئی حرکت نہ کرو۔②

یہ آیت اکثر مفسرین کے نزدیک حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جنھیں رسول اللہ ﷺ نے بنو المصطلق کے صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا تھا، لیکن انھوں نے آ کر یوں ہی رپورٹ دے دی کہ انھوں نے زکات دینے سے انکار کر دیا ہے، جس پر آپ ﷺ نے ان کے خلاف فوج کشی کا ارادہ فرما لیا، تاہم پھر پتا لگ گیا کہ یہ بات غلط تھی اور حضرت ولید رضی اللہ عنہ تو وہاں گئے

① مسند أحمد (٣/ ٤٨٨، ٦/ ٣٩٤)

② تفسير ابن كثير (٥/ ١٤٦)

ہی نہیں، لیکن سند اور امرِ واقعہ دونوں اعتبار سے یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اس لیے اسے ایک صحابیِ رسول ﷺ پر چسپاں کرنا صحیح نہیں ہے۔ تاہم شانِ نزول کی بحث سے قطع نظر اس میں ایک نہایت ہی اہم اصول بیان فرمایا گیا ہے، جس کی انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر نہایت اہمیت ہے۔ ہر فرد اور ہر حکومت کی یہ ذمے داری ہے کہ اس کے پاس جو بھی خبر یا اطلاع آئے، جو بالخصوص بدکردار، فاسق اور مفسد قسم کے لوگوں کی طرف سے ہو تو پہلے اس کی تحقیق کی جائے، تاکہ غلط فہمی میں کسی کے خلاف کوئی کارروائی نہ ہو۔

288- اخوتِ ایمانی اور باہمی صلح و صفائی:

سورۃ الحجرات (آیت: ۹، ۱۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾

’’اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو اور اگر ایک فریق دوسرے پر زیادہ کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے، پس جب وہ رجوع کرے تو دونوں فریق میں مساوات کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں، تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔‘‘

289- معیارِ عزت واکرام:

سورۃ الحجرات (آیت:۱۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴾

''لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمھاری قومیں اور قبیلے بنائے، تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو اور اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا (اور) سب سے خبردار ہے۔''

یعنی اللہ کے ہاں برتری کا معیار خاندان، قبیلہ اور نسل و نسب نہیں ہے، جو کسی انسان کے اختیار ہی میں نہیں ہے، بلکہ یہ معیار تقویٰ ہے، جس کا اختیار کرنا انسان کے ارادے و اختیار میں ہے۔ یہی آیت اُن علما کی دلیل ہے جو نکاح میں کفاءتِ نسب کو ضروری نہیں سمجھتے اور صرف دین کی بنیاد پر نکاح کو پسند کرتے ہیں۔ ایسے ہی نبیِ اکرم ﷺ کا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کرنا بھی اُن علما کی دلیل ہے۔

290- ایمان اور اسلام:

سورۃ الحجرات (آیت:۱۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ وَإِن تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُم مِّنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾

''دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے، کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے

(بلکہ یوں) کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ہنوز تمھارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو گے تو اللہ تمھارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کرے گا، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

بعض مفسرین کے نزدیک ان دیہاتیوں سے مراد بنو اسد اور بنو خزیمہ کے منافقین ہیں، جنھوں نے قحط سالی میں محض صدقات کی وصولی کے لیے یا قتل ہونے اور قیدی بننے کے اندیشے کے پیشِ نظر زبان سے اسلام کا اظہار کیا تھا اور ان کے دل ایمان، اعتقادِ صحیح اور خلوصِ نیت سے خالی تھے۔ لیکن امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے نزدیک ان سے وہ اعراب (بادیہ نشین) مراد ہیں، جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور ایمان ابھی ان کے اندر پوری طرح راسخ نہیں ہوا تھا، لیکن دعویٰ انھوں نے اپنی اصل حیثیت سے بڑھ کر ایمان کا کیا تھا۔ جس پر انھیں یہ ادب سکھایا گیا کہ پہلے مرتبے پر ہی ایمان کا دعویٰ صحیح نہیں، آہستہ آہستہ ترقی کے بعد تم ایمان کے مرتبے پر پہنچو گے۔

291- اہلِ ایمان کے اوصاف:

سورۃ الحجرات (آیت: ۱۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴾

''مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر شک میں نہ پڑے اور اللہ کی راہ میں مال اور جان سے لڑے، یہی لوگ (ایمان کے) سچے ہیں۔''[1]

[1] جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں حصولِ تعلیم کے دوران میں ہم نے شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری کے نمازِ فجر کے بعد کے درسِ قرآن، تفسیر سورۃ الحجرات کو مرتب کر کے ہفت روزہ ''اہلِ حدیث'' لاہور میں قسط وار شائع کروایا تھا، جو اب الگ سے بھی شائع کرنے کا ارادہ ہے۔

292- جنت کی طرف سبقت کرو:

پارہ㉗ ﴿قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ﴾ سورۃ الحدید (آیت:۲۱) میں فرمایا:

﴿ سَابِقُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾

"(بندو!) اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف اور جنت (کی طرف) لپکو جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کا سا ہے اور جو ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے پیغمبر پر ایمان لائے ہیں، یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔"

وہ جس پر چاہتا ہے، اپنا فضل فرماتا ہے، جس کو وہ کچھ دے، کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے روک لے، اسے کوئی دے نہیں سکتا، تمام خیر اسی کے ہاتھ میں ہے، وہی کریمِ مطلق اور جوادِ حقیقی ہے، جس کے ہاں بخل کا تصور تک نہیں۔

293- ظِہار کا حکم اور کفارہ:

پارہ㉘ ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ﴾ سورۃ المجادلہ (آیت:۲،۳،۴) میں فرمایا:

﴿ اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا وَّاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ

سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

''جو لوگ تم میں سے اپنی عورتوں کو ماں کہہ دیتے ہیں، وہ ان کی مائیں نہیں (ہو جاتیں) ان کی مائیں تو وہی ہیں، جن کے بطن سے وہ پیدا ہوئے، بے شک وہ نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور اللہ بڑا معاف کرنے والا (اور) بخشنے الا ہے۔ اور جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں کہہ بیٹھیں، پھر اپنے قول سے رجوع کر لیں تو (ان کو) ہم بستر ہونے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا (ضروری) ہے، (مومنو!) اس (حکم) سے تمھیں نصیحت کی جاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔ جس کو غلام نہ ملے وہ چھونے سے پہلے متواتر دو مہینے کے روزے رکھے، جس کو اس کا بھی مقدور نہ ہو، (اسے) ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا (چاہیے) یہ (حکم) اس لیے (ہے) کہ تم اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار ہو جاؤ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور نہ ماننے والوں کے لیے درد دینے والا عذاب ہے۔''

ان آیات میں مسئلہ ظہار کا کفارہ بیان فرمایا گیا ہے۔[1]

تمھارے کہہ دینے سے تمھاری بیوی تمھاری ماں نہیں بن جائے گی۔ اگر ماں کی بجائے کوئی شخص اپنی بیٹی یا بہن وغیرہ کی پیٹھ کی طرح اپنی بیوی کو کہہ دے تو یہ ظہار ہے یا نہیں؟ امام مالک اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اسے بھی ظہار قرار دیا ہے، جبکہ دوسرے علما اسے ظہار تسلیم نہیں کرتے۔ پہلا قول ہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح اس میں بھی اختلاف ہے کہ پیٹھ کی جگہ اگر کوئی یہ کہہ دے تو میری ماں کی طرح ہے،

---

[1] تفسیر ابن کثیر (۵/ ۲۷۸)

پیٹھ کا نام نہ لے، تو علما کہتے ہیں کہ اگر ظہار کی نیت سے وہ مذکورہ الفاظ کہے تو ظِہار ہوگا، بصورتِ دیگر نہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر ایسے عضو کے ساتھ تشبیہ دے گا، جس کا دیکھنا جائز ہے تو یہ ظِہار نہیں ہوگا۔ امام شافعی رحمہ اللہ بھی کہتے ہیں کہ ظِہار صرف پیٹھ کی طرح کہنے ہی سے ہوگا۔

چھونے یعنی ہم بستری کرنے سے پہلے وہ یہ کفارہ ادا کریں:

① ایک غلام آزاد کرنا۔

② اس کی طاقت نہ ہو تو پے در پے دو مہینے کے روزے رکھنے پڑیں گے۔ اگر درمیان میں بغیر عذرِ شرعی روزہ چھوڑ دیا تو نئے سرے سے دو مہینے کے روزے رکھنے پڑیں گے۔ عذرِ شرعی سے مراد بیماری یا سفر ہے۔

③ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بیماری وغیرہ کی وجہ سے روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے۔

294- آدابِ مجلس:

سورۃ المجادلہ (آیت: ۱۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾

''مومنو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں کھل کر بیٹھو تو کھل کر بیٹھا کرو، اللہ تم کو کشادگی بخشے گا اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو، جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جن کو علم عطا

کیا گیا ہے، اللہ ان کے درجے بلند کرے گا اور اللہ تمھارے سب
کاموں سے واقف ہے۔"

اس میں مسلمانوں کو مجلس کے آداب بتائے جارہے ہیں۔ مجلس کا لفظ عام ہے، جو ہر اس مجلس کو شامل ہے، جس میں مسلمان خیر اور اجر کے حصول کے لیے جمع ہوں، وعظ ونصیحت کی مجلس ہو یا جمعہ کی مجلس ہو۔ "کھل کر بیٹھو" کا مطلب ہے کہ مجلس کا دائرہ وسیع رکھو، تاکہ بعد میں آنے والوں کے لیے بیٹھنے کی جگہ رہے۔ دائرہ تنگ مت رکھو کہ بعد میں آنے والے کو کھڑا رہنا پڑے یا کسی بیٹھے ہوئے کو اٹھا کر اس کی جگہ وہ بیٹھے کہ یہ دونوں باتیں ناشایستہ ہیں۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے بھی فرمایا ہے:

"کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود نہ بیٹھے، اس لیے مجلس کے دائرے کو فراخ اور وسیع رکھو۔"[1]

اس کے صلے میں اللہ تعالیٰ تمھیں جنت میں وسعت عطا فرمائے گا یا جہاں بھی تم وسعت وفراخی کے طالب ہوگے، مثلاً مکان میں، رزق میں، قبر میں، ہر جگہ تمھیں فراخی عطا فرمائے گا۔

جب جہاد کے لیے، نماز کے لیے یا کسی بھی عملِ خیر کے لیے مجلس سے اٹھ کر جانے کو کہا جائے تو فوراً چلے جاؤ۔ مسلمانوں کو یہ حکم اس لیے دیا گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبیِ اکرم ﷺ کی مجلس سے اٹھ کر جانا پسند نہیں کرتے تھے، لیکن اس طرح بعض دفعہ ان لوگوں کو تکلیف ہوتی تھی جو نبی ﷺ سے خلوت میں کوئی گفتگو کرنا چاہتے تھے۔

295- نبیِ مکرم ﷺ سے سرگوشی سے پہلے صدقہ کرنے کا حکم:

سورۃ المجادلہ (آیت: ۱۲، ۱۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[1] صحیح البخاري، کتاب الجمعہ (۹۱۱) صحیح مسلم، کتاب السلام (۲۸/ ۲۱۷۷)

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾

''مومنو! جب تم پیغمبر کے کان میں کوئی بات کہو تو بات کہنے سے پہلے (مساکین کو) کچھ خیرات دے دیا کرو، یہ تمھارے لیے بہت بہتر اور پاکیزگی کی بات ہے اور اگر خیرات تم کو میسر نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ کیا تم اس سے کہ پیغمبر کے کان میں کوئی بات کہنے سے پہلے خیرات دیا کرو، ڈر گئے ہو؟ پھر جب تم نے (ایسا) نہ کیا اور اللہ نے تمھیں معاف کر دیا تو نماز پڑھتے اور زکات دیتے رہو اور اللہ اور اس کے پیغمبر کی فرماں برداری کرتے رہو اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے خبردار ہے۔''

ہر مسلمان نبیِ اکرم ﷺ سے مناجات اور خلوت میں گفتگو کرنے کی خواہش رکھتا تھا، جس سے نبیِ مکرم ﷺ کو خاصی تکلیف ہوتی۔ بعض کہتے ہیں کہ منافقین یوں ہی بلا وجہ نبیِ کریم ﷺ سے مناجات میں مصروف رہتے تھے، جس سے مسلمان تکلیف محسوس کرتے تھے، اس لیے اللہ نے یہ حکم نازل فرمایا، تاکہ آپ ﷺ سے گفتگو کرنے کے رجحانِ عام کی حوصلہ شکنی ہو۔ یہ امر گو استحبابا تھا، پھر بھی مسلمانوں کے لیے شاق تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے جلد ہی اسے منسوخ فرما دیا۔

296- مالِ فے کی تقسیم:

سورۃ الحشر (آیت: ۷، ۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴾

''جو مال اللہ نے اپنے پیغمبر کو دیہات والوں سے دلوایا ہے، وہ اللہ کے اور پیغمبر کے اور (پیغمبر کے) قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور حاجت مندوں کے اور مسافروں کے لیے ہے، تاکہ جو لوگ تم میں سے دولت مند ہیں، انہی کے ہاتھوں میں نہ پھرتا رہے، سو جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ (اور) ان مفلسانِ تارک الوطن کے لیے بھی جو اپنے گھروں اور مالوں سے خارج (اور جدا) کر دیے گئے ہیں (اور) اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب گار اور اللہ اور اس کے پیغمبر کے مددگار ہیں، یہی لوگ سچے (ایمان دار) ہیں۔''

ان آیات میں مالِ فے کی تقسیم بیان کی گئی ہے۔ فے کس مال کو کہتے ہیں؟ اس کی صفت کیا ہے؟ اس کا حکم کیا ہے؟ فے کافروں کے اس مال کو کہتے ہیں جو ان سے لڑے بھڑے بغیر مسلمانوں کے قبضہ میں آجائے۔[1]

297- دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دینا اور اپنے سلف کے لیے دعائیں کرنا:

سورۃ الحشر (آیت: ۹، ۱۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[1] تفسیر ابن کثیر (۵/ ۲۹۸)

﴿ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَآ إِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾

”اور (ان لوگوں کے لیے بھی) جو مہاجرین سے پہلے (ہجرت کے گھر (مدینے) میں مقیم اور ایمان میں (مستقل) رہے (اور) جو لوگ ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں، ان سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو ملا، اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش (اور) خلش نہیں پاتے اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں، خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو اور جو شخص حرصِ نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔ اور (ان کے لیے بھی) جو ان (مہاجرین) کے بعد آئے (اور) دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں، گناہ معاف فرما اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (و حسد) نہ پیدا ہونے دے، اے ہمارے پروردگار! تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔“

298- فکرِ آخرت کا حکم:

سورۃ الحشر (آیت: ۱۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل (فردائے قیامت) کے لیے کیا (سامان) بھیجا ہے اور (ہم پھر کہتے ہیں کہ) اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تمھارے سب اعمال سے خبردار ہے۔“

اہلِ ایمان کو خطاب کر کے انھیں وعظ کیا جا رہا ہے۔ اللہ سے ڈرنے کا مطلب ہے، اس نے جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا ہے، انھیں بجالاؤ۔ جن سے روکا ہے، ان سے رک جاؤ، آیت میں بطورِ تاکید دو مرتبہ یہ حکم فرمایا، کیونکہ یہ تقویٰ (اللہ کا خوف) ہی انسان کو نیکی کرنے اور برائی سے اجتناب پر آمادہ کرتا ہے۔

299- اہلِ ایمان مہاجر عورتوں کا حکم:

سورۃ الممتحنہ (آیت: ۱۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾

”مومنو! جب تمھارے پاس مومن عورتیں وطن چھوڑ کر آئیں تو ان کی آزمائش کر لو (اور) اللہ تو ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے، سو اگر تم کو معلوم ہو کہ مومن ہیں تو ان کو کفار کے پاس واپس نہ بھیجو کہ نہ یہ ان کے لیے حلال ہیں، اور نہ وہ ان کے لیے ہیں جائز اور جو کچھ انھوں

نے (ان پر) خرچ کیا ہو، وہ ان کو دے دو اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان عورتوں کو مہر دے کر ان سے نکاح کر لو اور کافر عورتوں کی ناموس کو قبضے میں نہ رکھو (یعنی کفار کو واپس دے دو)، اور جو کچھ تم نے ان پر خرچ کیا ہو تم ان سے طلب کر لو اور جو کچھ انھوں نے (اپنی عورتوں پر) خرچ کیا ہو، وہ تم سے طلب کر لیں یہ اللہ کا حکم ہے، جو تم میں فیصلہ کیے دیتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔''

معاہدۂ حدیبیہ میں ایک شق یہ تھی کہ مکے سے کوئی مسلمانوں کے پاس چلا جائے گا، تو اس کو واپس کرنا پڑے گا، لیکن اس میں مرد و عورت کی صراحت نہیں تھی۔ بظاہر ''کوئی'' میں دونوں ہی شامل تھے۔

چنانچہ بعد میں بعض عورتیں مکے سے ہجرت کر کے مسلمانوں کے پاس چلی گئیں تو کفار نے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا، جس پر اللہ نے اس آیت میں مسلمانوں کی راہنمائی فرمائی اور یہ حکم دیا۔ امتحان لینے کا مطلب ہے، اس امر کی تحقیق کر لو کہ ہجرت کر کے آنے والی عورت جو ایمان کا اظہار کر رہی ہے، اپنے کافر خاوند سے ناراض ہو کر یا کسی مسلمان کے عشق میں یا کسی اور غرض سے تو نہیں آئی یا وہ صرف یہاں پناہ لینے کی خاطر تو ایمان کا دعویٰ نہیں کر رہی ہے۔

انھیں ان کے کافر خاوندوں کے پاس واپس نہ کرنے کی علت یہ ہے کہ اب کوئی مومن عورت کسی کافر کے لیے حلال نہیں، جیسا کہ ابتدائے اسلام میں یہ جائز تھا۔ چنانچہ نبیِ اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو العاص بن ربیع کے ساتھ ہوا تھا، جب کہ وہ مسلمان نہیں تھے۔ لیکن اس آیت نے آیندہ کے لیے ایسا کرنے سے منع کر دیا، اسی لیے یہاں فرمایا گیا کہ وہ ایک دوسرے کے لیے حلال نہیں، اس لیے انھیں کافروں کے پاس مت لوٹاؤ، ہاں اگر شوہر بھی مسلمان ہو جائے تو

پھر ان کا نکاح برقرار رہ سکتا ہے۔ چاہے خاوند عورت کے بعد ہجرت کر کے آئے۔

مسلمانوں کو کہا جا رہا ہے کہ یہ عورتیں، جو ایمان کی خاطر اپنے کافر خاوندوں کو چھوڑ کر تمھارے پاس آگئی ہیں، تم ان سے نکاح کر سکتے ہو، بشرطیکہ ان کا حق مہر تم ادا کر دو۔ تاہم یہ نکاح مسنون طریقے ہی سے ہوگا۔ یعنی ایک تو انقضائے عدت (استبرائے رِحم) کے بعد ہوگا۔ دوسرے اس میں ولی کی اجازت اور دو عادل گواہوں کی موجودگی بھی ضروری ہے۔ البتہ اگر اس عورت سے صرف نکاح ہوا جماع نہیں ہو تو پھر بلا عدت فوری نکاح جائز ہے۔

300- کافروں سے جا ملنے والی عورتوں کے شوہروں کے لیے حکم:

سورۃ الممتحنۃ (آیت:۱۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَآتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُم مِّثْلَ مَا أَنفَقُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنتُم بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴾

"اور اگر تمھاری عورتوں میں سے کوئی عورت تمھارے ہاتھ سے نکل کر کافروں کے پاس چلی جائے (اور اس کا مہر وصول نہ ہوا ہو)، پھر تم ان سے جنگ کرو (اور ان سے تم کو غنیمت ہاتھ لگے) تو جن کی عورتیں چلی گئی ہیں ان کو (اس مال میں سے) اتنا دے دو، جتنا انھوں نے خرچ کیا تھا اور اللہ سے ڈرو، جس پر تم ایمان لائے ہو۔"

اس آیت کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ مسلمان ہو کر آنے والی عورتوں کے حق مہر، جو تمھیں ان کے کافر شوہروں کو ادا کرنے تھے، وہ تم اُن مسلمانوں کو دے دو، جن کی عورتیں کافر ہونے کی وجہ سے کافروں کے پاس چلی گئی ہیں اور انھوں نے مسلمانوں کو مہر ادا نہیں کیا (یعنی یہ بھی سزا کی ایک صورت ہے)، دوسرا مفہوم یہ ہے

کہ تم کافروں سے جہاد کرو اور جو مالِ غنیمت حاصل ہو، اس میں تقسیم سے پہلے ان مسلمانوں کو، جن کی بیویاں دار الکفر چلی گئی ہیں، ان کے خرچ کے بقدر ادا کر دو، گویا مالِ غنیمت سے مسلمانوں کے نقصان کا (ازالہ) یہ بھی سزا ہے۔ اگر مالِ غنیمت سے بھی ازالے کی صورت نہ ہو تو بیت المال سے تعاون کیا جائے۔

301- عورتوں سے بیعت:

سورۃ الممتحنہ (آیت: ۱۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

''اے پیغمبر! جب تمھارے پاس مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو آئیں کہ اللہ کے ساتھ نہ تو شرک کریں گی نہ چوری کریں گی نہ بدکاری کریں گی نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی نہ اپنے ہاتھ پاؤں میں کوئی بہتان باندھ لائیں گی اور نہ نیک کاموں میں تمھاری نافرمانی کریں گی تو ان سے بیعت لے لو اور ان کے لیے اللہ سے بخشش مانگو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

نبیِ کریم ﷺ یہ بیعت اس وقت لیتے جب عورتیں ہجرت کر کے آتیں، علاوہ ازیں فتح مکہ والے دن بھی آپ ﷺ نے قریش کی عورتوں سے بیعت لی۔ بیعت لیتے وقت آپ ﷺ صرف زبان سے عہد لیتے، کسی غیر محرم عورت کے ہاتھ کو آپ ﷺ ہرگز نہیں چھوتے تھے۔

302- عذاب سے نجات دلانے والی تجارت:

سورۃ الصف (آیت: ۱۰ تا ۱۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۞ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۞ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۞ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾

”مومنو! میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمھیں عذابِ الیم سے مخلصی دے؟ (وہ یہ کہ) اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو، اگر سمجھو تو یہ تمھارے حق میں بہتر ہے۔ وہ تمھارے گناہ بخش دے گا اور تم کو باغ ہائے جنت میں جن میں نہریں بہہ رہی ہیں اور پاکیزہ مکانات میں جو بہشت ہائے جاودانی میں (تیار) ہیں، داخل کرے گا، یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور ایک اور چیز جس کو تم بہت چاہتے ہو (یعنی تمھیں) اللہ کی طرف سے مدد (نصیب ہو گی) اور فتح عنقریب (حاصل ہو گی) اور مومنوں کو (اس کی) خوشخبری سنا دو۔“

یہاں اس عمل (ایمان اور جہاد) کو تجارت سے تعبیر کیا ہے، کیونکہ اس میں بھی انھیں تجارت کی طرح ہی نفع ہوگا۔ وہ نفع کیا ہے؟ جنت میں داخلہ اور جہنم سے نجات۔ اس سے بڑا نفع اور کیا ہوگا؟

جب تم اس کی راہ میں لڑو گے اور اس کے دین کی مدد کرو گے، تو وہ بھی تمھیں فتح ونصرت سے نوازے گا۔

303- انصارُاللہ بن جانے کا حکم:

سورۃ الصف (آیت:۱۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوٰرِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴾

’’مومنو! اللہ کے مددگار بن جاؤ جیسے عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا کہ (بھلا) کون ہیں جو اللہ کی طرف (بلانے میں) میرے مددگار ہوں؟ حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں تو بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ تو ایمان لے آیا اور ایک گروہ کافر رہا، آخر الامر ہم نے ایمان لانے والوں کو ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد دی اور وہ غالب ہو گئے۔‘‘

حواریوں نے کہا: ہم آپ کے اس دین کی دعوت و تبلیغ میں مددگار ہیں، جس کی نشر و اشاعت کا حکم اللہ نے آپ کو دیا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ ایامِ حج میں فرماتے: کون ہے جو مجھے پناہ دے، تاکہ میں لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچا سکوں؟ کیونکہ قریش مجھے فریضۂ رسالت ادا نہیں کرنے دیتے، حتیٰ کے آپ ﷺ کی پکار پر مدینے کے اوس اور خزرج نے لبیک کہا، آپ ﷺ کے ہاتھ پر انھوں نے بیعت کی اور آپ ﷺ کی مدو کا وعدہ کیا۔

جو گروہ کافر رہا وہ یہودی تھے، جنھوں نے نبوتِ عیسیٰ علیہ السلام ہی کا انکار نہیں کیا،

بلکہ ان پر اور ان کی ماں پر بہتان تراشی کی۔ **بعض** کہتے ہیں کہ یہ اختلاف و تفرّق اس وقت ہوا، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ ایک نے کہا: عیسیٰ علیہ السلام کی شکل میں اللہ تعالیٰ ہی نے زمین پر ظہور فرمایا تھا، اب وہ پھر آسمان پر چلا گیا، یہ فرقہ یعقوبیہ کہلاتا ہے۔ نسطوریہ فرقے نے کہا: وہ اللہ کے بیٹے تھے، باپ نے بیٹے کو آسمان پر بلا لیا ہے، تیسرے فرقے نے کہا: وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے، یہی فرقہ صحیح تھا۔

304- آدابِ نماز اور احکام خطبۂ جمعہ:

سورۃ الجمعہ (آیت: ۹، ۱۰، ۱۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾

''مومنو! جب جمعے کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد (نماز) کے لیے جلدی کرو اور (خرید و) فروخت ترک کر دو، اگر سمجھو تو یہ تمھارے حق میں بہتر ہے۔ پھر جب نماز ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت بہت یاد کرتے رہو، تاکہ نجات پاؤ۔ اور جب یہ لوگ سودا بکتا یا تماشا ہوتا دیکھتے ہیں تو ادھر بھاگ جاتے ہیں اور تمھیں (کھڑے کا) کھڑا چھوڑ جاتے ہیں، کہہ دو کہ جو چیز اللہ

کے ہاں ہے، وہ تماشے اور سودے سے کہیں بہتر ہے اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔"

اللہ کے فضل سے مراد کاروبار اور تجارت ہے، یعنی نمازِ جمعہ سے فارغ ہو کر تم اپنے اپنے کاروبار اور دنیا کے مشاغل میں مصروف ہو جاؤ، مقصد اس امر کی وضاحت ہے کہ جمعے کا سارا دن کاروبار بند رکھنے کی ضرورت نہیں، صرف نماز کے وقت ایسا کرنا ضروری ہے۔

ایک مرتبہ نبیِ کریم ﷺ جمعے کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک قافلہ آ گیا، لوگوں کو پتا چلا تو خطبہ چھوڑ کر باہر خرید و فروخت کے لیے چلے گئے کہ کہیں سامان فروخت و ختم نہ ہو جائے، صرف ۱۲ آدمی مسجد میں رہ گئے، جس پر یہ آیت (۱۱) نازل ہوئی۔[1]

305- اللہ و رسول ﷺ اور قرآن پر ایمان:

① سورۃ التغابن (آیت: ۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾

"اللہ پر اور اس کے رسول پر اور نور (قرآن) پر جو ہم نے نازل فرمایا ہے، ایمان لاؤ اور اللہ تمھارے سب اعمال سے خبردار ہے۔"

② سورۃ البقرہ (آیت: ۱۳۶) میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ مَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴾

[1] صحیح البخاري، تفسیر سورۃ الجمعۃ (٤٨٩٩) صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ (٨٦٣)

''(مسلمانو!) کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو (کتاب) ہم پر اُتری اس پر اور جو (صحیفے) ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوئے ان پر اور جو (کتابیں) موسیٰ اور عیسیٰ کو عطا ہوئیں، اُن پر اور جو دوسرے پیغمبروں کو اُن کے پروردگار کی طرف سے ملیں، اُن پر (ایمان لائے) ہم اُن پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اسی (معبودِ واحد) کے فرماں بردار ہیں۔''

306- طلاق کے احکام و مسائل:

سورۃ الطلاق (آیت:1) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ﴾

''اے پیغمبر! (مسلمانوں سے کہہ دو) جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کی عدت کے شروع میں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو اور اللہ سے جو تمھارا پروردگار ہے، ڈرو (نہ تو تم ہی) ان کو (ایامِ عدت میں) ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ (خود ہی) نکلیں، ہاں اگر وہ صریح بے حیائی کریں (تو نکال دینا چاہیے) اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا، وہ اپنے آپ پر ظلم کرے گا (اے طلاق دینے والے!) تجھے کیا معلوم کہ شاید اللہ اس کے بعد کوئی (رجوع کی) سبیل پیدا کر دے۔''

اس میں طلاق دینے کا طریقہ اور وقت بتلایا ہے (عدت کے آغاز میں طلاق دو)، یعنی جب عورت حیض سے پاک ہو جائے تو اس سے ہم بستری کے بغیر طلاق دو۔ حالتِ طہر اس کی عدت کا آغاز ہے۔

عدت کی ابتدا اور انتہا کا خیال رکھو، تاکہ عورت اس کے بعد نکاح ثانی کر سکے، یا اگر تم ہی رجوع کرنا چاہو، (پہلی اور دوسری طلاق کی صورت میں) تو عدت کے اندر رجوع کر سکو۔

307- رجوع اور انقضائے عدت:

سورۃ الطلاق (آیت:۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا﴾

''پھر جب وہ اپنی میعاد (انقضائے عدت) کے قریب پہنچ جائیں تو یا تو ان کو اچھی طرح سے (زوجیت میں) رہنے دو یا اچھی طرح سے علاحدہ کر دو اور اپنے میں سے دو منصف مردوں کو گواہ کر لو اور (گواہو!) اللہ کے لیے درست گواہی دینا، ان باتوں سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، وہ اس کے لیے (رنج وغم سے) مخلصی (کی صورت) پیدا کر دے گا۔''

308- تقویٰ وتوکّل والوں کو رزقِ فراواں:

سورۃ الطلاق (آیت:۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ

حَسْبُهُ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا﴾

''اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اسے (وہم و) گمان بھی نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسا رکھے گا تو وہ اس کو کفایت کرے گا، اللہ اپنے کام کو (جو وہ کرنا چاہتا ہے) پورا کر دیتا ہے، اللہ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔''

اندازہ تنگیوں کے لیے بھی اور آسانیوں کے لیے بھی۔ یہ دونوں اپنے وقت پر انتہا پذیر ہو جاتے ہیں۔ بعض نے اس سے حیض اور عدت مراد لی ہے۔

309- عدت کے مسائل:

سورۃ الطلاق (آیت: ۴، ۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا﴾

''اور تمھاری (مطلقہ) عورتیں جو حیض سے ناامید ہو چکی ہوں، اگر تم کو (ان کی عدت کے بارے میں) شبہہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور جن کو ابھی حیض نہیں آیا (ان کی عدت بھی یہی ہے) اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل (بچہ جننے) تک ہے اور جو اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے کام میں سہولت پیدا کر دے گا۔ یہ اللہ کے حکم ہیں جو اللہ نے تم پر نازل کیے ہیں اور جو اللہ سے ڈرے گا، وہ اس سے اس کے گناہ دُور کر دے گا اور اسے اجرِ عظیم بخشے گا۔''

تین مہینے ان کی عدت ہے جن کا حیض عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے بند ہو گیا ہو یا جنھیں حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو۔ مطلقہ اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے، چاہے دوسرے روز ہی وضع حمل ہو جائے، ہر حاملہ عورت کی عدت یہی ہے چاہے وہ مطلقہ ہو یا اس کا خاوند فوت ہو گیا ہو۔ احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ جبکہ بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔[دیکھیں: البقرہ: ۲۳۴]

310- عدت و رضاعت کے بقیہ احکام:

سورۃ الطلاق (آیت: ۶، ۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ۝ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ﴾

”(مطلقہ) عورتوں کو (ایامِ عدت میں) اپنے مقدور کے مطابق وہیں رکھو، جہاں خود رہتے ہو اور ان کو تنگ کرنے کے لیے تکلیف نہ دو اور اگر حمل سے ہوں تو بچہ جننے تک ان کا خرچ دیتے رہو، پھر اگر وہ بچے کو تمھارے کہنے سے دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو اور (بچے کے بارے میں) پسندیدہ طریق سے موافقت رکھو اور اگر باہم ضد (اور نااتفاقی) کرو گے تو بچے کو اس کے (باپ کے) کہنے سے کوئی اور عورت دودھ پلائے گی، صاحبِ وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ

کرنا چاہیے اور جس کے رزق میں تنگی ہو، وہ جتنا اللہ نے اس کو دیا ہے، اس کے موافق خرچ کرے، اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا، مگر اسی کے مطابق جو اس کو دیا ہے اور اللہ عنقریب تنگی کے بعد کشائش بخشے گا۔''

باہم مشورے سے اجرت اور دیگر معاملات طے کر لیے جائیں۔ مثلاً بچے کا باپ حیثیت کے مطابق اجرت دے اور ماں، باپ کی حیثیت کے مطابق اجرت طلب کرے وغیرہ۔

آپس میں اجرت وغیرہ کا معاملہ طے نہ ہو سکے تو کسی دوسری انا کے ساتھ معاملہ کرلے، جو اس کے بچے کو دودھ پلائے۔

311- قیام اللیل اور تلاوتِ قرآن:

پارہ 29 ﴿تَبَارَكَ الَّذِي﴾ سورۃ المزمل (آیت: ۱ تا ۴) میں فرمایا:

﴿ يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا﴾

''اے (نبی) جو کپڑے میں لپٹ رہے ہو۔ رات کو قیام کیا کرو مگر تھوڑی رات۔ (قیام) آدھی رات (کیا کرو) یا اس سے کچھ کم۔ یا کچھ زیادہ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔''

جس وقت ان آیات کا نزول ہوا، نبی اکرم ﷺ چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے، اللہ نے آپ ﷺ کی اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے خطاب فرمایا: مطلب یہ ہے کہ اب چادر چھوڑ دیں اور رات کو تھوڑا قیام کریں، یعنی نمازِ تہجد پڑھیں، کہا جاتا ہے کہ اس حکم کی بنا پر نمازِ تہجد آپ ﷺ کے لیے واجب تھی۔

یہ قیام نصف رات سے کچھ کم (ثلث) یا اس سے کچھ زیادہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

312- تہجد کا وقت، نماز میں تلاوت اور زکات:

سورۃ المزمّل (آیت: ۲۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا وَّاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

”تمھارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ تم اور تمھارے ساتھ کے لوگ (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) تہائی رات قیام کیا کرتے ہو اور اللہ تو رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے، اس نے معلوم کیا کہ تم اس کو نباہ نہ سکو گے تو اس نے تم پر مہربانی کی، پس جتنا آسانی سے ہو سکے (اتنا) قرآن پڑھ لیا کرو، اس نے جانا کہ تم میں بعض بیمار بھی ہوتے ہیں اور بعض اللہ کے فضل (معاش) کی تلاش میں ملک میں سفر کرتے ہیں اور بعض اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو جتنا آسانی سے ہو سکے، اتنا پڑھ لیا کرو اور نماز پڑھتے رہو اور زکات ادا کرتے رہو اور اللہ کو (خلوصِ نیت سے) قرضِ حسن دیتے رہو اور جو نیک عمل تم اپنے لیے آگے بھیجو گے، اس کو اللہ کے ہاں بہتر اور صلے میں بزرگ تر

پاؤ گے اور اللہ سے بخشش مانگتے رہو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت رات کو قیام کرتی، کبھی دو تہائی سے کم، کبھی نصف رات اور کبھی ثلث (ایک تہائی حصہ) جیسا کہ یہاں ذکر ہے، لیکن ایک تو یہ رات کا مستقل قیام نہایت گراں تھا۔ دوسرے وقت کا یہ اندازہ نصف رات یا ثلث یا دو ثلث حصہ قیام کرنا ہے، اس سے بھی زیادہ مشکل تر تھا، اس لیے اللہ نے اس آیت میں تخفیف کا حکم نازل فرما دیا، جس کا مطلب بعض کے نزدیک ترکِ قیام کی اجازت ہے اور بعض کے نزدیک یہ ہے کہ اس کے فرض کو استحباب میں بدل دیا گیا۔ اب یہ امت کے لیے فرض ہے نہ نبی اکرم ﷺ کے لیے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ تخفیف صرف امت کے لیے ہے، نبی اکرم ﷺ کے لیے اس کا پڑھنا ضروری تھا۔

313- تبلیغِ عام، تطہیرِ ظاہر و باطن:

سورۃ المدثر (آیت: ۱ تا ۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُن تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ﴾

”اے (نبی!) جو کپڑا لپیٹے پڑے ہو۔ اٹھو اور ہدایت کرو۔ اور اپنے پروردگار کی بڑائی کرو۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو۔ اور ناپاکی سے دُور رہو۔ اور (اس نیت سے) احسان نہ کرو کہ اس سے زیادہ کے طالب ہو۔ اور اپنے رب کے لیے صبر کرو۔“

314- ابرار کے اوصاف و انعامات:

1 سورۃ الدہر (آیت: ۵ تا ۱۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِنْ كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ۝ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ۝ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۝ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ﴾

''جو ابرار و نیکوکار ہیں، وہ ایسی شراب نوشِ جان کریں گے، جس میں کافور کی آمیزش ہوگی۔ یہ ایک چشمہ ہے جس میں سے اللہ کے بندے پئیں گے اور اس میں سے (چھوٹی چھوٹی) نہریں نکال لیں گے۔ یہ لوگ نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے جس کی سختی پھیل رہی ہو گی، خوف رکھتے ہیں۔ اور باوجودیکہ ان کو خود طعام کی خواہش (اور حاجت) ہے، فقیروں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں۔ (اور کہتے ہیں) کہ ہم تم کو خالص اللہ کے لیے کھلاتے ہیں، تم سے عوض کے خواستگار ہیں نہ شکر گزاری کے (طلبگار)۔ ہم کو اپنے پروردگار سے اس دن کا ڈر لگتا ہے جو (چہروں کو اداس و) کریہ المنظر اور (دلوں کو) سخت (مضطرب کر دینے والا) ہے۔''

۲ ابرار کے اوصاف کے علاوہ ان کے انعامات سورۃ المطففین (آیت: ۲۲ تا ۲۶) میں بھی یوں آئے ہیں:

﴿ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ۝ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ۝ يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ۝

خِتٰمُهٗ مِسْكٌ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾

''بیشک نیک لوگ چین میں ہوں گے۔ تختوں پر بیٹھے ہوئے نظارے کریں گے۔ تم ان کے چہروں ہی سے راحت کی تازگی معلوم کر لو گے۔ ان کو خالص شراب سر بہ مُہر پلائی جائے گی۔ جس کی مہر مشک کی ہو گی تو (نعمتوں کے) شائقین کو چاہیے کہ اسی سے رغبت کریں۔''

315- صبر، ذکر وعبادت اور گناہگار کی عدم اطاعت:

سورۃ الدّھر (آیت: ۲۴، ۲۵، ۲۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ۝ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا﴾

''(اے نبی ﷺ!) اپنے پروردگار کے حکم کے مطابق صبر کیے رہو اور ان لوگوں میں سے کسی بدعمل اور ناشکرے کا کہا نہ مانو۔ اور صبح و شام اپنے پروردگار کا نام لیتے رہو۔ اور رات کو لمبی مدت تک سجدے کرو اور اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔''

اگر یہ گناہ گار و ناشکرے تجھے اللہ کے نازل کردہ احکام سے روکیں تو ان کا کہنا نہ مان، بلکہ تبلیغ و دعوت کا کام جاری رکھ اور اللہ پر بھروسا رکھ، وہ لوگوں سے تیری حفاظت فرمائے گا۔ ''آثم'' جو افعال میں اللہ کی نافرمانی کرنے والا ہو اور ''کفور'' جو دل سے کفر کرنے والا ہو یا کفر میں حد سے بڑھ جانے والا ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد ولید بن مغیرہ ہے، جس نے نبیِ اکرم ﷺ سے کہا تھا کہ اس کام سے باز آ جا، تجھے تیرے کہنے کے مطابق دولت مہیا کر دیتے ہیں اور عرب کی جس عورت سے تو شادی کرنا چاہے، ہم تیری شادی کرا دیتے ہیں۔

316- اہلِ جنت وجہنم کے بعض اوصاف:

پارہ۳۰ ﴿عَمَّ﴾ سورۃ النازعات (آیت: ۳۴ تا ۴۱) میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ۞ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ۞ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ۞ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۞ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۞ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ۞ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۞ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴾

''تو جب بڑی آفت آئے گی۔ اس دن انسان اپنے کاموں کو یاد کرے گا۔ اور دوزخ دیکھنے والے کے سامنے نکال کر رکھ دی جائے گی۔ تو جس نے سرکشی کی۔ اور دنیا کی زندگی کو مقدم سمجھا۔ اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا اور جی کو خواہشوں سے روکتا رہا۔ اس کا ٹھکانا بہشت ہے۔''

317- اِکرامِ یتیم اور اِطعامِ مسکین:

سورۃ الفجر (آیت: ۱۵ تا ۱۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ۞ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۞ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۞ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴾

''مگر انسان (عجیب مخلوق ہے کہ) جب اس کا پروردگار اس کو آزماتا ہے کہ اسے عزت دیتا اور نعمت بخشتا ہے تو کہتا ہے کہ (آہا) میرے پروردگار نے مجھے عزت بخشی۔ اور جب (دوسری طرح) آزماتا ہے کہ

اس پر روزی تنگ کر دیتا ہے تو کہتا ہے کہ (ہائے) میرے پروردگار نے مجھے ذلیل کیا۔ نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی خاطر و اکرام نہیں کرتے۔ اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے (اطعام) کی ترغیب دیتے ہو۔"

318- فراغت میں عبادت و رجوع الی اللہ:

سورۃ الانشرح (آیت: ۷، ۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴾

"(اے نبی ﷺ!) جب فارغ ہوا کرو تو (عبادت میں) محنت کیا کرو۔
اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جایا کرو۔"

نماز سے، یا تبلیغ سے یا جہاد سے فارغ ہو، تو دعا میں محنت کر، یا اتنی عبادت کر کہ تو تھک جائے۔ اُسی سے جنت کی امید رکھ، اُسی سے اپنی حاجتیں طلب کر اور تمام معاملات میں اُسی پر اعتماد اور بھروسا رکھ۔

319- حصول علم (پڑھنے) کا حکم:

سورۃ العلق (آیت: ۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ﴾

"(اے نبیؐ!) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو، جس نے (عالم کو) پیدا کیا۔"

پہلی وحی:

حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول ﷺ کی وحی کی ابتدا سچے خوابوں سے ہوئی۔ جو خواب آپ ﷺ دیکھتے وہ صبح کو ظاہر ہو جاتا، پھر آپ ﷺ نے گوشہ نشینی اور خلوت اختیار کی۔ اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے توشہ لے کر غارِ حرا

میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی راتیں وہیں عبادت میں گزارا کرتے۔ پھر آتے اور توشہ لے کر چلے جاتے، یہاں تک کہ ایک مرتبہ وہیں شروع شروع میں وحی آئی۔ فرشتہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: ﴿اِقْرَاْ﴾ یعنی پڑھیں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: میں نے کہا: میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے مجھے پکڑ کر دبوچا، یہاں تک کہ مجھے تکلیف ہوئی، پھر فرمایا: پڑھ، اس نے یہی تین دفعہ کہا۔ بعد میں اس سورت کی پہلی پانچ آیتیں پڑھائیں۔ بعد میں نبی ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر فرمایا: مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ [1]

320- دینِ قیم:

سورۃ البینہ (آیت: ۴، ۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾

’’اور اہلِ کتاب جو متفرق (ومختلف) ہوئے ہیں تو دلیل واضح کے آجانے کے بعد (ہوئے ہیں)۔ اور ان کو حکم تو یہی ہوا تھا کہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں (اور) یکسو ہو کر اور نماز پڑھیں اور زکات دیں اور یہی سچا دین (دینِ قیم) ہے۔‘‘

321- خشیتِ الٰہی کا صلہ:

سورۃ البینہ (آیت: ۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

[1] تفسیر ابن کثیر (۵/ ۵۸۲)

خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ﴾

''ان کا صلہ ان کے پروردگار کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، ابد الآباد تک ان میں رہیں گے، اللہ ان سے خوش اور وہ اس سے خوش، یہ (صلہ) اس کے لیے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا رہا۔''

322- نماز وقربانی کا حکم:

سورۃ الکوثر (آیت:۲، ۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ؕ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ﴾

''اپنے پروردگار کے لیے نماز پڑھا کرو اور قربانی کیا کرو۔ کچھ شک نہیں کہ تمھارا دشمن ہی بے اولاد رہے گا۔''

یعنی نماز بھی صرف ایک اللہ کے لیے اور قربانی بھی صرف ایک اللہ کے نام پر۔ مشرکین کی طرح ان میں دوسروں کو شریک نہ کر۔

جب نبیِ اکرم ﷺ کی اولادِ نرینہ زندہ نہ رہی تو بعض کفار نے نبیِ مکرم ﷺ کو ''ابتر'' کہا، جس پر اللہ نے آپ ﷺ کو تسلی دی کہ ابتر تو نہیں، تیرے دشمن ہی ہونگے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی نسل کو باقی رکھا، گو اس کا سلسلہ لڑکی کی طرف سے ہی ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کی امت بھی آپ ﷺ کی اولادِ معنوی ہی ہے، جس کی کثرت پر آپ ﷺ قیامت والے دن فخر کریں گے، علاوہ ازیں آپ ﷺ کا ذکر پوری دنیا میں نہایت عزت و احترام سے لیا جاتا ہے، جبکہ آپ ﷺ سے بغض و عناد رکھنے والے صرف صفحاتِ تاریخ پر ہی موجود رہ گئے ہیں، لیکن کسی دل میں ان کا احترام نہیں اور کسی زبان پر اچھے لفظوں میں ان کا ذکر نہیں۔

323- درسِ توحید:

سورۃ الاخلاص (آیت: ۱ تا ۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾

شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ ''کہو کہ وہ (ذاتِ پاک جس کا نام) اللہ (ہے) ایک ہے۔ (وہ) معبودِ برحق جو بے نیاز ہے۔ وہ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا۔ اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔''

یہ سورۃ الاخلاص مختصر سی ہے، مگر بڑی فضیلت کی حامل ہے۔ اسے نبیِ اکرم ﷺ نے ثلث (ایک تہائی $\frac{1}{3}$) قرآن قرار دیا ہے اور اسے رات کو پڑھنے کی ترغیب دی ہے۔[1]

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم ہر رکعت میں دیگر سورتوں کے ساتھ اسے بھی ضرور پڑھتے تھے۔ جس پر نبیِ اقدس ﷺ نے انھیں فرمایا:

''تمھاری اس کے ساتھ محبت تمھیں جنت میں داخل کر دے گی۔''[2]

اس کا سببِ نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اپنے رب کا نسب بیان کرو۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔[3]

اللہ تعالیٰ کی توحید کا بیان:

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہود کہتے تھے کہ ہم حضرت عزیر علیہ السلام کو

---

[1] صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن (٣/ ٥٠)

[2] صحيح البخاري، كتاب الأذان (٧٧٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (٨١٣)

[3] مسند أحمد (٥/ ١٣٣، ١٣٤)

پوجتے ہیں جو اللہ کے بیٹے ہیں اور نصرانی کہتے تھے کہ ہم حضرت مسیح علیہ السلام کو پوجتے ہیں جو اللہ کے بیٹے ہیں اور مجوسی کہتے تھے کہ ہم سورج چاند کی پرستش کرتے ہیں اور مشرک کہتے تھے کہ ہم بت پرست ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل کی کہ اے نبی (ﷺ)! تم کہہ دو کہ ہمارا معبود تو اللہ تعالیٰ ہے، جو واحد ہے، احد ہے، جس جیسا کوئی نہیں، جس کا کوئی وزیر نہیں، کوئی شریک نہیں، کوئی ہم سفر نہیں، کوئی ہم جنس نہیں، جس کے برابر اور کوئی نہیں، جس کے سوا کسی کی الوہیت نہیں۔ اس لفظ کا اطلاق صرف اُسی کی ذاتِ پاک پر ہوتا ہے، جو اپنی صفتوں میں اور حکمت بھرے کاموں میں یکتا اور بے نظیر ہے۔ وہ صمد ہے، یعنی ساری مخلوق اس کی محتاج ہے اور وہ سب سے بے نیاز ہے۔[1]

324- معوذتین:

سورۃ الفلق (۱ تا ۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ﴾

شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ ’’کہو کہ میں صبح کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں۔ ہر چیز کی بُرائی سے جو اس نے بنائی۔ اور شبِ تاریک کی بُرائی سے جب اس کا اندھیرا چھا جائے۔ اور گنڈوں پر (پڑھ پڑھ کر) پھونکنے والیوں کی بُرائی سے۔ اور حسد کرنے والے کی بُرائی سے جب وہ حسد کرنے لگے۔‘‘

[1] تفسیر ابن کثیر (۵/ ۵۹۶)

یہ سورۃ الفلق ہے اور اس کے بعد سورۃ الناس ہے، ان دونوں کی مشترکہ فضیلت متعدد احادیث میں بیان کی گئی ہے۔

① ایک حدیث میں نبیِ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

''آج کی رات مجھ پر کچھ ایسی آیات نازل ہوئی ہیں، جن کی مثل میں نے کبھی نہیں دیکھی۔'' یہ فرما کر آپ ﷺ نے یہ دونوں سورتیں پڑھیں۔[1]

② نبیِ اکرم ﷺ انسانوں اور جنوں کی نظر سے پناہ مانگا کرتے تھے، جب یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان کے پڑھنے کو معمول بنا لیا اور دوسری چیزیں چھوڑ دیں۔[2]

جب نبی ﷺ پر جادو کیا گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام یہی دو سورتیں لے کر حاضر ہوئے اور فرمایا کہ ایک یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے اور یہ جادو فلاں کنویں میں ہے، آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیج کر منگوایا، (یہ ایک کنگھی کے دندانوں اور بالوں کے ساتھ ایک تانت کے اندر گیارہ گرہیں پڑی ہوئی تھیں اور موم کا ایک پتلا تھا جس میں سوئیاں چبھوئی ہوئی تھیں) حضرت جبرائیل علیہ السلام کے حکم کے مطابق ان دونوں سورتوں میں سے ایک ایک پڑھتے جاتے اور گرہ کھلتی جاتی اور سوئی نکلتی جاتی، خاتمے تک پہنچتے پہنچتے ساری گرہیں کھل گئیں اور ساری سوئیاں بھی نکل گئیں اور آپ ﷺ اس طرح صحیح ہوگئے، جیسے کوئی شخص جکڑ بندی سے آزاد ہو جائے۔[3]

سورۃ الناس:

سورۃ الناس (آیت: ۱ تا ۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

① صحيح مسلم، كتاب الصلاة المسافرين (٨٤٠) سنن ترمذي، رقم الحديث (٢٩٠٢)

② صحيح سنن الترمذي للألباني (٢/ ٤٠٥) رقم الحديث (٢١٥٠)

③ صحيح البخاري مع الفتح (٥٧٦٣) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢١٨٩)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾

شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ ”کہو کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں۔ (یعنی) لوگوں کے حقیقی بادشاہ کی۔ لوگوں کے معبودِ برحق کی۔ (شیطان) وسوسہ انداز کی بُرائی سے جو (اللہ کا نام سن کر) پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ (خواہ وہ) جنات میں سے (ہو) یا انسانوں میں سے۔“

اس سورت کی فضیلت تو گزشتہ سورت کی فضیلت کے ضمن ہی میں بیان ہوچکی ہے۔ ایک اور حدیث بھی ہے، جس میں آتا ہے کہ نبیِ اکرم ﷺ کو نماز میں بچھو ڈس گیا۔ نماز سے فراغت کے بعد آپ ﷺ نے نمک اور پانی منگوا کر اس کے اوپر ملا اور ساتھ ساتھ ① ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ ② ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ ③ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ (مکمل سورتیں) پڑھتے رہے۔[1]

ایک حدیث میں ہے کہ نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ بچھو پر لعنت کرے، یہ نہ نمازی کو چھوڑتا ہے نہ بے نماز کو۔“[2]

دوسری حدیث میں ہے:

”یہ نہ نبی کو چھوڑتا ہے نہ غیر نبی کو، بس ڈس لیتا ہے۔“[3]

---

① مجمع الزوائد (٥/ ١١١) و حسّنه. المعجم الصغير للطبراني (٨٣٠)

② سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٢٤٦) و صححه الألباني في صحيح الجامع (٥٠٩٨)

③ شعب الإيمان للبيهقي و صححه في الصحيح الجامع، رقم الحديث (٥٠٩٩) جبکہ بعض روایات میں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ کی بجائے ﴿قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ آیا ہے۔ (المعجم الصغير للطبراني بحواله السلسلة الصحيحة للألباني: ٢/ ٨٠، رقم الحديث ٥٤٧، ٥٤٨)

اس آخری سورت الناس میں اللہ کی تین صفات بیان کی گئی ہیں: پالنے اور پرورش کرنے کی، شہنشاہ ہونے کی اور معبود و لائقِ عبادت ہونے کی۔[1]

ساتھ ہی توحید کی تینوں اقسام بھی آ گئیں:

① توحیدِ ربوبیت (رَبّ)۔

② توحیدِ اسما وصفات (مَلِك)۔

③ توحیدِ الوہیت (اِلٰہ)۔

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس معوذتین کہلاتی ہیں اور سورۃ الاخلاص کو بھی شامل کر کے عموماً معوذات کہلاتی ہیں۔[2]

---

① تفسیر ابن کثیر (٥/ ٦٠١)

② ان دونوں سورتوں کے فضائل وتفسیر کے لیے ہماری ایڈٹ کردہ کتاب دیکھیں: ''معوذتین، فضائل و برکات، ترجمہ وتفسیر'' مطبوعہ توحید پبلی کیشنز، بنگلور (ابو عدنان محمد منیر قمر)

دوسرا حصہ:

قرآن مجید

میں

منکرات وممنوعات

(منکر)

منکرات و ممنوعات

(منکر)

وہ باتیں جن کو نہ کرنے کا حکم قرآن سے ثابت ہے اور ان کا ارتکاب حرام و ممنوع ہے، انھیں قرآنی منکرات ونواہی کہا جاتا ہے، جو درجِ ذیل ہیں:

1- شرک نہ کرو:

① پارہ ① ﴿الٓمّٓ﴾ سورۃ البقرہ (آیت:۲۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

''پس کسی کو اللہ کا ہمسر (شریک) نہ بناؤ اور تم جانتے تو ہو۔''

اس آیت میں شرک کرنے سے منع کیا گیا ہے، جس کی تفصیل کتاب کے شروع میں گزر چکی ہے۔ غرض کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی عبادت کی دعوت تمام انسانوں کو دی جا رہی ہے۔ فرمایا: جب تمھارا اور کائنات کا خالق اللہ ہے اور تمھاری تمام ضروریات کا مہیا کرنے والا وہی ہے تو پھر تم اسے چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ دوسروں کو اس کا شریک کیوں ٹھہراتے ہو؟ اگر تم عذابِ الٰہی سے بچنا چاہتے ہو تو اس کا صرف ایک طریقہ ہے کہ اللہ کو ایک مانو اور صرف اسی کی عبادت کرو، جانتے بوجھتے شرک کا ارتکاب مت کرو۔

② سورۃ النساء (آیت:۳۶) میں ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا﴾

''اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔''

③ سورۃ الکہف (آیت: ۱۱۰) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴾

''کہہ دو کہ میں تمھاری طرح کا ایک بشر ہوں (البتہ) میری طرف وحی آتی ہے کہ تمھارا معبود (وہی) ایک معبود ہے، تو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی امید رکھے، اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔''

④ سورۃ الروم (آیت: ۳۱) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ ''اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔''

⑤ سورت آلِ عمران (آیت: ۶۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴾

''کہہ دو کہ اے اہلِ کتاب! جو بات ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے، اُس کی طرف آؤ، وہ یہ کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے۔ اگر یہ لوگ (اس بات کو) نہ مانیں تو (اُن سے) کہہ دو کہ تم گواہ رہو، ہم (اللہ کے) فرماں بردار ہیں۔''

⑥ سورۃ النساء (آیت: ۴۸ تا ۵۰) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا ۝ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ كَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴾

''اللہ تعالیٰ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے اور جس نے اللہ کا شریک مقرر کیا، اُس نے بڑا بہتان باندھا۔ کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو پاکیزہ کہتے ہیں (نہیں)، بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے، پاکیزہ کرتا ہے اور اُن پر دھاگے برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔ دیکھو یہ اللہ پر کیسا جھوٹ (طوفان) باندھتے ہیں اور یہی گناہِ صریح کافی ہے۔''

⑦ سورۃ الحج (آیت: ۱۱، ۱۲) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اِۨطْمَاَنَّ بِهٖ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ اِۨنْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴾

''اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کنارے پر (کھڑا ہو کر) اللہ کی عبادت کرتا ہے، اگر اس کو کوئی (دنیاوی) فائدہ پہنچے تو اُس کے سبب مطمئن ہو جائے اور اگر کوئی آفت پڑے تو منہ کے بل لوٹ جائے

(یعنی پھر کافر ہو جائے)، اُس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی، یہی تو نقصان صریح ہے۔ یہ اللہ کے سوا ایسی چیز کو پکارتا ہے جو نہ اُسے نقصان پہنچائے اور نہ اُسے فائدہ دے سکے، یہی تو پرلے درجے کی گمراہی ہے۔"

⑧ سورت لقمان (آیت:۱۳) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾

"اور (اس وقت کو یاد کرو) جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، شرک تو بڑا (بھاری) ظلم ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان علیہ السلام کی سب سے پہلی وصیت یہ نقل فرمائی کہ انھوں نے اپنے بیٹے کو شرک سے منع فرمایا، جس سے واضح ہوا کہ والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو شرک سے بچانے کی سب سے زیادہ کوشش کریں۔

شرک کو "ظلم عظیم" کہنا بعض کے نزدیک حضرت لقمان علیہ السلام ہی کا قول ہے۔ بعض نے اسے اللہ کا قول قرار دیا ہے اور اس کی تائید میں وہ حدیث پیش کی ہے جو ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ کے نزول کے تعلق سے مروی ہے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہاں ظُلم سے مراد "ظلم عظیم" یعنی شرک ہے۔ پھر آپ ﷺ نے آیت ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ کا حوالہ دیا۔[1]

مگر درحقیقت اس سے اللہ کا قول ہونے کی تائید ہوتی ہے نہ تردید۔

⑨ پھر سورت لقمان (آیت:۱۵) میں فرمایا:

﴿ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ﴾

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٧٧٦)

''اور اگر وہ تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے، جس کا تجھے کچھ علم نہیں تو اُن کا کہا نہ ماننا۔''

⑩ سورۃ الزمر (آیت: ۶۵) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾

''اور (اے نبی!) تمھاری طرف اور ان (پیغمبروں) کی طرف جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں، یہی وحی بھیجی گئی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمھارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم زیاں کاروں میں سے ہو جاؤ گے۔''

⑪ سورۃ الذاریات (آیت: ۵۱) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾

''اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بناؤ، میں اس کی طرف سے تم کو صریح ڈرانے والا ہوں۔''

یعنی میں تمھیں کھول کھول کر ڈرا رہا ہوں اور تمھاری خیر خواہی کر رہا ہوں کہ صرف ایک اللہ کی طرف رجوع کرو، اسی پر اعتماد اور بھروسا کرو اور صرف اسی ایک کی عبادت کرو، اس کے ساتھ دوسرے معبودوں کو شریک مت کرو۔ ایسا کرو گے تو یاد رکھنا جنت کی نعمتوں سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو جاؤ گے۔

2- منکرِ قرآن نہ بنو اور نہ قرآن فروشی کرو:

① سورۃ البقرۃ (آیت: ۴۱، ۴۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اٰمِنُوْا بِمَاۤ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَ لَا تَكُوْنُوْۤا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَ اِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَ

لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

''اور جو کتاب میں نے (اپنے رسول پر) نازل کی ہے جو تمھاری کتاب (تورات) کو سچا کہتی ہے، اس پر ایمان لاؤ اور اس سے منکرِ اوّل نہ بنو اور میری آیتوں میں (تحریف کر کے) ان کے بدلے تھوڑی سی قیمت (دنیاوی منفعت) نہ حاصل کرو اور مجھ ہی سے خوف رکھو اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور سچی بات کو جان بُوجھ کر نہ چھپاؤ۔''

''تھوڑی سی قیمت (دنیاوی منفعت) نہ حاصل کرو'' کا یہ مطلب نہیں کہ زیادہ معاوضہ مل جائے تو احکامِ الٰہی کا سودا کر لو، بلکہ مطلب یہ ہے کہ احکامِ الٰہی کے مقابلے میں دنیاوی مفادات کو اہمیت نہ دو۔ احکامِ الٰہی تو اتنے قیمتی ہیں کہ ساری دنیا کا مال و متاع بھی ان کے مقابلے میں ہیچ ہے۔ اِس آیت میں اصل مخاطب اگرچہ بنی اسرائیل ہیں، لیکن یہ حکم قیامت تک آنے والوں کے لیے ہے۔ جو بھی ابطالِ حق اور اثباتِ باطل یا کتمانِ علم کا ارتکاب اور احقاقِ حق سے محض طلبِ دنیا کے لیے گریز کرے گا، وہ اس وعید میں شامل ہوگا۔[1]

② نیز سورۃ المائدہ (آیت: ۴۴) میں فرمایا ہے:

﴿فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَ اخْشَوْنِ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾

''تم لوگوں سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرتے رہنا اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لینا اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔''

3- جادو سیکھنا کفر ہے:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۱۰۲، ۱۰۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

① مختصر تفسير للشوكاني فتح القدير (ص: ٤٧)

﴿ وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَ لٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ وَ مَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ وَ مَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ يَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ لَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَ لَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾

''اور اُن چیزوں کے پیچھے لگ گئے جو سلیمان کے عہدِ سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے مطلق کفر کی بات نہیں کی بلکہ شیطان ہی کفر کرتے تھے کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور اُن باتوں کے بھی (پیچھے لگ گئے تھے) جو شہرِ بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتری تھیں اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے، جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو (ذریعہ) آزمائش ہیں۔ تم کفر میں نہ پڑو، غرض کہ لوگ ان سے ایسا (جادو) سیکھتے، جس سے میاں بیوی میں جدائی ڈال دیں اور اللہ کے حکم کے سوا وہ اس (جادو) سے کسی کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے تھے اور کچھ ایسے (منتر) سیکھتے جو اُن کو نقصان ہی پہنچاتے اور فائدہ کچھ نہ دیتے اور وہ جانتے تھے کہ جو شخص ایسی چیزوں (سحر و منتر وغیرہ) کا خریدار ہوگا، اُس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور جس چیز کے عوض انھوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا، وہ بُری تھی۔ کاش وہ (اس

بات) کو جانتے اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیز گاری کرتے تو اللہ کے ہاں سے بہت اچھا صلہ ملتا۔ اے کاش! وہ اس سے واقف ہوتے۔"

4- نبیِ اکرم ﷺ سے گفتگو کے آداب:

سورۃ البقرۃ (آیت:۱۰۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾

"اے اہلِ ایمان! (گفتگو کے وقت پیغمبر سے) "رَاعِنَا" نہ کہا کرو اور "اُنْظُرْنَا" کہا کرو اور خوب سن رکھو اور کافروں کے لیے دُکھ دینے والا عذاب ہے۔"

"رَاعِنَا" کے معنیٰ ہیں ہمارا لحاظ اور خیال کیجیے۔ بات سمجھ میں نہ آئے تو سامع اس لفظ کا استعمال کر کے متکلم کو اپنی طرف متوجہ کرتا تھا، لیکن یہودی اپنے بُغض و عناد کی وجہ سے اس لفظ کو تھوڑا سا بگاڑ کر استعمال کرتے تھے، جس سے اس کے معنیٰ میں تبدیلی اور ان کے جذبہ عناد کی تسلی ہو جاتی، مثلاً وہ کہتے: "رَاعِيْنَا" (ہمارا چرواہا) جیسے وہ "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ" کے بجائے "اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ" (تم پر موت آئے) کہا کرتے تھے، بنابریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم "اُنْظُرْنَا" کہا کرو۔

اس سے ایک تو یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ ایسے الفاظ جن میں تنقیص و اہانت کا شائبہ ہو، ادب و احترام کے پیشِ نظر اور سدِ ذریعہ کے طور پر ان کا استعمال کرنا صحیح نہیں۔

دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ کفار کے ساتھ افعال اور اقوال میں مشابہت کرنے سے بچا جائے، تاکہ مسلمان جو کسی کی مشابہت اختیار کرے گا، وہ انھی میں شمار ہوگا۔" کی وعید میں داخل نہ ہوں۔[1]

[1] سنن أبي داود، كتاب اللباس (٤٠٣١) و حسنهٗ الألباني في حجاب المرأة (ص: ١٠٤)

5- مساجد میں ذکرِ الٰہی سے روکنا ظلم اور باعثِ عذابِ عظیم ہے:

سورۃ البقرۃ (آیت:۱۱۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَ سَعٰی فِیْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَاۤ اِلَّا خَآئِفِیْنَ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴾

''اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے، جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے نام کا ذکر کیے جانے کو منع کرے اور ان کی ویرانی میں ساعی ہو۔ ان لوگوں کو کچھ حق نہیں ہے کہ وہ اُن میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے۔ اُن کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔''

جن لوگوں نے مسجدوں میں اللہ کا ذکر کرنے سے روکا، یہ کون ہیں؟ ان کے بارے میں مفسرین کی دو رائے ہیں۔ ایک رائے یہ ہے کہ اس سے مراد عیسائی ہیں، جنھوں نے شاہِ روم کے ساتھ مل کر بیت المقدس میں یہودیوں کو نماز پڑھنے سے روکا اور اس کی تخریب میں حصہ لیا، لیکن حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے اس کا مصداق مشرکینِ مکہ کو قرار دیا ہے، جنھوں نے ایک تو نبیِ کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مکے سے نکلنے پر مجبور کر دیا اور یوں خانہ کعبہ میں مسلمانوں کو عبادت سے روکا۔ پھر صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی یہی کردار دہرایا اور کہا کہ ہم اپنے آبا و اجداد کے قاتلوں کو مکے میں داخل نہیں ہونے دیں گے، حالانکہ خانہ کعبہ میں کسی کو عبادت سے روکنے کی اجازت اور روایت نہیں تھی۔

تخریب اور بربادی صرف یہی نہیں ہے کہ اسے گرا دیا جائے اور عمارت کو نقصان پہنچایا جائے، بلکہ ان میں اللہ کی عبادت اور ذکر سے روکنا، اقامتِ شریعت

اور مظاہرِ شرک سے پاک کرنے سے منع کرنا بھی تخریب اور اللہ کے گھروں کو برباد کرنا ہے۔

6- کتمانِ شہادت... ظلم اور باعثِ لعنت ہے:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۱۴۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾

"(اے یہود و نصاریٰ!) کیا تم اس بات کے قائل ہو کہ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد یہودی یا عیسائی تھے؟ (اے نبی! ان سے) کہو کہ بھلا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ؟ اور اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی شہادت (گواہی) کو جو اس کے پاس (کتاب میں موجود) ہے، چھپائے اور جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو، اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں ہے۔"

یعنی تمھیں معلوم ہے کہ یہ انبیا یہودی یا عیسائی نہیں تھے، اسی طرح تمھاری کتابوں میں آنحضرت ﷺ کی نشانیاں بھی موجود ہیں، لیکن تم اُن شہادتوں کو لوگوں سے چھپا کر ایک بڑے ظلم کا ارتکاب کر رہے ہو، جو اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں۔

کتمانِ علم... باعثِ لعنت اور عذاب کا سبب ہے:

پارہ ② ﴿سَيَقُوْلُ﴾ سورۃ البقرۃ (آیت: ۱۵۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ

مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ﴾

''جو لوگ ہمارے احکام اور ہدایات کو جو ہم نے نازل کی ہیں (کسی غرضِ فاسد سے) چھپاتے ہیں، باوجودیکہ ہم نے اُن کو لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے اپنی کتاب میں کھول کھول کر بیان کر دیا ہے، ایسے لوگوں پر اللہ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے جو باتیں اپنی کتاب میں نازل فرمائی ہیں، انھیں چھپانا اتنا بڑا جرم ہے کہ اللہ کے علاوہ دیگر لعنت کرنے والے بھی اس پر لعنت کرتے ہیں۔

حدیث میں ہے:

''جس سے کوئی ایسی بات پوچھی گئی، جس کا اس کو علم تھا اور اس نے اسے چھپایا تو قیامت والے دن آگ کی لگام اس کے منہ میں دی جائے گی۔''[1]

7- شک نہ کرو:

1 سورۃ البقرۃ (آیت: ۱۴۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ﴾

''(اے پیغمبر! یہ نیا قبلہ) تمھارے رب کی طرف سے حق ہے تو تم ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔''

پیغمبر پر اللہ کی طرف سے جو بھی حکم اترتا ہے، وہ یقیناً حق ہوتا ہے، اس میں شک و شبہے کی کوئی گنجایش نہیں ہوتی۔

2 اسی طرح سورت آل عمران (آیت: ۶۰) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ﴾

---

[1] سنن أبي داود، كتاب العلم، سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٦٥١ و حسنه) والنسائي و سنن ابن ماجه، مسند أحمد و المستدرك للحاكم و صححه الألباني في صحيح الجامع (٦٢٨٤)

''(یہ بات) تمھارے پروردگار کی طرف سے حق ہے، سوتم ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔''

۳ ایسے ہی سورۃ الانعام (آیت:۱۱۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ﴾

''اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب (تورات) دی ہے، وہ جانتے ہیں کہ وہ تمھارے رب کی طرف سے برحق نازل ہوئی ہے تو تم ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔''

۴ سورت یونس (آیت:۹۴) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ﴾

''پس اگر تو اس چیز کے متعلق شک میں ہے جو ہم نے تیری طرف نازل کی ہے، تو جو لوگ تم سے پہلے کی (اتری ہوئی) کتابیں پڑھتے ہیں، اُن سے پوچھ لو، تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے حق آچکا ہے تو تم ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔''

8- کفار سے مت ڈرو:

① سورۃ البقرۃ (آیت: ۱۵۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ﴾

''سواُن سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرتے رہنا۔''

ظالموں سے نہ ڈرو، یعنی مشرکوں کی باتوں کی پروا مت کرو۔ انھوں نے کہا تھا

کہ محمد ﷺ نے ہمارا قبلہ تو اختیار کر لیا ہے، عنقریب وہ ہمارا دین بھی اپنا لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھ سے ڈرتے رہو اور جو حکم میں دیتا ہوں، اس پر بلا خوف عمل کرتے رہو۔

② سورت آل عمران (آیت: ۱۷۵) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

''یہ (خوف دلانے والا) تو شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، اگر تم مومن ہو تو اُن سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرتے رہنا۔''

یعنی جب وہ تمھیں اس وہم میں مبتلا کرے تو تم صرف مجھ ہی پر بھروسا رکھو اور میری ہی طرف رجوع کرو، میں تمھیں کافی ہو جاؤں گا اور تمھارا ناصر ہوں گا، جیسے دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ﴾ [الزمر: ۳۶]

''کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں ہے؟''

③ سورۃ المائدہ (آیت: ۴۴) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَ اخْشَوْنِ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾

''تم لوگوں سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرتے رہنا اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لینا اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔''

''تھوڑی سی قیمت'' کی تفصیل ابھی قریب ہی نمبر (۲) کے تحت گزری ہے۔

9- ناشکری نہ کرو:

① سورۃ البقرۃ (آیت: ۱۵۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ﴾

’’تم مجھے یاد کیا کرو، میں تمھیں یاد کیا کروں گا اور میرا احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا۔‘‘

ذکر یعنی یاد کرنے کا مطلب ہر وقت اللہ کو یاد کرنا ہے،یعنی اُس کی تسبیح اور تکبیر بلند کرو۔شکر کا مطلب اللہ کی دی ہوئی قوتوں اور توانائیوں کو اس کی اطاعت میں صرف کرنا ہے۔خداداد قوتوں کو اللہ کی نافرمانی میں صرف کرنا، یہ اللہ کی ناشکرگزاری (کفرانِ نعمت) ہے۔شکر کرنے پر مزید احسانات کی نوید اور ناشکری پر عذابِ شدید کی وعید ہے۔

② سورت ابراہیم (آیت: ۷) میں فرمایا:

﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾

’’اور جب تمھارے رب نے (تم کو) آگاہ کیا کہ اگر شکر کرو گے تو میں تمھیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو (یاد رکھو کہ) میرا عذاب (بھی) سخت ہے۔‘‘

10- شہید کو مردہ نہ کہو:

① سورۃ البقرۃ (آیت: ۱۵۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾

’’اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے (شہید ہو) جائیں، اُن کی نسبت یہ نہ کہنا کہ وہ مرے ہوئے ہیں (وہ مردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں، لیکن تم نہیں جانتے۔‘‘

شہدا کو مردہ نہ کہنا، ان کے اعزاز اور تکریم کے لیے ہے۔ ان کی یہ زندگی برزخ کی زندگی ہے، جس کو ہم سمجھنے سے قاصر ہیں۔ یہ زندگی اعلیٰ قدر مراتب انبیا و مومنین، حتیٰ کہ کفار کو بھی حاصل ہے۔ شہید کی روح اور بعض روایات میں مومن کی روح بھی ایک پرندے کی طرح جنت میں جہاں چاہتی ہیں، پھرتی رہتی ہیں۔[1]

٢ سورت آل عمران (آیت: ١٦٩) میں بھی ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴾

''جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے اُن کو مرے ہوئے نہ سمجھنا (وہ مرے ہوئے نہیں ہیں) بلکہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں اور اُن کو رزق مل رہا ہے۔''

11- شیطان کی پیروی مت کرو:

① سورۃ البقرۃ (آیت: ١٦٨) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾

''لوگو! جو چیزیں زمین میں حلال طیب ہیں وہ کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو، وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔''

یعنی شیطان کے پیچھے لگ کر اللہ کی حلال کردہ چیز کو حرام مت کرو، جس طرح مشرکین نے کیا کہ اپنے بتوں کے نام وقف کردہ جانوروں کو وہ حرام کر لیتے تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ نبیِ اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[1] دیکھیں: تفسیر ابن کثیر (١/ ٢٦٨)

''میں نے اپنے بندوں کو حنیف پیدا کیا، پس شیطان نے ان کو دین سے گمراہ کر دیا اور جو چیزیں میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں، وہ اس نے ان پر حرام کر دیں۔''①

② سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۰۸) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴾

''مومنو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو وہ تو تمھارا صریح دشمن ہے۔''

اہلِ ایمان کو کہا جا رہا ہے کہ اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور اس طرح نہ کرو کہ جو باتیں تمھاری مصلحتوں اور خواہشات کے مطابق ہوں، ان پر تو عمل کر لو، لیکن دوسرے حکموں کو نظر انداز کر دو، اس طرح جو دین تم چھوڑ آئے ہو، اس کی باتیں اسلام میں شامل کرنے کی کوشش مت کرو، بلکہ صرف اسلام کو مکمل طور پر اپناؤ۔

اس سے دین میں بدعات کی بھی نفی کر دی گئی اور آج کل کے سیکولر ذہن کی تردید بھی، جو اسلام کو مکمل طور پر اپنانے کے لیے تیار نہیں، بلکہ دین کو عبادت، یعنی مساجد تک محدود کرنا اور سیاست اور ایوانِ حکومت سے دیس نکالا دینا چاہتا ہے۔ اسی طرح عوام کو بھی سمجھایا جا رہا ہے، جو رسوم و رواج اور علاقائی ثقافت و روایات کو پسند کرتے ہیں اور انھیں چھوڑنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتے، جیسے مرگ اور شادی بیاہ کی مسرفانہ اور ہندوانہ رسوم اور دیگر رواج وغیرہ اور یہ کہا جا رہا ہے کہ شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو، جو تمھیں خلافِ اسلام باتوں کے لیے حسین فلسفے تراش کر پیش کرتا، برائیوں پر خوش نما غلاف چڑھاتا اور بدعات کو بھی نیکی باور کراتا

① صحيح مسلم، كتاب الجنّة (٦٣/ ٢٨٦٥)

ہے، تا کہ اس کے دامِ ہم رنگِ زمین میں پھنسے رہو۔

③ سورۃ الانعام (آیت: ۱۴۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾

''اور چوپایوں میں بوجھ اٹھانے والے (بڑے بڑے) بھی پیدا کیے اور زمین سے لگے ہوئے (چھوٹے چھوٹے) بھی (پس) اللہ کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو، وہ تمھارا صریح دشمن ہے۔''

شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو، جس طرح مشرکین اس کے پیچھے لگ گئے تھے اور حلال جانوروں کو بھی اپنے اوپر حرام کر لیا تھا، گویا اللہ کی حلال کردہ چیز کو حرام اور حرام کو حلال کر لیا، یہ بھی شیطان کی پیروی ہے۔

④ سورۃ النور (آیت: ۲۱) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾

''اے مومنو! شیطان کے قدموں پر نہ چلنا اور جو شخص شیطان کے قدموں پر چلے گا تو شیطان تو بے حیائی (کی باتیں) اور بُرے کام ہی بتائے گا اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور مہربانی نہ ہوتی تو ایک شخص بھی تم میں پاک نہ ہو سکتا، مگر جس کو اللہ چاہتا ہے، پاک کر دیتا ہے (اور) اللہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔''

12- کون سی اشیا حرام ہیں؟

① سورۃ البقرۃ (آیت:۱۷۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

''اُس نے تم پر مرا ہوا جانور اور (بہا ہوا) خون اور سُؤر کا گوشت اور جس چیز پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے حرام کر دیا ہے۔ ہاں! جو ناچار ہو جائے (بشرطیکہ) اللہ کی نافرمانی نہ کرے اور حد (ضرورت) سے باہر نہ نکل جائے، اُس پر کچھ گناہ نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا (اور) رحم کرنے والا ہے۔''

اس آیت میں چار حرام کردہ چیزوں کا ذکر ہے، لیکن اسے کلمہ حصر ﴿اِنَّمَا﴾ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، جس سے ذہن میں یہ شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ حرام صرف یہی چار چیزیں ہیں، حالانکہ ان کے علاوہ بھی کئی چیزیں حرام ہیں۔ اس لیے اول تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ حصر ایک خاص سیاق میں آیا ہے، یعنی مشرکین کے اس فعل کے ضمن میں کہ وہ حلال جانوروں کو بھی حرام قرار دے لیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ حرام نہیں، حرام تو صرف یہ چیزیں ہیں؛ اس لیے یہ حصر اضافی ہے، یعنی اس کے علاوہ بھی دیگر منع کردہ چیزیں ہیں، جن کا یہاں ذکر نہیں کیا گیا، مثلاً وہ درندہ جو کچلیوں سے شکار کرے اور پرندوں میں جو پنجوں سے شکار کرے، تیسرے جن جانوروں کی حرمت حدیث سے ثابت ہے؛ مثلاً گھریلو گدھا، کتا وغیرہ بھی حرام ہیں۔

② سورۃ المائدہ (آیت:۳) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَ الدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَ الْمُنْخَنِقَةُ وَ الْمَوْقُوْذَةُ وَ الْمُتَرَدِّيَةُ وَ النَّطِيْحَةُ وَ مَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَ اَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ﴾

''تم پر مرا ہوا جانور اور (بہا ہوا) خون اور سُور کا گوشت اور جس چیز پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے اور جو جانور گلا گھٹ کر مر جائے اور جو چوٹ لگ کر مر جائے اور جو گر کر مر جائے اور جو سینگ لگ کر مر جائے، یہ سب حرام ہیں اور وہ جانور بھی جس کو درندے پھاڑ کھائیں، مگر جس کو تم (مرنے سے پہلے) ذبح کر لو اور وہ جانور بھی جو تھان (آستانہ) پر ذبح کیا جائے اور یہ بھی کہ پانسوں سے قسمت معلوم کرو یہ سب گناہ (کے کام) ہیں۔''

بھوک کی اضطراری کیفیت میں مذکورہ محرمات کے کھانے کی اجازت ہے، بشرطیکہ مقصد اللہ کی نافرمانی اور حد سے تجاوز کرنا نہ ہو، صرف جان بچانا مطلوب ہو۔

④ سورۃ الانعام (آیت: ۱۴۵) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

''کہو کہ جو احکام مجھ پر نازل ہوئے ہیں، میں اُن میں کوئی چیز جسے کھانے والا کھائے حرام نہیں پاتا، بجز اس کے کہ وہ مرا ہوا جانور ہو یا

بہتا خون یا سُور کا گوشت کہ یہ سب ناپاک ہیں یا کوئی گناہ کی چیز ہو کہ اُس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو اور اگر کوئی مجبور ہو جائے، لیکن نہ تو نافرمانی کرے اور نہ حد سے باہر نکل جائے تو تمھارا رب بخشنے والا مہربان ہے۔''

اس آیت میں جن چار محرمات کا ذکر ہے، ان کی ضروری تفصیل اس موضوع کے آغاز میں سورت بقرہ (آیت: ۱۷۳) کے تحت گزر چکی ہے، یہاں یہ نکتہ مزید قابلِ وضاحت ہے کہ ان چار محرمات کا ذکر کلمہ حصر سے کیا گیا ہے، جس سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان چار قسموں کے علاوہ باقی تمام جانور حلال ہیں، جبکہ واقعہ یہ ہے کہ ان چار کے علاوہ دوسرے جانور بھی شریعت میں حرام ہیں، پھر یہاں حصر کیوں کیا گیا؟ بات دراصل یہ ہے کہ اس سے قبل مشرکین کے جاہلانہ طریقوں اور ان کے رد کا بیان چلا آ رہا ہے۔ ان ہی میں بعض جانوروں کا بھی ذکر آیا ہے، جو انھوں نے اپنے طور پر حرام کر رکھے تھے۔ اس سیاق میں یہ کہا جا رہا ہے کہ مجھ پر جو وحی کی گئی ہے، اس میں اس سے مقصود مشرکین کے حرام کردہ جانوروں کی حلت ہے، یعنی وہ حرام نہیں ہیں، کیوں کہ اللہ نے جن محرمات کا ذکر کیا ہے، ان میں تو وہ شامل ہی نہیں ہیں۔ اگر وہ حرام ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کا بھی ذکر ضرور کرتا۔

امام شوکانی رحمہ اللہ نے اس کی توجیہ اس طرح کی ہے کہ اگر یہ آیت مکی نہ ہوتی تو پھر یقیناً محرمات کا حصر قابلِ تسلیم تھا، لیکن چوں کہ اس کے بعد خود قرآن نے سورۃ المائدہ میں بعض محرمات کا ذکر کیا ہے اور نبیِ اکرم ﷺ نے بھی کچھ محرمات بیان فرمائے ہیں تو اب وہ بھی ان میں شامل ہوں گے۔

④ سورۃ النحل (آیت: ۱۱۵) میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَ مَآ أُهِلَّ

لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

''اُس نے تم پر مردار اور خون اور سُور کا گوشت حرام کر دیا اور جس چیز پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے (اُس کو بھی)، ہاں اگر کوئی ناچار ہو جائے تو بشرطیکہ گناہ کرنے والا نہ ہو اور نہ حد سے نکلنے والا تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

یہ آیت اس سے قبل تین مرتبہ پہلے بھی گزر چکی ہے۔ یہ چوتھا مقام ہے۔

ان آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ان میں جن چار محرمات کا ذکر ہے، اللہ تعالیٰ ان سے مسلمانوں کو نہایت تاکید کے ساتھ بچانا چاہتا ہے۔ اس میں (جس چیز پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا جائے) جو چوتھی قسم ہے، اس کے مفہوم میں تاویلات کو سامنے رکھ کر شرک کے لیے چور دروازہ تلاش کیا جاتا ہے۔

13- حالتِ اعتکاف میں مباشرت کی ممانعت:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۱۸۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ وَ لَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ﴾

''پھر روزہ (رکھ کر) رات تک پورا کرو اور جب مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو تو اُن (بیویوں) سے مباشرت نہ کرو۔''

اعتکاف کی حالت میں بیوی سے مباشرت اور بوس و کنار کی اجازت نہیں ہے، البتہ ملاقات اور بات چیت جائز ہے۔ اعتکاف کے لیے مسجد ضروری ہے، چاہے اعتکاف کرنے والا مرد ہو یا عورت۔ نبیِ اکرم ﷺ کی بیویوں نے بھی مسجد میں اعتکاف کیا۔ اس لیے عورتوں کا اپنے گھر میں اعتکاف بیٹھنا صحیح نہیں، البتہ مسجد

میں ان کے لیے ہر چیز کا مردوں سے الگ انتظام کرنا ضروری ہے، تاکہ مردوں سے کسی طرح کا میل جول نہ ہو۔ جب تک مسجد میں معقول، محفوظ اور مردوں سے بالکل الگ انتظام نہ ہو، عورتوں کو مسجد میں اعتکاف بیٹھنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ یہ ایک نفلی عبادت ہے، جب تک پوری طرح تحفظ نہ ہو، اس نفلی عبادت سے گریز بہتر ہے۔ فقہ کا اصول ہے:

''مصالح کے حصول کے مقابلے میں مفاسد سے بچاؤ زیادہ ضروری ہے۔''

14- کسی کا مال ناحق نہ کھاؤ:

١ سورۃ البقرۃ (آیت: ١٨٨) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

''اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اُس کو (رشوتاً) حاکموں کے پاس پہنچاؤ، تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر کھا جاؤ اور (اسے) تم جانتے بھی ہو۔''

یہ ایسے شخص کے بارے میں ہے، جس کے پاس کسی کا حق ہو، لیکن حق والے کے پاس ثبوت نہ ہو، اس کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر وہ عدالت یا حاکم مجاز سے اپنے حق میں فیصلہ کروالے اور اس طرح دوسرے کا حق غصب کر لے۔ یہ ظلم اور حرام ہے۔ عدالت کا فیصلہ ظلم اور حرام کو جائز اور حلال نہیں کر سکتا، یہ ظالم عنداللہ مجرم ہوگا۔[1]

٢ سورۃ النساء (آیت: ٢٩) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾

---

[1] مختصر تفسير ابن كثير للرفاعي (١/ ١٥٠)

”مومنو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ، ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو (اور اس سے مالی فائدہ ہو جائے تو وہ جائز ہے) اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔“

﴿بِالْبَاطِلِ﴾ میں دھوکا، فریب، جعل سازی اور ملاوٹ کے علاوہ تمام ایسے کاروبار بھی شامل ہیں، جن سے شریعت نے منع کیا ہے، جیسے قمار (جوا) اور سود و رشوت۔ اسی طرح ممنوع اور حرام چیزوں کا کاروبار کرنا بھی باطل میں شامل ہے، مثلاً بلا ضرورت فوٹو گرافی، ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر، ویڈیو فلموں کا بنانا، بیچنا اور مرمت کرنا وغیرہ سب ناجائز ہے۔

﴿وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ﴾ ”اپنے آپ کو قتل و ہلاک نہ کرو۔“ سے مراد خودکشی بھی ہو سکتی ہے جو کبیرہ گناہ ہے اور ارتکابِ معصیت بھی جو ہلاکت کا باعث ہے اور کسی مسلمان کو قتل کرنا بھی، کیوں کہ مسلمان جسد واحد کی طرح ہے۔ اس لیے اس کا قتل بھی ایسا ہی ہے، جیسے اپنے آپ کو قتل کیا۔

15- جنگ میں بھی زیادتی نہ کرو:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۱۹۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾

”اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم بھی اللہ کی راہ میں اُن سے لڑو، مگر زیادتی نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔“

اس آیت میں پہلی مرتبہ ان لوگوں سے لڑنے کی اجازت دی گئی جو مسلمانوں سے آمادۂ قتال رہتے تھے۔ تاہم زیادتی سے منع فرمایا، جس کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں،

بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرو، جن کا جنگ میں حصہ نہ ہو، اسی طرح درخت وغیرہ جلا دینا یا جانوروں کو بغیر مصلحت کے مار ڈالنا بھی زیادتی ہے، جس سے بچا جائے۔[1]

16- حرم میں لڑائی نہ کرنا:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۱۹۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ﴾

''اور جب تک وہ تم سے مسجد (خانہ کعبہ) کے پاس نہ لڑیں، تم بھی وہاں اُن سے نہ لڑنا، ہاں اگر وہ تم سے لڑیں تو تم اُن کو قتل کر ڈالو، کافروں کی یہی سزا ہے۔''

حدودِ حرم میں قتال منع ہے، لیکن اگر کفار اس کی حرمت کو ملحوظ نہ رکھیں اور تم سے لڑیں تو تمھیں بھی ان سے لڑنے کی اجازت ہے۔

17- اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۱۹۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾

''اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔''

اس سے بعض نے ترکِ انفاق، بعض نے ترکِ جہاد اور بعض نے گناہ پر گناہ کیے جانا مراد لیا ہے اور یہ ساری ہی صورتیں ہلاکت کی ہیں۔ جہاد چھوڑ دو گے یا جہاد میں اپنا مال صرف کرنے سے گریز کرو گے تو یقیناً دشمن قوی ہوگا اور تم کمزور ہو گے، جس کا نتیجہ تباہی ہے۔

---

[1] مختصر تفسير ابن كثير للرفاعي (١/ ١٥١)

18- ممنوعاتِ حج:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۱۹۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَا رَفَثَ وَ لَا فُسُوْقَ وَ لَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾

''حج (کے دنوں) میں عورتوں سے اختلاط کرے نہ کوئی بُرا کام کرے اور نہ کسی سے جھگڑے۔''

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے:

''جس نے حج کیا اور شہوانی باتوں اور فسق و فجور سے بچا، وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے، جیسے اس دن پاک تھا جب اسے اس کی ماں نے جنا تھا۔''[1]

19- کفرانِ نعمت کی سزا اور تقوے کی جزا:

سورۃ البقرہ (آیت: ۲۱۱، ۲۱۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِ يْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۭ بَيِّنَةٍ وَ مَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۞ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ يَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

''(اے نبی!) بنی اسرائیل سے پوچھو کہ ہم نے اُن کو کتنی کھلی نشانیاں دیں اور جو شخص اللہ کی نعمت کو اپنے پاس آنے کے بعد بدل دے تو اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔ اور جو کافر ہیں ان کے لیے دنیا کی زندگی خوش نما کر دی گئی ہے اور وہ مومنوں سے تمسخر کرتے ہیں، لیکن جو

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (۱۸۲۰) صحيح مسلم (۵/ ۹/ ۱۱۹)

پرہیزگار ہیں وہ قیامت کے دن اُن پر غالب ہوں گے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے۔"

20- حرمت والے مہینوں میں قتال کی ممانعت اور فتنہ، قتل سے بڑا گناہ ہے:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۱۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ وَ صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ﴾

"(اے نبی!) لوگ تم سے عزت والے مہینوں میں لڑائی کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہہ دو کہ اُن میں لڑنا بڑا (گناہ) ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اُس سے کفر کرنا اور مسجد حرام (خانہ کعبہ میں جانے) سے (بند کرنا) اور اہلِ مسجد کو اُس میں سے نکال دینا (جو یہ کفار کرتے ہیں) اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ (گناہ) ہے اور فتنہ انگیزی خون ریزی سے بھی بڑھ کر ہے۔"

21- ارتداد (مرتد ہو جانے) کی سزا:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۱۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾

"اور یہ لوگ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے، یہاں تک کہ اگر قدرت

رکھیں تو تمھیں تمھارے دین سے پھیر دیں اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر کر (کافر ہو) جائے گا اور کافر ہی مرے گا تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہو جائیں گے اور یہی لوگ دوزخ (میں جانے) والے ہیں، جس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

جو دینِ اسلام سے پھر جائے، یعنی مرتد ہو جائے (اگر وہ توبہ نہ کرے) تو اس کی دنیوی سزا قتل ہے۔ حدیث نبوی میں ہے:

''جس نے اپنا دین بدلا، اسے قتل کر دو۔''[1]

اس آیت میں اس کی اخروی سزا بیان کی جا رہی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ ایمان کی حالت میں کیے گئے اعمالِ صالحہ بھی کفر کی وجہ سے کالعدم ہو جائیں گے اور جس طرح ایمان قبول کرنے سے انسان کے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اسی طرح کفر سے تمام نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں۔ تاہم قرآن کے الفاظ سے واضح ہے کہ حبطِ اعمال اسی وقت ہوگا، جب خاتمہ کفر پر ہوگا، اگر موت سے پہلے تائب ہو جائے گا تو ایسا نہیں ہوگا، یعنی مرتد کی توبہ قبول ہے۔

22- شراب و جوا اور بتوں یا نسوں کی حرمت:

① سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۱۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ﴾

''(اے پیغمبر!) لوگ تم سے شراب اور جوے کا حکم دریافت کرتے ہیں تو کہہ دو کہ اُن میں نقصان بڑے ہیں اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں، مگر اُن کے نقصان فائدوں سے کہیں زیادہ ہیں۔''

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٠١٧)

فائدوں کا تعلق دنیا سے ہے، مثلاً شراب سے بہ ظاہر وقتی طور پر بدن میں چستی اور بعض ذہنوں میں تیزی آجاتی ہے اور جنسی قوت میں اضافہ ہو جاتا ہے، جس کے لیے اس کا استعمال عام ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کی خرید و فروخت نفع بخش کاروبار ہے۔ جوئے میں بھی بعض دفعہ آدمی جیت جاتا ہے تو اس کو کچھ مال مل جاتا ہے، لیکن یہ فائدے ان نقصانات کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے جو انسان کی عقل اور اس کے دین کو ان سے پہنچتے ہیں۔

② سورۃ المائدہ (آیت: ۹۰، ۹۱) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾

"اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے (یہ سب) ناپاک کام اعمالِ شیطان سے ہیں، سو ان سے بچتے رہنا تاکہ تم نجات پاؤ۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے سبب تمھارے مابین دشمنی اور رنجش ڈلوا دے اور تمھیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو تمھیں (ان کاموں سے) باز رہنا چاہیے۔"

یہ شراب کے بارے میں تیسرا حکم ہے، پہلے دوسرے حکم میں صاف طور پر ممانعت نہیں فرمائی گئی۔ لیکن یہاں اسے اور اس کے ساتھ جوا، پرستش گاہوں یا آستانوں اور فال کے تیروں کو "رجس" (پلید) اور شیطانی کام قرار دے کر صاف لفظوں میں ان سے اجتناب کا حکم دے دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس آیت میں

شراب اور جوے کے مزید نقصانات بیان کر کے سوال کیا گیا ہے کہ اب بھی باز آجاؤ گے یا نہیں؟ جس سے مقصود اہلِ ایمان کی آزمایش ہے، چنانچہ جو اہلِ ایمان تھے، وہ تو منشاے الٰہی سمجھ گئے اور اس کی قطعی حرمت کے قائل ہو گئے اور کہا: اِنْتَهَيْنَا رَبَّنَا! اے رب! ہم باز آگئے۔[1] لیکن آج کل کے بعض ''دانشور'' کہتے ہیں کہ اللہ نے شراب کو حرام کہاں قرار دیا ہے؟ ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

23- مشرک سے نکاح نہ کرو:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۲۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَ لَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَ لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَ اللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَ الْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ وَ يُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴾

''اور (مومنو!) مشرک عورتوں سے جب تک وہ ایمان نہ لائیں (اُن سے) نکاح نہ کرنا، کیوں کہ مشرک عورت خواہ تمھیں کیسی ہی بھلی لگے، اُس سے مومن لونڈی بہتر ہے اور (اسی طرح) مشرک مرد جب تک ایمان نہ لائیں، مومن عورتوں کو اُن کی زوجیت میں نہ دینا کیوں کہ مشرک (مرد) خواہ وہ تمھیں کیسا ہی بھلا لگے (اُس سے) مومن غلام بہتر ہے یہ (مشرک، لوگوں کو) دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ

[1] مسند أحمد (۲/ ۳۵۱)

اپنی مہربانی سے بہشت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اور اپنے حکم لوگوں سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ نصیحت حاصل کریں۔“

مشرک عورتوں سے مراد بتوں کی پجاری عورتیں ہیں، اہلِ کتاب (یہودی یا عیسائی) عورتوں سے نکاح کی اجازت قرآن نے دی ہے، البتہ کسی مسلمان عورت کا نکاح کسی اہلِ کتاب مرد سے نہیں ہو سکتا۔ تاہم حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے مصلحتاً اہلِ کتاب کی عورتوں سے نکاح کو ناپسند کیا۔[1]

24- ایامِ حیض میں جماع کی حرمت:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۲۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾

”اور تم سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، کہہ دو کہ وہ تو گندگی ہے، سو ایامِ حیض میں عورتوں سے کنارہ کش رہو اور جب تک پاک نہ ہو جائیں اُن سے مقاربت نہ کرو۔ ہاں جب پاک ہو جائیں تو جس طریق سے اللہ تعالیٰ نے تمھیں ارشاد فرمایا ہے، اُن کے پاس جاؤ، کچھ شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔“

بلوغت کے بعد ہر عورت کو ایامِ ماہواری میں جو خون آتا ہے، اسے حیض کہا جاتا ہے۔ بعض دفعہ عادت کے خلاف بیماری کی وجہ سے خون آتا ہے، اسے استحاضہ

[1] تفسیر ابن کثیر (١/ ٢٢٤) طبع بیروت.

کہتے ہیں، جس کا حکم حیض سے مختلف ہے۔ حیض کے ایام میں عورت کو نماز معاف ہے اور روزے رکھنے ممنوع ہیں، تاہم روزوں کی قضا بعد میں ضروری ہے، لیکن نماز کی نہیں۔ مردوں کے لیے صرف ہم بستری سے منع کیا ہے، البتہ بوس و کنار جائز ہے، اسی طرح عورت ان دنوں میں کھانا پکانا اور دیگر کام کر سکتی ہے۔

جس طریق یعنی شرم گاہ سے اجازت ہے صرف اُسی سے جماع کرو، کیوں کہ حالتِ حیض میں بھی اسی سے روکا گیا تھا اور اب پاک ہونے کے بعد جو اجازت دی جا رہی ہے تو اس کا مطلب صرف فرج (شرم گاہ) کی اجازت ہے، نہ کہ کسی اور حصے کی۔ اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ عورت کی دبر کا استعمال حرام ہے، جیسا کہ احادیث میں اس کی مزید وضاحت و صراحت کر دی گئی ہے۔

25- ممنوع قسمیں اور انھیں توڑنے کا کفارہ:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۲۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَ تَتَّقُوْا وَ تُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾

’’اور اللہ (کے نام) کو اس بات کا حیلہ نہ بنانا کہ (اُس کی) قسمیں کھا کھا کر بھلائی کرنے اور پرہیزگاری کرنے اور لوگوں میں صلح و سازگاری کرانے سے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔‘‘

غصے میں اس طرح کی قسم مت کھاؤ کہ فلاں کے ساتھ نیکی نہیں کروں گا، فلاں سے نہیں بولوں گا، فلاں فلاں کے درمیان صلح نہیں کراؤں گا۔ اس طرح کی قسموں کے لیے حدیث میں کہا گیا ہے کہ اگر قسم کھا لو تو انھیں توڑ دو اور قسم کا کفارہ ادا کرو۔

قسم کا کفارہ سورۃ المائدہ (آیت: ۸۹) میں آیا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَ احْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾

''اللہ تمھاری بے ارادہ قسموں پر تم سے مواخذہ نہ کرے گا، لیکن پختہ قسموں پر (جن کے خلاف کرو گے) مواخذہ کرے گا تو اُس کا کفارہ دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو یا اُن کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا اور جس کو یہ میسر نہ ہو، وہ تین روزے رکھے۔ یہ تمھاری قسموں کا کفارہ ہے، جب تم قسم کھا لو (اور اسے توڑ دو) اور (تم کو) چاہیے کہ اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ اس طرح اللہ تمھارے (سمجھانے کے) لیے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے، تاکہ تم شکر کرو۔''

قسم کی اقسام:

قسمیں تین قسم کی ہیں:

① لَغْو، ② غَمُوْس، ③ مُعَقَّدَة۔[1]

26- حیض و حمل چھپانے کی ممانعت:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۲۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[1] ان تینوں اقسام کی تفصیل اور کفارہ حصہ اول ''احکامات'' میں نمبر (۹۵) کے تحت گزر چکے ہیں۔ [ابو عدنان]

﴿ وَ لَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ﴾

''اُن کو جائز نہیں کہ اللہ نے جو کچھ اُن کے شکم میں پیدا کیا ہے، اُس کو چھپائیں اور اُن کے خاوند اگر پھر موافقت چاہیں تو اس (مدت) میں وہ ان کو اپنی زوجیت میں لے لینے کے زیادہ حق دار ہیں۔''

اس سے حیض اور حمل دونوں ہی مراد ہیں۔ حیض نہ چھپائیں، مثلاً کہے کہ طلاق کے بعد مجھے ایک یا دو حیض آئے ہیں۔ مقصد پہلے خاوند کی طرف رجوع کرنا ہو (اگر وہ رجوع کرنا چاہتا ہو) یا اگر رجوع نہ کرنا چاہتی ہو تو یہ کہہ دے کہ مجھے تو تین حیض آچکے ہیں، یوں خاوند کا حقِ رجوع ضائع کر دے۔ اسی طرح حمل نہ چھپائیں، کیوں کہ وہ نطفہ پہلے خاوند کا ہوگا اور منسوب دوسرے خاوند کی طرف ہو جائے گا اور یہ سخت کبیرہ گناہ ہے۔

27- طلاق دینے پر مہر واپس لینے کی ممانعت:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۲۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا ﴾

''اور یہ جائز نہیں کہ جو مہر تم اُن کو دے چکے ہو، اُس میں سے کچھ واپس لے لو۔''

یعنی طلاق دینے کے بعد تمھارے لیے حلال نہیں کہ تم نے انھیں جو حقِ مہر دیا تھا، اس میں سے کچھ واپس لے لو۔ لیکن اگر عورت خلع کا مطالبہ کرے اور عورت کے مطالبے پر طلاق ہو تو پھر خاوند کے لیے حقِ مہر واپس لینا درست ہے۔

28- عورتوں کو ظلم وزیادتی کے لیے نہ روکے رکھو:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۳۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ﴾

''اور اس نیت سے اُن کو نکاح میں نہ رہنے دینا چاہیے کہ اُنھیں تکلیف دو اور اُن پر زیادتی کرو اور جو ایسا کرے گا، وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔''

یعنی طلاق دینے کے بعد انھیں محض تکلیف پہنچانے کی نیت اور ظلم وزیادتی کی غرض سے نہ روکو۔

29- طلاق کو مذاق مت بناؤ:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۳۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مَاۤ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَ الْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

''اور اللہ کے احکام کو ہنسی (اور کھیل) نہ بناؤ اور اللہ نے تمھیں جو نعمتیں بخشی ہیں اور تم پر جو کتاب اور دانائی کی باتیں نازل کی ہیں، جن سے وہ تمھیں نصیحت فرماتا ہے، اُن کو یاد کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔''

بعض لوگ مذاق میں طلاق دے دیتے یا نکاح کر لیتے یا آزاد کر دیتے، پھر کہتے ہیں کہ میں نے تو مذاق کیا تھا۔ اللہ نے اسے آیاتِ الٰہیہ سے استہزا قرار دیا

ہے، جس سے مقصود اس سے روکنا ہے، اس لیے نبی مکرم ﷺ نے فرمایا کہ مذاق سے بھی اگر کوئی مذکورہ کام کرے گا تو وہ حقیقت ہی سمجھا جائے گا اور مذاق کی طلاق یا نکاح یا آزادی نافذ ہو جائے گی۔[1]

30- عضل (نکاح سے روکنے) کی ممانعت:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۳۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَیْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ذٰلِكَ یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكُمْ اَزْكٰی لَكُمْ وَ اَطْهَرُ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

''اور جب تم عورتوں کو طلاق دے چکو اور اُن کی عدت پوری ہو جائے تو اُن کو دوسرے شوہروں کے ساتھ جب وہ آپس میں جائز طور پر راضی ہو جائیں، نکاح کرنے سے مت روکو۔ اس (حکم) سے اُس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ اور روزِ آخرت پر یقین رکھتا ہے۔ یہ تمھارے لیے نہایت خوب اور پاکیزگی کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

اس میں مطلقہ عورت کی بابت ایک حکم دیا جا رہا ہے کہ عدت گزرنے کے بعد (پہلی یا دوسری طلاق کے بعد) اگر سابقہ خاوند بیوی باہمی رضا مندی سے دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو ان کو مت روکو۔ نبیِ اکرم ﷺ کے زمانے میں ایک ایسا

[1] تفسير ابن كثير (١/ ٢٤٤) سنن أبي داود، رقم الحديث (٢١٩٤) سنن الترمذي، رقم الحديث (١١٨٤) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٢٠٣٩)

واقع ہوا تو عورت کے بھائی نے دوبارہ نکاح کرنے سے انکار کر دیا، جس پر یہ آیت اتری۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ عورت اپنا نکاح نہیں کر سکتی، بلکہ اس کے نکاح کے لیے ولی کی اجازت اور رضامندی ضروری ہے۔ تب ہی تو اللہ تعالیٰ نے ولیوں کو اپنا حقِ ولایت غلط طریقے سے استعمال کرنے سے روکا ہے۔ اس کی مزید تائید اس حدیثِ نبوی سے ہوتی ہے:

''ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں۔''[2]

جبکہ دوسری حدیث میں ہے:

''جس عورت نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا، پس اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے۔''[3]

31- احسان جتلانے اور اذیت دینے کی ممانعت:

پارہ ③ ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ﴾ سورۃ البقرہ (آیت: ۲۶۴) میں فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾

① صحيح البخاري، كتاب النكاح، رقم الحديث (٥١٣٠)

② سنن أبي داود، رقم الحديث (٢٠٨٥) سنن الترمذي، رقم الحديث (١١٠١) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٨٨١) مسند أحمد (٤/ ٤١٣) و صححه الألباني في الإرواء (٦/ ٢٣٥)

③ سنن أبي داود، رقم الحديث (٢٠٨٣) سنن الترمذي، رقم الحديث (١١٠٢) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٨٧٩) مسند أحمد (٦/ ١٦٥) و صححه الألباني في الإرواء (٦/ ٢٤٣)

''مومنو! اپنے صدقات (وخیرات) احسان رکھنے اور ایذا دینے سے اس شخص کی طرح برباد نہ کر دینا، جو لوگوں کو دکھانے کے لیے مال خرچ کرتا ہے اور اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتا تو اُس (کے مال) کی مثال اُس چٹان کی سی ہے، جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو اور اُس پر زور کی بارش برس کر اُسے صاف کر ڈالے (اسی طرح) یہ (ریاکار) لوگ اپنے اعمال کا کچھ بھی صلہ حاصل نہیں کر سکیں گے اور اللہ ایسے ناشکروں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔''

اس میں ایک تو یہ کہا گیا ہے کہ صدقہ اور خیرات کر کے احسان جتلانا اور تکلیف دہ باتیں کرنا اہلِ ایمان کا شیوہ نہیں، بلکہ ان لوگوں کا وتیرہ ہے جو منافق ہیں اور ریاکاری کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ دوسرے ایسے خرچ کی مثال صاف پتھریلی چٹان کی طرح ہے، جس پر مٹی ہو، کوئی شخص پیداوار حاصل کرنے کے لیے اس میں بیج بو دے، لیکن بارش کا ایک جھٹکا پڑتے ہی وہ ساری مٹی اس سے اتر جائے اور وہ پتھر مٹی سے بالکل صاف ہو جائے، یعنی جس طرح بارش اس پتھر کے لیے نفع بخش ثابت نہیں ہوئی، اس طرح ریاکار کو بھی اسی کے صدقے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

32- ناپسندیدہ چیز کا صدقہ نہ کرنا:

سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۶۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾

''مومنو! جو پاکیزہ اور عمدہ مال تم کماتے ہو اور جو چیزیں ہم تمھارے لیے زمین سے نکالتے ہیں، اُن میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو اور بُری اور ناپاک چیزیں دینے کا قصد نہ کرنا کہ اگر وہ چیزیں تمھیں دی جائیں تو بجز اس کے کہ (لیتے وقت) آنکھیں بند کر لو، اُن کو کبھی نہ لو اور جان رکھو کہ اللہ بے پروا اور قابلِ ستائش ہے۔''

صدقے کی قبولیت کے لیے جس طرح ضروری ہے کہ ریاکاری سے پاک ہو، اُسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ وہ حلال اور پاکیزہ کمائی سے ہو، چاہے وہ کاروبار (تجارت و صنعت) کے ذریعے سے ہو یا فصل اور باغات کی پیداوار سے۔ یہ جو فرمایا کہ خبیث چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا قصد مت کرو، تو خبیث سے وہ چیزیں مراد ہیں جو غلط کمائی سے ہوں، اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں فرماتا۔ غرض کہ جس طرح تم خود نکمی چیزیں لینا پسند نہیں کرتے، اسی طرح اللہ کی راہ میں بھی اچھی چیزیں دو۔

33- حرمتِ سود:

① سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۷۵ تا ۲۷۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَ اَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقٰتِ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

''حالانکہ تجارت کو اللہ نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ تو جس شخص کے پاس اللہ کی نصیحت پہنچی اور وہ (سود لینے سے) باز آ گیا تو جو پہلے ہو چکا وہ اُس کا اور (قیامت میں) اُس کا معاملہ اللہ کے سپرد۔ اور جو پھر لینے لگا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں کہ ہمیشہ دوزخ میں (جلتے) رہیں گے۔ اللہ سود کو نابود (بے برکت) کرتا اور خیرات (کی برکت) کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے گناہ گار کو دوست نہیں رکھتا ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے اور نماز پڑھتے اور زکات دیتے رہے، اُن کو اُن کے کاموں کا صلہ اللہ کے ہاں ملے گا اور (قیامت کے دن) اُن کو کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

④ سورۃ البقرۃ (آیت: ۲۷۸، ۲۷۹) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾

''مومنو! اللہ سے ڈرو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو جتنا سُود باقی رہ گیا ہے، اُس کو چھوڑ دو، اگر ایسا نہ کرو گے تو خبردار ہو جاؤ (اور تم) اللہ اور رسول سے جنگ کرنے کے لیے (تیار ہو جاؤ) اور اگر توبہ کر لو گے (اور سود چھوڑ دو گے) تو تم کو اپنی اصل رقم لینے کا حق ہے، جس میں نہ دوسروں کا نقصان ہو اور نہ تمھارا نقصان۔''

اللہ و رسول ﷺ سے جنگ ایسی سخت وعید ہے جو دوسری کسی معصیت کے ارتکاب پر نہیں دی گئی۔ اس لیے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ اسلامی مملکت میں جو شخص سود چھوڑنے پر تیار نہ ہو تو خلیفۂ وقت کی ذمے داری ہے کہ وہ اس سے توبہ کرائے اور باز نہ آنے کی صورت میں اس کی گردن اڑا دے۔[1]

❸ سورت آل عمران (آیت: ۱۳۰) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

''اے ایمان والو! دُگنا چوگنا یا بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو تاکہ نجات حاصل کرو۔''

چونکہ غزوۂ اُحد میں ناکامی رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اور مالِ دنیا کے لالچ کے سبب ہوئی تھی، اس لیے اب طمعِ دنیا کی سب سے زیادہ بھیانک اور مستقل شکل ''سود'' سے منع کیا جا رہا ہے اور اطاعت کی تاکید کی جا رہی ہے۔ ''بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاؤ'' کا یہ مطلب نہیں کہ بڑھا چڑھا کر نہ ہو تو سود جائز ہے، بلکہ سود کم ہو یا زیادہ مفرد ہو یا مرکب مطلقاً حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اس آگ سے ڈرو، جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے، جس سے تنبیہ بھی مقصود ہے کہ سود خوری سے باز نہ آئے تو یہ فعل تمھیں کفر تک پہنچا سکتا ہے۔ سود کھانے میں تمھارا بھلا نہیں بلکہ اللہ سے ڈر کر سود چھوڑ دینے میں تمھارا بھلا ہے۔

❹ سورۃ الروم (آیت: ۳۹) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ مَاۤ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَاۡ فِيْۤ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ

---

[1] تفسیر ابن کثیر (۱/ ۲۸۵)

اللّٰهِ وَ مَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ﴾

''اور جو تم سُود پر دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں افزائش ہو تو اللہ کے نزدیک اس میں افزائش نہیں ہوتی اور جو تم زکات دیتے ہو اور اس سے اللہ کی رضامندی طلب کرتے ہو تو (وہ موجبِ برکت ہے اور) ایسے ہی لوگ (اپنے مال کو) دوچند کرنے والے ہیں۔''

34- کفار سے دوستی کی ممانعت:

1 سورت آل عمران (آیت: ۲۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾

''مومنوں کو چاہیے کہ مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا، اُس سے اللہ کا کچھ (عہد) نہیں، ہاں اگر اس طریق سے تم اُن (کے شر) سے بچاؤ کی صورت پیدا کرو (تو مضائقہ نہیں) اور اللہ تم کو اپنے (غضب) سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

''أولیاء'' ولی کی جمع ہے۔ ولی ایسے دوست کو کہتے ہیں جس سے دلی محبت اور خصوصی تعلق ہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے آپ نے آپ کو اہلِ ایمان کا ولی قرار دیا ہے۔ [البقرۃ: ۲۵۷] یعنی اللہ اہلِ ایمان کا ولی ہے، مطلب یہ ہوا کہ اہلِ ایمان کو ایک دوسرے سے محبت اور خصوصی تعلق ہے اور وہ آپس میں ایک دوسرے کے ولی (دوست) ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں اہلِ ایمان کو اس بات سے

سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے کہ وہ کافروں کو اپنا دوست بنائیں، کیوں کہ کافر اللہ کے دشمن ہیں اور اہلِ ایمان کے بھی دشمن ہیں تو پھر ان کو دوست بنانے کا جواز کس طرح ہو سکتا ہے؟ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو قرآنِ کریم میں کئی جگہ وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

جہاں تک کچھ اجازت کا کہا گیا ہے تو یہ اجازت ان مسلمانوں کے لیے ہے جو کسی کافر کی حکومت میں رہتے ہوں کہ ان کے لیے اگر کسی وقت اظہارِ دوستی کے بغیر ان کے شر سے بچنا ممکن نہ ہو تو وہ زبان سے ظاہری طور پر دوستی کا اظہار کر سکتے ہیں۔

۲ آگے آیت (۱۱۸) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ ﴾

''مومنو! کسی غیر (مذہب کے آدمی) کو اپنا رازداں نہ بنانا۔''

﴿بِطَانَةً﴾ دلی دوست اور رازدار کو کہا جاتا ہے۔ کافر اور مشرک مسلمانوں کے بارے میں جو جذبات و عزائم رکھتے ہیں، ان میں سے جن کا وہ اظہار کرتے اور جنھیں اپنے سینوں میں مخفی رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان سب کی نشان دہی فرما دی ہے۔ یہ اور اِسی قسم کی دیگر آیات کے پیشِ نظر ہی علما و فقہا نے تحریر کیا ہے کہ ایک اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کو کلیدی مناصب پر فائز کرنا جائز نہیں ہے۔ مروی ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک (غیر مسلم) کو کاتب (سیکرٹری) رکھ لیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم میں یہ بات آئی تو آپ نے انھیں سختی سے ڈانٹا اور فرمایا کہ تم انھیں اپنے قریب نہ کرو، جب کہ اللہ نے انھیں دور کر دیا ہے، ان کو عزت نہ بخشو جب کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ذلیل کر دیا ہے اور انھیں راز دار مت بناؤ، جب کہ اللہ

نے انھیں بددیانت قرار دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا۔ امام قرطبی فرماتے ہیں:

''اس زمانے میں اہلِ کتاب کو سیکرٹری اور امین بنانے کی وجہ سے احوال بدل گئے ہیں اور اسی وجہ سے غبی و احمق لوگ سردار اور امرا بن گئے ہیں۔''[1]

۳ سورۃ النساء (آیت: ۸۹) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ لَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾

''جب تک وہ اللہ کی راہ میں وطن نہ چھوڑ جائیں، اُن میں سے کسی کو دوست نہ بنانا، اگر (ترکِ وطن کو) قبول نہ کریں تو اُن کو پکڑ لو اور جہاں پاؤ قتل کر دو اور ان میں سے کسی کو اپنا رفیق اور مددگار نہ بناؤ۔''

ہجرت (ترکِ وطن) اس کی دلیل ہوگی کہ اب یہ مخلص مسلمان ہوگئے ہیں۔ اس صورت میں ان سے دوستی اور محبت جائز ہوگی۔

۴ سورۃ النساء ہی کی آیت (۱۴۴) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا﴾

''اے اہلِ ایمان! مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کی صریح حجت لو؟''

---

[1] تفسير قرطبي بحواله أحسن البيان (ص: ١٤٤)

5 سورۃ المائدہ (آیت: ۵۱) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾

''اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے انھیں دوست بنائے گا، وہ بھی انھیں میں سے ہوگا، بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

6 سورۃ المائدہ (آیت: ۵۷) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾

''اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتابیں دی گئی تھیں، اُن کو اور کافروں کو جنھوں نے تمھارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے، دوست نہ بناؤ اور مومن ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو۔''

7 سورۃ التوبہ (آیت: ۲۳) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾

''اے اہلِ ایمان! اگر تمھارے (ماں) باپ اور (بہن) بھائی ایمان کے مقابل کفر کو پسند کریں تو ان سے دوستی نہ رکھو اور جو ان سے دوستی

رکھیں گے، وہ ظالم ہیں۔''

8 سورۃ الممتحنہ (آیت:۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ﴾

''مومنو! اگر تم میری راہ میں لڑنے اور میری خوشنودی طلب کرنے کے لیے (مکے سے) نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم تو ان کو دوستی کے پیغام بھیجتے ہو اور وہ (دین) حق کے جو تمھارے پاس آیا ہے، اس کے منکر ہیں۔''

9 سورۃ الممتحنہ (آیت:۲) ہی میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ﴾

''اگر یہ کافر تم پر قدرت پالیں تو تمھارے دشمن ہو جائیں اور ایذا کے لیے تم پر ہاتھ (بھی) چلائیں اور زبانیں (بھی) اور چاہتے ہیں کہ تم کسی طرح کافر ہو جاؤ۔''

10 پھر آیت (۸، ۹) میں فرمایا ہے:

﴿ لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾

’’جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے اللہ تم کو منع نہیں کرتا، اللہ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ صرف ان لوگوں کے ساتھ تم کو دوستی کرنے سے منع کرتا ہے، جنھوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی کی اور تم کو تمھارے گھروں سے نکالا اور تمھارے نکالنے میں دوسروں کی مدد کی تو جو لوگ ایسوں سے دوستی کریں گے، وہی ظالم ہیں۔‘‘

آیت (۸) کے اوصاف والے کافروں سے احسان اور انصاف کا معاملہ کرنا ممنوع نہیں ہے، جیسے حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی مشرک ماں کی بابت صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کرنے کا پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«صِلِي أُمَّكِ» ’’اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔‘‘[1]

انصاف کی فضیلت:

اس آیت میں انصاف کرنے کی ترغیب بھی ہے، حتیٰ کہ کافروں کے ساتھ بھی۔ حدیث میں انصاف کرنے والوں کی فضیلت یوں بیان ہوئی ہے:

«إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عِنْدَ اللّٰهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ، عَنْ يَمِينِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ـ وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ ـ اَلَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلُوا»[2]

[1] صحيح البخاري، كتاب الأدب (٢٦٢٠) صحيح مسلم، كتاب الزكاة (٥٠/ ١٠٠٣)

[2] صحيح مسلم، كتاب الأمارة (١٨٢٧)

''انصاف کرنے والے نور کے منبروں پر ہوں گے، جو رحمٰن کی دائیں جانب ہوں گے اور رحمٰن کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں، جو اپنے فیصلوں میں، اپنے اہل میں اور اپنی رعایا میں انصاف کا اہتمام کرتے ہیں۔''

کفار سے محبت کرنے والے ظالم ہیں، کیوں کہ انھوں نے ایسے لوگوں سے محبت کی ہے جو محبت کے اہل نہیں تھے، یوں انھوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا کہ انھیں اللہ کے عذاب کے لیے پیش کر دیا۔

11 سورۃ الممتحنہ آیت (۱۳) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ قَدْ یَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا یَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ﴾

''مومنو! ان لوگوں سے جن پر اللہ غصے ہوا ہے، دوستی نہ کرو (کیونکہ) جس طرح کافروں کو مُردوں (کے جی اٹھنے) کی امید نہیں، اسی طرح ان لوگوں کو بھی آخرت (کے آنے) کی امید نہیں۔''

ان سے بعض علما نے یہود، بعض نے منافقین اور بعض نے تمام کافر مراد لیے ہیں۔ یہ آخری قول ہی زیادہ صحیح ہے، کیوں کہ اس میں یہود و منافقین بھی آ جاتے ہیں، علاوہ ازیں سارے کفار ہی غضبِ الٰہی کے مستحق ہیں، اس لیے مطلب یہ ہوگا کہ کسی بھی کافر سے دوستانہ تعلق مت رکھو، جیسا کہ یہ مضمون قرآن مجید میں مذکورہ سابقہ کئی جگہوں پر بیان کیا گیا ہے۔

35- تفرقے میں نہ پڑنا:

① پارہ ④ ﴿لَنْ تَنَالُوْا﴾ سورت آل عمران (آیت: ۱۰۳) میں فرمایا:

﴿ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾

''اور سب مل کر اللہ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا اور اللہ کی اُس مہربانی کو یاد کرو، جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اُس نے تمھارے دلوں میں اُلفت ڈال دی اور تم اُس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمھیں اُس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی آیتیں کھول کھول کر سناتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔''

② آگے آیت (۱۰۵) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَ اخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

''اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہونا جو متفرق ہوگئے اور واضح احکام کے آجانے کے بعد ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگے، یہ وہ لوگ ہیں جن کو (قیامت کے دن) بڑا عذاب ہوگا۔''

36- کسی محرومی یا مصیبت پر غمگین نہ ہونا:

سورت آلِ عمران (آیت:۱۵۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا مَآ اَصَابَكُمْ﴾

''اللہ نے تم کو غم پر غم پہنچایا، تاکہ جو چیز تمھارے ہاتھ سے جاتی رہی یا

جو مصیبت تم پر واقع ہوئی ہے، اُس سے تم اندوہناک نہ ہو جاؤ۔"
یعنی فوت شدہ چیز پر غمگین ہوں نہ پہنچنے والے شدائد پر اداس ہوں۔

37- کفار کی طرح نہ ہو جانا:

سورت آل عمران (آیت: ۱۵۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَ مَا قُتِلُوْا لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ وَ اللّٰهُ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾

"مومنو! اُن لوگوں جیسے نہ ہونا جو کفر کرتے ہیں اور اُن کے (مسلمان) بھائی جب (اللہ کی راہ میں) سفر کریں (اور مر جائیں) یا جہاد کو نکلیں (اور مارے جائیں) تو اُن کی نسبت کہتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔ ان باتوں سے مقصود یہ ہے کہ اللہ اُن لوگوں کے دلوں میں افسوس پیدا کر دے اور زندگی اور موت تو اللہ ہی دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمھارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔"

38- بخل نہ کرو:

① سورت آل عمران (آیت: ۱۸۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾

"اُس بخل کو اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں (وہ اچھا نہیں) بلکہ اُن کے

لیے بُرا ہے، وہ جس مال میں بخل کرتے ہیں، قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر اُن کی گردنوں میں ڈالا جائے گا۔‘‘

یہاں اس بخیل کا بیان کیا گیا ہے جو اللہ کے دیے ہوئے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا، حتیٰ کہ اس میں سے فرض زکات بھی نہیں نکالتا۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ قیامت والے دن اس کے مال کو ایک زہریلا اور نہایت خوف ناک سانپ بنا کر طوق کی طرح اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔ وہ سانپ اس کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں! میں تیرا خزانہ ہوں!‘‘[1]

۴ سورۃ اللیل (آیت: ۸ تا ۱۱) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ﴾

’’اور جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا رہا۔ اور نیک بات کو جھوٹ سمجھا۔ اسے سختی میں پہنچائیں گے۔ اور جب وہ (دوزخ کے گڑھے میں) گرے گا تو اس کا مال اس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔‘‘

39- یتیموں کے عمدہ مال کو ناقص سے نہ بدلنا اور نہ کھانا:

۱ سورۃ النساء (آیت: ۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ﴾

’’اور یتیموں کا مال (جو تمھاری تحویل میں ہو) اُن کے حوالے کر دو اور اُن کے پاکیزہ (اور عمدہ) مال کو (اپنے ناقص اور) بُرے مال سے نہ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٥٦٥)

بدلو اور نہ اُن کا مال اپنے مال میں ملا کر کھاؤ کہ یہ بڑا سخت گناہ ہے۔''

یتیم جب بالغ اور باشعور ہو جائیں تو ان کا مال ان کے سپرد کر دو، ''خبیث'' سے گھٹیا چیزیں اور ''طیب'' سے عمدہ چیزیں مراد ہیں، یعنی ایسا نہ کرو کہ ان کے مال سے اچھی چیزیں لے لو اور محض گنتی پوری کرنے کے لیے گھٹیا چیزیں ان کے بدلے میں رکھ دو۔ بدلایا گیا مال اگرچہ اصل میں طیب (پاک اور حلال) ہے، لیکن تمھاری اس بددیانتی نے اس میں خباثت داخل کر دی اور وہ اب طیب نہیں رہا، بلکہ تمھارے حق میں وہ خبیث (ناپاک اور حرام) ہوگیا ہے۔ اسی طرح بددیانتی سے ان کا مال اپنے مال میں ملا کر کھانا بھی ممنوع ہے، لیکن اگر مقصد خیر خواہی ہو تو ان کے مال کو اپنے مال میں ملانا جائز ہے۔

٢ سورۃ النساء (آیت: ٦) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ ابْتَلُوا الْیَتٰمٰی حَتّٰۤی اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ یَّكْبَرُوْا وَ مَنْ كَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ وَ مَنْ كَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَیْهِمْ وَ كَفٰی بِاللّٰهِ حَسِیْبًا ﴾

''اور یتیموں کو بالغ ہونے تک کام کاج میں مصروف رکھو، پھر (بالغ ہونے پر) اگر اُن میں عقل کی پختگی دیکھو تو اُن کا مال اُن کے حوالے کر دو اور اس خوف سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے (یعنی بڑے ہو کر تم سے اپنا مال واپس لے لیں گے) اس کو فضول خرچی میں اور جلدی میں نہ اڑا دینا، جو شخص آسودہ حال ہو اُس کو (ایسے مال سے قطعی طور پر) پرہیز کرنا چاہیے اور جو بے مقدور ہو، وہ مناسب طور پر (بقدرِ

خدمت) کچھ لے لے اور جب اُن کا مال اُن کے حوالے کرنے لگو تو گواہ کر لیا کرو اور حقیقت میں تو اللہ ہی (گواہ اور) حساب لینے والا کافی ہے۔''

یہاں اتلافِ مال (مال کے ضائع کرنے) سے روکا جا رہا ہے اور اس میں یتیم کا مال سب سے زیادہ اہم ہے، اس لیے فرمایا کہ یتیم کے بالغ ہونے تک اس کے مال کو ایسے طریقے سے استعمال کرو، جس میں اس کا فائدہ ہو۔ یہ نہ ہو کہ سوچ سمجھے بغیر ایسے کاروبار میں لگا دو کہ وہ ضائع یا خسارے سے دو چار ہو جائے یا عمرِ شعور سے پہلے تم اسے اڑا ڈالو۔

③ سورۃ النساء (آیت: ۱۰) میں فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا﴾

''جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔''

④، ⑤ سورۃ الانعام (آیت: ۱۵۲) اور سورت بنی اسرائیل (آیت: ۳۴) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ﴾

''اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ پھٹکنا، مگر ایسے طریق سے کہ بہت بہتر ہو، یہاں تک کہ وہ جوانی کو پہنچ جائے۔''

40- کم عقل یتیموں کو ان کا مال نہ دو:

سورۃ النساء (آیت: ۵، ۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّ

ارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَ اكْسُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۝ وَ ابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا وَ مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَ مَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا﴾

''اور بے عقلوں کو اُن کا مال جسے اللہ نے تم لوگوں کے لیے سبب معیشت بنایا ہے، مت دو (ہاں) اس میں سے اُن کو کھلاتے اور پہناتے رہو اور اُن سے معقول باتیں کہتے رہو۔ اور یتیموں کو بالغ ہونے تک کام کاج میں مصروف رکھو، پھر (بالغ ہونے پر) اگر اُن میں عقل کی پختگی دیکھو تو اُن کا مال اُن کے حوالے کر دو اور اس خوف سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے (اور اپنا مال واپس لے لیں گے) اس کو فضول خرچی میں اور جلدی میں نہ اڑا دینا، جو شخص آسودہ حال ہو، اُس کو (ایسے مال سے قطعی طور پر) پرہیز کرنا چاہیے اور جو بے مقدور ہو، وہ مناسب طور پر (یعنی بقدرِ خدمت) کچھ لے لے اور جب اُن کا مال اُن کے حوالے کرنے لگو تو گواہ کر لیا کرو اور حقیقت میں تو اللہ ہی (گواہ اور) حساب لینے والا کافی ہے۔''

یتیموں کے مال کے بارے میں ضروری ہدایات دینے کے بعد یہ فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جب تک تمھارے پاس رہا، تم نے اس کی کس طرح حفاظت کی اور جب مال ان کے سپرد کیا تو اس میں کوئی کمی بیشی یا کسی قسم کی تبدیلی کی یا نہیں۔ عام لوگوں کو تو تمھاری امانت داری یا خیانت کا شاید پتا نہ چلے، لیکن اللہ تعالیٰ سے تو

کوئی چیز چھپی نہیں۔ اسی لیے حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ یہ بہت ذمے داری کا کام ہے۔[1]

41- عورتوں کے جبراً وارث نہ بنو:

سورۃ النساء (آیت: ۱۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَآَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا وَ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾

''مومنو! تم کو جائز نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور (دیکھنا) اس نیت سے کہ جو کچھ تم نے اُن کو دیا ہے، اُس میں سے کچھ لے لو، انھیں (گھروں میں) مت روک رکھنا۔ ہاں اگر وہ کھلے طور پر بدکاری کی مرتکب ہوں (تو روکنا نامناسب نہیں)۔''

اسلام سے قبل عورت پر ایک ظلم یہ بھی ہوتا تھا کہ شوہر کے مر جانے کے بعد اس کے گھر کے لوگ اس کے مال کی طرح اس کی عورت کے بھی زبردستی وارث بن بیٹھتے تھے اور خود اپنی مرضی سے، اس کی رضا مندی کے بغیر اس سے نکاح کر لیتے یا اپنے بھائی بھتیجے سے اس کا نکاح کر دیتے، حتیٰ کہ سوتیلا بیٹا تک بھی مرنے والے باپ کی عورت سے نکاح کر لیتا۔ اگر چاہتے تو کسی اور جگہ نکاح نہ کرنے دیتے تھے اور وہ ساری عمر یونہی رہنے پر مجبور ہوتی، اسلام نے ظلم کے ان تمام طریقوں سے منع فرمایا۔

ایک ظلم یہ بھی کیا جاتا تھا کہ اگر وہ خاوند کو پسند نہ ہوتی اور وہ اس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تو از خود اس کو طلاق نہ دیتا، بلکہ اسے خوب تنگ کرتا، وہ

[1] صحيح مسلم، كتاب الأمارة (۱۷/ ۱۸۲۶)

مجبور ہوکر حق مہر جو خاوند نے اسے دیا ہوتا، از خود واپس کر کے اس سے خلاصی پانے کو ترجیح دیتی، اسلام نے اس حرکت کو بھی ظلم قرار دیا۔

کھلی برائی سے مراد بدکاری یا بدزبانی اور نافرمانی ہے، ان دونوں صورتوں میں اجازت دی گئی ہے کہ خاوند اس کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کرے کہ وہ اس کا دیا ہوا حق مہر واپس کر کے خلع کرانے پر مجبور ہو جائے، جیسا کہ خلع کی صورت میں حق مہر واپس لینے کا حق دیا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: سورۃ البقرہ، آیت: ۲۲۹)

42- باپ کی بیویوں سے نکاح نہ کرو:

سورۃ النساء (آیت: ۲۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴾

''اور جن عورتوں سے تمھارے باپ نے نکاح کیا ہو، اُن سے نکاح مت کرنا، مگر (جاہلیت میں) جو ہو چکا (سو ہو چکا) یہ نہایت بے حیائی اور (اللہ کی) ناخوشی کی بات تھی اور بہت بُرا دستور تھا۔''

زمانۂ جاہلیت میں سوتیلے بیٹے اپنے باپ کی بیوی (سوتیلی ماں) سے نکاح کر لیتے تھے، یہاں اس سے روکا جا رہا ہے کہ یہ بہت بے حیائی کا کام ہے۔ اس آیت کا عموم ایسی عورت سے نکاح کو ممنوع قرار دیتا ہے، جس سے اس کے باپ نے نکاح کیا، لیکن دخول سے قبل ہی طلاق دے دی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ بات مروی ہے اور علما اسی کے قائل ہیں۔[1]

43- محارم نسبی:

سورۃ النساء (آیت: ۲۳، ۲۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[1] تفسير طبري بحواله أحسن البيان (ص: ۱۸۰)

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ أَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْأَخِ وَ بَنٰتُ الْأُخْتِ وَ أُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ أَرْضَعْنَكُمْ وَ أَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ أُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَ رَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَ حَلَآئِلُ أَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَ أَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ أُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوْا بِأَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ أُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴾

”تم پر تمھاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور وہ مائیں جنھوں نے تمھیں دودھ پلایا ہو اور رضاعی بہنیں اور ساسیں حرام کر دی گئی ہیں اور جن عورتوں سے تم مباشرت کر چکے ہو، اُن کی لڑکیاں جن کی تم پرورش کرتے ہو (وہ بھی تم پر حرام ہیں) ہاں اگر اُن کے ساتھ تم نے مباشرت نہ کی ہو تو (اُن کی لڑکیوں کے ساتھ نکاح کر لینے میں) تم پر کچھ گناہ نہیں اور تمھارے صُلبی بیٹوں کی عورتیں (بہویں) بھی اور دو بہنوں کا اکٹھا کرنا بھی (حرام ہے) مگر جو ہو چکا (سو ہو چکا) بے شک اللہ بخشنے والا (اور) رحم والا ہے۔ اور شوہر والی عورتیں بھی (تم پر حرام ہیں) مگر وہ جو (اسیر ہو

کر لونڈیوں کے طور پر) تمھارے قبضے میں آجائیں (یہ حکم) اللہ نے تمھیں لکھ دیا ہے اور ان (محرمات) کے سوا اور عورتیں تم کو حلال ہیں۔ اس طرح سے کہ مال خرچ کر کے اُن سے نکاح کر لو، بشرطیکہ (نکاح سے) مقصود عفت قائم رکھنا ہو، نہ کہ شہوت رانی۔ تو جن عورتوں سے تم فائدہ حاصل کرو، اُن کا مہر جو مقرر کیا ہو ادا کر دو اور اگر مقرر کرنے کے بعد آپس کی رضامندی سے کچھ (مہر میں کمی بیشی) کر لو تو تم پر کچھ گناہ نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔"

جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے، ان کی تفصیل بیان کی جارہی ہے۔ ان میں سات محرماتِ نسب اور سات رضاعی اور چار سسرالی بھی ہیں۔ ان کے علاوہ حدیثِ رسول ﷺ سے ثابت ہے کہ بھتیجی اور پھوپھی اور بھانجی اور خالہ کو ایک نکاح میں جمع کرنا بھی حرام ہے۔ سات نسبی محرمات میں مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں اور بھانجیاں ہیں۔ سات رضاعی محرمات میں رضاعی مائیں، رضاعی بیٹیاں، رضاعی بہنیں، رضاعی پھوپھیاں، رضاعی خالائیں، رضاعی بھتیجیاں اور رضاعی بھانجیاں ہیں اور سسرالی محرمات میں ساس، مدخولہ بیوی کے پہلے خاوند کی لڑکیاں، بہو اور دو سگی بہنوں کا اکٹھا کرنا۔ اس کے علاوہ باپ کی منکوحہ (جس کا ذکر گذشتہ آیت: ۲۲ میں ہے) اور حدیث کے مطابق بیوی جب تک عقد نکاح میں ہے، اس کی پھوپھی اور اس کی خالہ اور اس کی بھتیجی اور اس کی بھانجی سے بھی نکاح حرام ہے۔

محارم نسبی کی تفصیل:

"اُمَّہَات" (مائیں) میں ماؤں کی مائیں (نانیاں) ان کی دادیاں اور باپ کی مائیں (دادیاں، پردادیاں اور اس کے آگے تک) شامل ہیں۔

"بَنَات" (بیٹیاں) میں پوتیاں، نواسیاں اور پوتیوں، نواسیوں کی بیٹیاں

(نیچے تک) شامل ہیں۔

زنا سے پیدا ہونے والی لڑکی زانی کی بیٹی ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہ اسے بیٹی شمار کرتے ہیں اور اس سے نکاح کو حرام سمجھتے ہیں۔ البتہ امام شافعی کہتے ہیں کہ وہ شرعی بیٹی نہیں۔ پس جس طرح وہ ''اللہ تعالیٰ تمھیں اولاد میں مالِ متروک تقسیم کرنے کا حکم دیتا ہے''، وہ اس میں داخل نہیں، بالاجماع وہ وارث نہیں، اسی طرح وہ اس آیت میں بھی داخل نہیں۔ واللہ اعلم۔[1]

''اَخَوَاتٌ'' (بہنیں) عینی (سگی) ہوں یا اخیافی وعلاتی (ماں شریک، باپ شریک)

''عَمّٰتٌ'' (پھوپھیاں) اس میں باپ کے سب مذکر اصول یعنی نانا، دادا کی تینوں قسموں کی بہنیں شامل ہیں۔

''خٰلٰتٌ'' (خالائیں) اس میں ماں کی سب مونث اصول (نانی دادی) کی تینوں قسموں کی بہنیں شامل ہیں۔ بھتیجیاں، اس میں تینوں قسم کے بھائیوں کی اولاد بواسطہ اور بلاواسطہ (یا صلبی و فرعی) شامل ہیں۔ بھانجیاں، اس میں تینوں قسم کی بہنوں کی اولاد بواسطہ اور بلاواسطہ (یا صلبی و فرعی) شامل ہیں۔

جو عورت کسی کے نکاح میں ہے، اس کا نکاح اور کسی سے نہیں ہوسکتا۔ تاوقتیکہ وہ طلاق یا وفاتِ زوج سے نکاح سے جدا نہ ہو جائے۔ لیکن اگر کوئی عورت خاوند والی یعنی شادی شدہ تمھاری ملکیت میں آجائے تو وہ تم پر حلال ہے، گو اس کا خاوند زندہ ہے اور اس کو طلاق بھی نہیں دی۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کافر مرد اور کافر عورت میں باہم نکاح ہو اور اس عورت کو قید کرکے دار السلام میں لے آئے، وہ عورت (کنیز) جس مسلمان کو ملے گی، اس کے لیے حلال ہے۔

فرمایا: حلال ہیں تمھارے لیے سب عورتیں اُن محرمات کے سوا، بشرطیکہ طلب

---

[1] تفسیر ابن کثیر (١/ ٤٠٣)

کرو ان کو اپنے مال کے بدلے (مہر ادا کرکے) قیدِ نکاح میں لانے کو نہ کہ مستی نکالنے کو، چار شرطوں کے ساتھ:

اول: طلب کرو، یعنی زبان سے ایجاب وقبول دونوں طرف سے ہو جائے۔

دوم: مہر دینا قبول کرو۔

سوم: ان عورتوں کو شادی کی قید میں لانا اور اپنے قبضے میں رکھنا مقصود ہو نہ کہ قضائے شہوت جو زنا میں ہوتا ہے۔

چہارم: مخفی طور پر دوستی نہ ہو، بلکہ گواہوں کی موجودگی میں باقاعدہ نکاح ہو۔ پھر جن کو کام میں لاؤ تو ان کو ان کا حق دو (مہر دینا لازم ہوگا) اور کوئی گناہ نہیں تم پر اس میں کہ باہم رضا مندی سے مہر میں کمی بیشی کرو۔ بے شک اللہ جاننے والا ہے۔

44- قتل اور خودکشی نہ کرو:

① پارہ⑤ ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ﴾ سورۃ النساء (آیت: ۲۹) میں فرمایا:

﴿وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾

''اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو کچھ شک نہیں کہ اللہ تم پر مہربان ہے۔''

اس سے مراد خودکشی بھی ہو سکتی ہے، جو کبیرہ گناہ ہے اور ارتکابِ معصیت بھی جو ہلاکت کا باعث ہے، اور کسی مسلمان کو قتل کرنا بھی، کیونکہ مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہیں، اس لیے اس کا قتل بھی ایسا ہی ہے، جیسے اپنے آپ کو قتل کیا۔

② سورت بنی اسرائیل (آیت: ۳۳) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا﴾

''اور جس جان دار کا مارنا اللہ نے حرام کیا ہے اُسے قتل نہ کرنا مگر حق کے ساتھ (یعنی بہ فتویٰ شریعت) اور جو شخص ظلم سے قتل کیا جائے، ہم نے اُس کے وارث کو اختیار دیا ہے (کہ ظالم قاتل سے بدلہ لے) تو اس کو چاہیے کہ قتل (کے قصاص) میں زیادتی نہ کرے کہ منصور و فتح یاب ہے۔''

③ قتل کی ممانعت سورۃ الفرقان (آیت: ٦٨) میں بھی آئی ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴾

''اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہیں پکارتے اور جس جاندار کا مار ڈالنا اللہ نے حرام کیا ہے، اُس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریق پر (یعنی حکم شریعت کے مطابق) اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہوگا۔''

حق کے ساتھ قتل کرنے کا مطلب قصاص میں قتل کرنا ہے، جس کو انسانی معاشرے کی زندگی اور امن و سکون کا باعث قرار دیا گیا ہے۔ (سورۃ البقرۃ، آیت: ١٧٩) اسی طرح شادی شدہ زانی اور مرتد کو قتل کرنے کا حکم ہے۔

45- کبیرہ گناہوں سے اجتناب:

سورۃ النساء (آیت: ٣١) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴾

''اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے، اجتناب کرو گے تو ہم تمھارے (چھوٹے چھوٹے) گناہ معاف کر دیں گے اور

تمھیں عزت کے مکانوں میں داخل کریں گے۔''

کبیرہ گناہ کی تعریف میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک وہ گناہ ہیں، جن پر حد مقرر ہے۔ بعض کے نزدیک وہ گناہ جس پر قرآن میں یا حدیث میں سخت وعید یا لعنت آئی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہر وہ کام جس سے اللہ نے یا اس کے رسول ﷺ نے بطورِ تحریم کے روکا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے کوئی ایک بات بھی کسی گناہ میں پائی جائے تو وہ کبیرہ ہے۔ یہاں یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ جو مسلمان کبیرہ گناہوں مثلاً شرک، والدین کی نافرمانی اور جھوٹ وغیرہ سے اجتناب کرے گا تو ہم اس کے صغیرہ گناہ معاف کر دیں گے۔[1]

46- بے جا تمنا نہ کرو:

سورۃ النساء (آیت: ۳۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴾

''اور جس چیز میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اُس کی ہوس مت کرو۔ مردوں کو اُن کاموں کا ثواب ہے جو اُنھوں نے کیے اور عورتوں کو اُن کاموں کا ثواب ہے جو اُنھوں نے کیے اور اللہ سے اُس کا فضل (وکرم) مانگتے رہو، کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔''

اس کے سبب وشانِ نزول میں بتلایا گیا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: مرد جہاد میں حصہ لیتے ہیں اور شہادت پاتے ہیں۔ ہم عورتیں ان فضیلت والے کاموں سے محروم ہیں۔ ہماری میراث بھی مردوں سے نصف ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ مردوں کو اللہ تعالیٰ نے جو

[1] تفصیل کے لیے دیکھیں: تفسیر ابن کثیر (۱/ ۵۳۱)

جسمانی قوت و طاقت اپنی حکمت اور ارادے کے مطابق عطا کی ہے، جس کی بنیاد پر وہ جہاد بھی کرتے ہیں اور دیگر بیرونی کاموں میں حصہ لیتے ہیں، یہ ان کے لیے خاص عطیہ ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے عورتوں کو مردانہ صلاحیتوں کے کام کرنے کی آرزو نہیں کرنی چاہیے۔ البتہ اللہ کی اطاعت اور نیکی کے کاموں میں خوب حصہ لینا چاہیے اور اس میدان میں وہ جو کچھ کمائیں گی، مردوں کی طرح ان کا پورا پورا صلہ انھیں ملے گا۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرنا چاہیے، کیونکہ مرد اور عورت کے درمیان استعداد، صلاحیت اور قوتِ کار کا جو فرق ہے، وہ تو قدرت کا ایک اٹل فیصلہ ہے، جو محض آرزو سے تبدیل نہیں ہو سکتا۔ البتہ اس کے فضل سے کسب و محنت میں رہ جانے والی کمی کا ازالہ ہو سکتا ہے۔

47- حرمتِ شراب کا ابتدائی مرحلہ:

سورۃ النساء (آیت: ۴۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا﴾

''مومنو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو جب تک (ان الفاظ کو) جو منہ سے کہو سمجھنے (نہ) لگو نماز کے پاس نہ جاؤ، اور جنابت کی حالت میں بھی (نماز کے پاس نہ جاؤ) جب تک کہ غسل (نہ) کرلو۔''

یہ حکم اُس وقت دیا گیا تھا جب ابھی شراب کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ ایک دعوت میں شراب نوشی کے بعد جب نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو نشے میں قرآن کے الفاظ بھی امام صاحب غلط پڑھ گئے۔[1] جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ نشے کی حالت میں نماز مت پڑھا کرو۔ گویا اس وقت صرف نماز کے وقت کے قریب شراب نوشی سے منع کیا گیا۔

[1] تفصیل کے لیے دیکھیں: سنن الترمذي، تفسیر سورۃ النساء، رقم الحدیث (۳۰۲۶)

48- طاغوت سے فیصلہ کروانے کی ممانعت:

سورۃ النساء (آیت: ۶۰، ۶۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْۤا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْۤا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا۝ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا﴾

''کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ جو (کتاب) تم پر نازل ہوئی اور جو (کتابیں) تم سے پہلے نازل ہوئیں اُن سب پر ایمان رکھتے ہیں اور چاہتے یہ ہیں کہ اپنا مقدمہ ایک سرکش کے پاس لے جا کر فیصلہ کرائیں، حالانکہ اُن کو حکم دیا گیا تھا کہ اُس سے اعتقاد نہ رکھیں اور شیطان (تو یہ) چاہتا ہے کہ اُن کو بہکا کر راستے سے دُور ڈال دے۔ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے، اُس کی طرف (رجوع کرو) اور پیغمبر کی طرف آؤ تو تم منافقوں کو دیکھتے ہو کہ تم سے اعراض کرتے اور رُکے جاتے ہیں۔''

49- خواہشات کی پیروی نہ کرنا اور عدل کا دامن نہ چھوڑنا:

① سورۃ النساء (آیت: ۱۳۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا وَ اِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر پوری طرح قائم رہنے والے، اللہ کے لیے شہادت دینے والے بن جاؤ، خواہ تمھاری ذاتوں یا والدین اور زیادہ قرابت والوں کے خلاف ہو، اگر کوئی غنی ہے یا فقیر تو اللہ ان دونوں پر زیادہ حق رکھنے والا ہے۔ پس اس میں خواہش کی پیروی نہ کرو کہ عدل کرو اور اگر تم زبان کو پیچ دو، یا پہلو بچاؤ تو بے شک اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، ہمیشہ سے پوری طرح باخبر ہے۔''

تم خواہشِ نفس کے پیچھے پڑ کر انصاف نہ چھوڑنا، یعنی کسی مالدار کی مالداری کی وجہ سے رعایت کی جائے نہ کسی فقیر کے فقر کا اندیشہ تمھیں سچی بات کہنے سے روکے، بلکہ اللہ ان دونوں سے تمھارے زیادہ قریب اور مقدم ہے۔

۲ اسی طرح عصبیت یا بغض تمھیں انصاف کرنے سے نہ روک دے۔ جیسے دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ﴾ [المائدۃ: ۸]

''تمھیں کسی قوم کی دشمنی اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔''

پیچ دار کا مطلب شہادت میں تحریف و تغیر ہے اور اعراض و بچنے سے مراد شہادت کا چھپانا اور اس کا ترک کرنا ہے۔ ان دونوں باتوں سے بھی روکا گیا ہے۔ ان آیات میں عدل و انصاف کی تاکید اور اس کے لیے جن باتوں کی ضرورت ہے۔ ان کا اہتمام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً:

- ہر حال میں عدل کرو اور اس سے انحراف نہ کرو، کسی ملامت گر کی ملامت اور کوئی دوسرا محرک اس میں رکاوٹ نہ بنے، بلکہ اس کے قیام میں تم ایک دوسرے کے معاون اور دست و بازو بنو۔
- صرف اللہ کی رضا تمھارے پیشِ نظر ہو، کیونکہ اس صورت میں تم تحریف، تبدیل

اور کتمان سے گریز کرو گے اور تمھارا فیصلہ عدل کی میزان میں پورا اترے گا۔

❁ عدل و انصاف کی زد اگر تم پر یا تمھارے والدین پر یا دیگر قریبی رشتے داروں پر بھی پڑے، تب بھی تم پروا مت کرو اور اپنی اور ان کی رعایت کے مقابلے میں عدل کے تقاضوں کو اہمیت دو۔[1]

③ سورت صٓ (آیت: ۲۶) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ﴾

''اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں بادشاہ بنایا ہے تو لوگوں میں انصاف کے فیصلے کیا کرو اور خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تمھیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی، جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹکتے ہیں، ان کے لیے سخت عذاب (تیار) ہے کہ انھوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا۔''

④ سورت مریم (آیت: ۵۹) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا﴾

''پھر ان کے بعد چند ناخلف اُن کے جانشین ہوئے، جنھوں نے نماز کو (چھوڑ دیا گویا اُسے) کھو دیا اور خواہشاتِ نفسانی کے پیچھے لگ گئے۔ سو عنقریب ان کو گمراہی (کی سزا) ملے گی۔''

⑤ سورۃ القصص (آیت: ۵۰) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ وَ مَنْ

[1] تفصیل کے لیے دیکھیں: أحسن البیان (ص: ۲۲۲۔ ۲۲۳)

اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''پھر اگر یہ تمھاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ صرف اپنی خواہشوں کے پیچھے چلے، بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

50- آیاتِ الٰہیہ کا مذاق اڑانے والوں کے پاس نہ بیٹھو:

سورۃ النساء (آیت: ۱۴۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا﴾

''اور اللہ نے تم (مومنوں) پر اپنی کتاب میں (یہ حکم) نازل فرمایا ہے کہ جب تم (کہیں) سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار ہو رہا ہے اور اُن کی ہنسی اڑائی جاتی ہے تو جب تک وہ لوگ دوسری باتیں (نہ) کرنے لگیں، اُن کے پاس مت بیٹھو، ورنہ تم بھی انھیں جیسے ہو جاؤ گے۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں، سب کو دوزخ میں اکٹھا کرنے والا ہے۔''

یعنی منع کرنے کے باوجود اگر تم ایسی مجلسوں میں جہاں آیاتِ الٰہی کا استہزا کیا جاتا ہو بیٹھو گے اور اس پر نکیر نہیں کرو گے تو پھر تم بھی گناہ میں ان کے برابر ہو گئے۔ جیسے ایک حدیث میں آتا ہے:

''جو شخص اللہ اور یومِ آخرت ایمان رکھتا ہے، وہ اس دعوت میں شریک نہ ہو جس میں شراب کا دور چلے۔''[1]

اس سے معلوم ہوا کہ ایسی مجلسوں اور اجتماعات میں شریک ہونا، جن میں اللہ

---

[1] مسند أحمد (۱/ ۲۰، ۳/ ۳۳۹)

اور رسول ﷺ کے احکام کا قولاً یا عملاً مذاق اڑایا جاتا ہو، جیسے آج کل کے امراء، فیشن ایبل اور مغرب زدہ حلقوں میں بالعموم ایسا ہوتا ہے، سخت گناہ ہے۔ ﴿اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ کی وعیدِ قرآنی اہلِ ایمان کے اندر کپکپی طاری کر دینے کے لیے کافی ہے، بشرطیکہ دل میں ایمان ہو۔

51- علانیہ کسی کو برا کہنے کی ممانعت:

پارہ ⑥ ﴿لَا يُحِبُّ اللّٰهُ﴾ سورۃ النساء (آیت: ۱۴۸) میں فرمایا:

﴿ لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا﴾

''اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کو علانیہ بُرا کہے، مگر وہ جو مظلوم ہو اور اللہ (سب کچھ) سنتا (اور) جانتا ہے۔''

یعنی اللہ کو پسند نہیں کسی کی بری بات کا ظاہر کرنا۔ شریعت نے تاکید کی ہے کہ کسی کے اندر برائی دیکھو تو اس کا چرچا نہ کرو۔ بلکہ تنہائی میں اس کو سمجھاؤ، مگر ظالم کے ظلم کو تم لوگوں کے سامنے بیان کر سکتے ہو جس سے ایک فائدہ یہ ہے کہ وہ ظلم سے باز آجائے یا اس کی تلافی کی سعی کرے۔

52- حد سے تجاوز، غلو اور نادانوں کی پیروی نہ کرو:

① سورۃ النساء (آیت: ۱۷۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾

''اے اہلِ کتاب! اپنے دین (کی بات) میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو، مسیح (یعنی) مریم کے بیٹے عیسیٰ (نہ اللہ تھے اور نہ اس کے بیٹے بلکہ) اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ تھے جو اُس نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح تھے، تو اللہ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور (یہ) نہ کہو (کہ اللہ) تین ہیں (اس اعتقاد سے) باز آؤ کہ یہ تمھارے حق میں بہتر ہے۔ اللہ ہی اکیلا معبود ہے اور اس سے پاک ہے کہ اس کے اولاد ہو، جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور اللہ ہی کارساز کافی ہے۔''

غلو یا حد سے بڑھنے کا مطلب ہے کسی چیز کو حد سے بڑھا دینا، جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے بارے میں کیا کہ انھیں رسالت و بندگی کے مقام سے اٹھا کر الوہیت کے مقام پر فائز کر دیا اور ان کی اللہ کی طرح عبادت کرنے لگے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کو بھی غلو کا مظاہرہ کرتے ہوئے معصوم بنا ڈالا اور ان کو حرام و حلال کے اختیار سے نواز دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ [التوبة: ٣١]

''انھوں نے اپنے علما اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا۔''

یہ رب بنانا حدیث کے مطابق ان کے حلال کیے کو حلال اور حرام کیے کو حرام سمجھنا ہے۔ دراں حالیکہ یہ اختیار صرف اللہ کو حاصل ہے، لیکن اہلِ کتاب نے یہ حق بھی اپنے علما وغیرہ کو دے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اہلِ کتاب کو دین میں اسی غلو سے منع فرمایا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عیسائیوں کے اس غلو کے پیشِ نظر

اپنے بارے میں اپنی امت کو متنبہ فرمایا:

«لَا تُطْرُوْنِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى عِيْسَى ابْنَ مَرْيَم، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهٗ، فَقُوْلُوْا: عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ»[1]

''تم مجھے اس طرح حد سے نہ بڑھانا، جس طرح عیسایوں نے عیسیٰ ابن مریم (علیہا السلام) کو بڑھایا، میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، پس تم مجھے اس کا بندہ اور رسول ہی کہنا۔''

لیکن افسوس امتِ محمدیہ اس کے باوجود بھی اس غلو سے محفوظ نہ رہ سکی، جس میں عیسائی مبتلا ہوئے اور امتِ محمدیہ نے بھی اپنے پیغمبر کو بلکہ نیک بندوں تک کو الٰہی صفات سے متصف ٹھہرا دیا، جو دراصل عیسائیوں کا وتیرہ تھا۔ اسی طرح علما وفقہا کو دین کا شارح اور مفسر ماننے کے بجائے، ان کو شارع (شریعت سازی کا اختیار رکھنے والے) بنا دیا۔ فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

سچ فرمایا نبیِ اقدس ﷺ نے:

«لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ أَوْ ذِرَاعًا بِذِرَاعٍ..»[2]

''تم بالشت بہ بالشت اور ہاتھ بہ ہاتھ ضرور پچھلی امتوں کی مکمل پیروی کرو گے۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلمۃ اللہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لفظ ''کُن'' سے باپ کے بغیر ان کی تخلیق ہوئی یہ لفظ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے سے حضرت مریم علیہا السلام تک پہنچایا گیا۔ روح اللہ کا مطلب وہ نفخہ (پھونک) ہے، جو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے حضرت مریم علیہا السلام کے گریبان میں پھونکا، جسے اللہ تعالیٰ نے باپ

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الأنبياء، رقم الحديث (٣٤٤٥) مسند أحمد (١/ ٢٣، ١٤٧)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٣٢٠) صحيح مسلم، رقم الحديث (٦/ ٢٦٦٩)

کے نطفے کے قائم مقام کر دیا۔ یوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا کلمہ بھی ہیں جو فرشتے نے حضرت مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا اور اس کی وہ روح ہیں، جسے لے کر حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کی طرف بھیجے گئے۔[1]

عیسائیوں کے کئی فرقے ہیں۔ بعض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ اور بعض اللہ کا شریک اور بعض اللہ کا بیٹا مانتے ہیں۔ پھر جو اللہ مانتے ہیں، وہ (تین الٰہوں) کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ثالث ثلاثہ (تین میں سے ایک) ہونے کے قائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ تین الٰہ کہنے سے باز آجاؤ، اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے۔

۲ سورۃ المائدہ (آیت: ۷۷) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ﴾

”کہو کہ اے اہلِ کتاب! اپنے دین (کی بات) میں ناحق مبالغہ نہ کرو اور ایسے لوگوں کی خواہش کے پیچھے نہ چلو جو (خود بھی) پہلے گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی اکثر گمراہ کر گئے اور سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔“

یعنی اتباعِ حق میں حد سے تجاوز نہ کرو اور جن کی تعظیم کا حکم دیا گیا ہے، اس میں مبالغہ کر کے انھیں منصبِ نبوت سے اٹھا کر مقامِ الوہیت پر فائز مت کرو، جیسے حضرت مسیح علیہ السلام کے معاملے میں تم نے کیا۔ غلو ہر دور میں شرک اور گمراہی کا سب سے بڑا ذریعہ رہا ہے۔ انسان کو جس سے عقیدت اور محبت ہوتی ہے، وہ اس کی شان میں خوب مبالغہ کرتا ہے۔ وہ امام اور دینی قائد ہے تو اس کو پیغمبر کی طرح معصوم سمجھنا اور پیغمبر کو الٰہی صفات سے متصف ماننا عام بات ہے، بدقسمتی سے مسلمان بھی اس غلو

[1] تفسیر ابن کثیر (۱/ ۵۰۶)

سے محفوظ نہیں رہ سکے۔

③ سورۃ الجاثیہ (آیت: ۱۸) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''پھر ہم نے تم کو دین کے کھلے راستے پر (قائم) کر دیا تو اسی (راستے) پر چلو اور نادانوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا۔''

53- حالتِ احرام میں شکار (برّی) نہ کرو:

① سورۃ المائدہ (آیت: ۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ﴾

''اے ایمان والو! اپنے اقراروں کو پورا کرو، تمھارے لیے چارپائے جانور حلال کر دیے گئے ہیں، بجز اُن کے جو تمھیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں، مگر احرامِ (حج) میں شکار کو حلال نہ جاننا، اللہ تعالیٰ جیسا چاہتا ہے، حکم دیتا ہے۔''

② سورۃ المائدہ (آیت: ۹۵) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ﴾

''مومنو! جب تم احرام کی حالت میں ہو تو شکار نہ مارنا۔''

امام شافعی نے اس سے مراد صرف ان جانوروں کا شکار لیا ہے جو ماکول اللحم ہیں، یعنی جو کھانے کے کام آتے ہیں۔ دوسرے بری جانوروں کا شکار وہ جائز قرار

دیتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر علما کے نزدیک اس میں کوئی تفریق نہیں۔ البتہ ان موذی جانوروں کا قتل جائز ہے جن کا ذکر احادیث میں آیا ہے اور وہ پانچ ہیں:

① کوا، ② چیل، ③ بچھو، ④ چوہا ⑤ باؤلا کتا۔[1]

اسی طرح ائمہ کرام نے سانپ، بھیڑیے، درندے، چیتے اور شیر کو بھی حالتِ احرام میں مارنے کی اجازت دی ہے۔[2]

③ سورۃ المائدہ (آیت: ۹۶) میں فرمایا:

﴿ وَ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ﴾

”جنگل (کی چیزوں) کا شکار جب تک تم احرام کی حالت میں رہو، تم پر حرام ہے۔“

54- شعائر اللہ، اشہر الحرم، قربانیوں اور حجاج کی بے حرمتی نہ کرو:

سورۃ المائدہ (آیت: ۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللّٰهِ وَ لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ لَا الْهَدْيَ وَ لَا الْقَلَائِدَ وَ لَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رِضْوَانًا وَ إِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا ﴾

”مومنو! اللہ کے نام کی چیزوں کی بے حرمتی نہ کرنا اور نہ ادب کے مہینے کی اور نہ قربانی کے جانوروں کی اور نہ اُن جانوروں کی (جو اللہ کی نذر کر دیے گئے ہوں اور) جن کے گلوں میں پٹے بندھے ہوں اور نہ اُن لوگوں کی جو عزت کے گھر (بیت اللہ) کو جا رہے ہوں (اور) اپنے رب کے فضل اور اُس کی خوشنودی کے طلب گار ہو اور جب احرام اتار

① صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم الحدیث (۶۷/ ۱۱۹۶) موطأ الإمام مالك (۱/ ۳۲۸)

② تفسیر ابن کثیر (۲/ ۸۷)

دو تو (پھر اختیار ہے کہ) شکار کرو۔"

"شعائر اللہ" سے مراد حرمات اللہ ہیں، جن کی تعظیم و حرمت اللہ نے مقرر فرمائی ہے۔ بعض نے اسے عام رکھا ہے اور بعض کے نزدیک یہاں حج و عمرے کے مناسک مراد ہیں، یعنی ان کی بے حرمتی اور بے توقیری نہ کرو۔ اسی طرح حج و عمرے کو ادا کرنے میں کسی کے درمیان رکاوٹ مت بنو کہ یہ بھی بے حرمتی ہی ہے۔

"أشهر الحُرام" سے مراد حرمت والے چاروں مہینے (رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم) ہیں کہ ان کی حرمت برقرار رکھو اور ان میں قتال مت کرو۔ بعض نے اس سے صرف ایک مہینا یعنی ماہِ ذوالحجہ (حج کا مہینا) مراد لیا ہے۔

"هَدی" ایسے جانور کو کہا جاتا ہے جو حاجی حرم میں قربان کرنے کے لیے ساتھ لے جاتے تھے اور اس کے گلے میں پٹا باندھتے تھے، جو نشانی کے طور پر ہوتا تھا۔ یہ مزید تاکید ہے کہ ان جانوروں کو کسی سے چھینا جائے نہ ان کے حرم تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ کھڑی کی جائے۔ حج و عمرے کی نیت سے یا تجارت و کاروبار کی غرض سے حرم جانے والوں کو مت روکو اور نہ انھیں تنگ کرو۔[1]

55- دشمنی میں حد سے تجاوز اور زیادتی نہ کرو:

سورۃ المائدہ (آیت: ۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا﴾

"اور لوگوں کی دشمنی اس وجہ سے کہ انھوں نے تمھیں عزت والی مسجد سے روکا تھا، تمھیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم اُن پر زیادتی کرنے لگو۔"

---

① تفصیل کے لیے دیکھیں: مختصر فتح القدیر للشوکاني (ص: ۳۵۹)

گو تمھیں ان مشرکین نے چھے (۶) ہجری میں صلح حدیبیہ کے موقع پر مسجدِ حرام میں جانے سے روک دیا تھا، لیکن تم ان کے روکنے کی وجہ سے ان کے ساتھ زیادتی والا رویہ اختیار مت کرنا۔ یہاں دشمن کے ساتھ بھی حلم اور عفو کا سبق دیا جا رہا ہے۔

56- گناہ اور ظلم کے کاموں میں مدد نہ کرو:

سورۃ المائدہ (آیت:۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾

”اور (دیکھو) نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، کچھ شک نہیں کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔“

یہ ایک نہایت اہم اصول بیان کر دیا گیا ہے، جو ایک مسلمان کے لیے قدم قدم پر راہنمائی مہیا کر سکتا ہے۔ کاش مسلمان اس اصول کو اپنا لیں!!

سورت طٰہٰ (آیت:۱۱۱) میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَ عَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ وَ قَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا﴾

”اور اس زندہ و قائم کے رُوبرو منہ نیچے ہو جائیں گے اور جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا وہ نامراد رہا۔“

57- حلال چیزوں کو حرام نہ کرنا:

① پارہ⑦ ﴿وَاِذَا سَمِعُوْا﴾ سورۃ المائدہ (آیت:۸۷) میں فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾

''مومنو! جو پاکیزہ چیزیں اللہ نے تمھارے لیے حلال کی ہیں، اُن کو حرام نہ کرو اور حد سے نہ بڑھو کہ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔''

حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نبیِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آکر کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! جب میں گوشت کھاتا ہوں تو نفسانی شہوت کا غلبہ ہو جاتا ہے، اس لیے میں نے اپنے اوپر گوشت حرام کرلیا ہے، جس پر آیت نازل ہوئی۔[1]

اسی طرح اس سببِ نزول کے علاوہ دیگر روایات سے ثابت ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم زہد و عبادت کی غرض سے بعض حلال چیزوں سے مثلاً عورت سے نکاح کرنے، رات کے وقت سونے، دن کے وقت کھانے پینے سے اجتناب کرنا چاہتے تھے۔ نبیِ مکرم ﷺ کے علم میں یہ بات آئی تو آپ ﷺ نے انھیں منع فرمایا۔[2] حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی بیوی سے کنارہ کشی اختیار کی ہوئی تھی، ان کی بیوی کی شکایت پر آپ ﷺ نے انھیں بھی روکا۔[3]

بہر حال اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ کسی بھی چیز کو حرام کر لینا یا اس سے ویسے ہی پرہیز کرنا جائز نہیں ہے، چاہے اس کا تعلق کھانے پینے یا مشروبات سے ہو، لباس سے ہو یا مرغوبات و جائز خواہشات سے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کرلے گا تو وہ حرام نہیں ہوگی، سوائے عورت کے، البتہ اس صورت میں بعض علما یہ کہتے ہیں کہ اسے قسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا اور بعض کے نزدیک کفارہ ضروری نہیں۔

امام شوکانی کہتے ہیں کہ احادیثِ صحیحہ سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ نبیِ رحمت ﷺ نے کسی کو بھی کفارۂ یمین ادا کرنے کا حکم نہیں دیا۔

[1] صحيح سنن الترمذي للألباني (٣/ ٤٦)

[1] صحيح البخاري (٥٠٦٣) شرح صحيح مسلم مع النووي (٥/ ٩/ ١٧٥_ ١٧٦)

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (١٣٦٩) مسند أحمد (٦/ ٢٦٨)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے قسم کا کفارہ بیان فرمایا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی حلال چیز کو حرام کر لینا، یہ قسم کھانے کے مرتبے میں ہے، جو تکفیر (کفارہ ادا کرنے) کا متقاضی ہے۔ لیکن یہ استدلال احادیثِ صحیحہ کی موجودگی میں محل نظر ہے۔ فَالصَّحِيْحُ مَا قَالَهُ الشَّوْكَانِيُّ. لیکن صحیح تر قول امام شوکانی والا ہی ہے۔

◈ ۲ سورۃ التحریم (آیت: ۱) میں فرمایا ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

''اے پیغمبر! جو چیز اللہ نے تمھارے لیے جائز کی ہے، تم اس سے کنارہ کشی کیوں کرتے ہو؟ (کیا اس سے) اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہو؟ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کو اپنے لیے حرام کر لیا تھا، وہ کیا تھی، جس پر اللہ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا؟ اس سلسلے میں ایک تو وہ مشہور واقعہ ہے جو صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں نقل ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ دیر ٹھہرتے اور وہاں شہد پیتے، حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما دونوں نے وہاں معمول سے زیادہ دیر تک آپ کو ٹھہرنے سے روکنے کے لیے یہ سکیم تیار کی کہ ان میں سے جس کے پاس بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں تو وہ ان سے کہے کہ اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے مغافیر (ایک قسم کا پھول جس میں گوشت مچھلی کی سی بو ہوتی ہے) کی بو آ رہی ہے۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے تو زینب رضی اللہ عنہا کے گھر صرف شہد پیا ہے، اب میں قسم کھاتا ہوں کہ یہ نہیں پیوں گا، لیکن یہ بات تم کسی کو مت بتلانا۔''[1]

[1] صحيح البخاري، كتاب التفسير (٤٩١٢)

بعض احادیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک کنیز (حضرت ماریہ ؓ) کو اپنے لیے حرام کر لیا تھا۔[1]

غرض معلوم ہوا کہ اللہ کی حلال کردہ چیز کو حرام کرنے کا اختیار کسی کے پاس بھی نہیں ہے، حتیٰ کہ نبیِ اکرم ﷺ بھی یہ اختیار نہیں رکھتے۔

58- کثرتِ سوال کی ممانعت:

سورۃ المائدہ (آیت: ۱۰۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾

''مومنو! ایسی چیزوں کے بارے میں مت سوال کرو کہ اگر (اُن کی حقیقتیں) تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمھیں بُری لگیں۔''

یہ ممانعت نزولِ قرآن کے وقت تھی۔ خود نبیِ اکرم ﷺ بھی صحابہ کرام ؓ کو زیادہ سوالات کرنے سے منع کیا کرتے تھے۔[2]

59- مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ:

1 سورۃ الانعام (آیت: ۱۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ يُطْعِمُ وَ لَا يُطْعَمُ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

''کہو! کیا میں اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو مددگار بناؤں؟ کہ (وہی تو) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی (سب کو) کھانا دیتا

---

[1] صحيح سنن النسائي للألباني (٣/ ٦٣) فتح الباري، تفسير سورة التحريم (٨/ ٨٣٧۔ ٨٣٨)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٢٨٩) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٣٢/ ٢٣٥٨)

ہے اور خود کسی سے کھانا نہیں لیتا (یہ بھی) کہہ دو کہ مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ میں سب سے پہلے اسلام لانے والا ہوں اور یہ کہ تم (اے پیغمبر!) مشرکوں میں سے نہ ہونا۔"

٢ سورت یونس (آیت: ١٠٥) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَ اَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

'اور یہ کہ (اے نبی! سب سے) یکسو ہو کر دینِ (اسلام) کی پیروی کیے جاؤ اور مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہونا۔"

60- ظاہری اور پوشیدہ گناہ چھوڑ دو:

پارہ ⑧ ﴿وَلَوْ اَنَّنَا﴾ سورۃ الانعام (آیت: ١٢٠) میں فرمایا:

﴿ وَ ذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ﴾

"اور ظاہری اور پوشیدہ (ہر طرح کا) گناہ ترک کر دو جو لوگ گناہ کرتے ہیں، وہ عنقریب اپنے کیے کی سزا پائیں گے۔"

61- بلا تکبیر ذبح کیے گئے جانور کا گوشت نہ کھاؤ:

سورۃ الانعام (آیت: ١٢١) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ وَ اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ﴾

"اور جس چیز پر اللہ کا نام نہ لیا جائے، اُسے مت کھاؤ کہ اُس کا کھانا گناہ ہے اور شیطان (لوگ) اپنے رفیقوں کے دلوں میں یہ بات

ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم لوگ اُن کے کہے پر چلے تو بے شک تم بھی مشرک ہوئے۔“

جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا گیا، اس کا کھانا فسق اور ناجائز ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے یہی معنیٰ بیان کیے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بھول جانے والے کو فاسق نہیں کہا جاتا۔ امام بخاری کا رجحان بھی یہی ہے، تاہم امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ مسلمان کا ذبیحہ دونوں صورتوں میں حلال ہے، چاہے وہ اللہ کا نام لے یا چھوڑ دے۔ وہ ﴿وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ﴾ کو غیر اللہ کے نام ذبح کیے گئے جانور سے متعلق قرار دیتے ہیں۔

62- فضول خرچی کی ممانعت:

① سورۃ الانعام (آیت: ۱۴۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾

”اور بے جا نہ اڑانا کہ اللہ بے جا اڑانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔“

یعنی صدقہ خیرات میں بھی حد سے تجاوز نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ کل کو تم محتاج ضرورت مند ہو جاؤ۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا تعلق حکام سے ہے، یعنی صدقات اور زکات کی وصولی میں حد سے تجاوز نہ کرو۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ سیاقِ آیت کی رو سے زیادہ صحیح یہ بات لگتی ہے کہ کھانے میں اسراف مت کرو، کیونکہ بسیار خوری عقل اور جسم کے لیے مضر ہے۔ دوسرے مقامات پر بھی اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے میں اسراف سے منع فرمایا، جس سے واضح ہوتا ہے کہ کھانے پینے میں بھی اعتدال بہت ضروری ہے اور اس سے تجاوز اللہ کی نافرمانی ہے۔

② سورۃ الاعراف (آیت: ۳۱) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا

وَ لَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾

''اے بنی آدم! ہر نماز کے وقت اپنے آپ کو مزین کیا کرو اور کھاؤ اور پیو اور بے جا نہ اڑاؤ کہ اللہ بے جا اڑانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔''

کسی چیز میں حتیٰ کہ کھانے پینے میں بھی حد سے آگے نکل جانا ناپسندیدہ ہے۔ ایک حدیث میں نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

''جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو پہنو، البتہ دو چیزوں سے گریز کرو۔ اسراف اور تکبر۔''[1]

بعض علمائے سلف کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آدھی آیت ﴿وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا﴾ میں ساری طب جمع فرما دی ہے۔[2]

63- شرک، قتلِ اولاد اور فحاشی کی ممانعت:

سورۃ الانعام (آیت: ۱۵۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَ لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾

''کہہ دو کہ (لوگو!) آؤ میں تمھیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمھارے رب نے تم پر حرام کی ہیں (اُن کی نسبت اُس نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے) کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ بنانا اور ماں باپ سے (بدسلوکی نہ

---

① صحيح البخاري، كتاب اللباس، رقم الحديث (٥٧٨٣) سے قبل تبویب میں۔

② تفسير ابن كثير (٢/ ١٨٣)

کرنا بلکہ) سلوک کرتے رہنا اور ناداری (کے اندیشے) سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا، کیوں کہ تمھیں اور انھیں ہم ہی رزق دیتے ہیں اور بے حیائی کے کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ اُن کے پاس نہ جانا اور کسی جان (والے) کو جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہے قتل نہ کرنا، مگر جائز طور پر (جس کا شریعت حکم دے) ان باتوں کا وہ تمھیں ارشاد فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو۔"

زمانہ جاہلیت کا یہ فعلِ قبیح قتلِ اولاد آج کل ضبطِ ولادت یا خاندانی منصوبہ بندی کے نام سے پوری دنیا میں زور وشور سے جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔[1]

قصاص کے طور پر قتل کرنا نہ صرف جائز ہے، بلکہ اگر مقتول کے وارث معاف نہ کریں تو یہ قتل نہایت ضروری ہے۔ فرمایا:

"قصاص میں تمھاری زندگی ہے۔" [البقرہ: ۱۷۹]

64- یتیم کا مال نہ کھاؤ:

سورۃ الانعام (آیت: ۱۵۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ﴾

"اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جانا مگر ایسے طریق سے کہ بہت ہی پسندیدہ ہو، یہاں تک کہ وہ جوانی کو پہنچ جائے۔"

65- غیر اللہ کی پیروی نہ کرو:

① سورۃ الاعراف (آیت: ۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾

"(لوگو!) جو (کتاب) تم پر تمھارے رب کے ہاں سے نازل ہوئی

[1] مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: نمبر (۹۷)

ہے، اُس کی پیروی کرو اور اُس کے سوا دوسرے رفیقوں کی پیروی نہ کرو (اور) تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو۔"

اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر رفیقوں اور من گھڑت سرپرستوں کی اتباع مت کرو، صرف اس کی اتباع کرو جو اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے یعنی قرآن اور جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یعنی حدیث۔ کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

"میں قرآن اور اس کی مثل اس کے ساتھ دیا گیا ہوں۔"[1]

ان دونوں کا اتباع ضروری ہے، ان کے علاوہ کسی کا اتباع ضروری نہیں، بلکہ ان کا انکار لازمی ہے۔

❷ سورت آل عمران (آیت: ۱۴۹) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴾

"مومنو! اگر تم کافروں کا کہا مان لو گے تو وہ تمھیں الٹے پاؤں پھیر (کر مرتد کر) دیں گے پھر تم بڑے خسارے میں پڑ جاؤ گے۔"

❸ سورت ہود (آیت: ۱۱۳) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴾

"اور جو لوگ ظالم ہیں، ان کی طرف مائل نہ ہونا نہیں تو تمھیں (دوزخ کی) آگ آ لپٹے گی اور اللہ کے سوا تمھارے کوئی دوست نہیں ہیں، اگر تم ظالموں کی طرف مائل ہوگئے تو پھر تم کو (کہیں سے) مدد نہ مل سکے گی۔"

❹ سورۃ الدہر (آیت: ۲۴) میں فرمانِ الٰہی ہے:

[1] صحيح سنن أبي داود للألباني (٤٦٠٤، ١٩٠٥) صحيح الجامع للألباني (٢٦٤٣)

﴿ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴾

''اپنے پروردگار کے حکم کے مطابق صبر کیے رہو اور ان لوگوں میں سے کسی بدعمل اور ناشکرے کا کہا نہ مانو۔''

66- فحاشی، گناہ، ناحق زیادتی اور شرک کی ممانعت:

سورۃ الاعراف (آیت: ۳۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾

''کہہ دو کہ میرے رب نے تو بے حیائی کی باتوں کو ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو حرام کیا ہے اور اس کو بھی کہ تم کسی کو اللہ کا شریک بناؤ، جس کی اُس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس کو بھی کہ اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہو جن کا تمھیں کچھ علم نہیں۔''

ظاہر و علانیہ فحش باتوں سے مراد بعض کے نزدیک طوائفوں کے اڈے پر جا کر بدکاری کرنا اور پوشیدہ سے مراد کسی گرل فرینڈ سے تعلق پیدا کرنا ہے۔ بعض کے نزدیک اول الذکر سے مراد محرموں سے نکاح کرنا ہے جو ممنوع ہے۔ اس میں ہر قسم کی ظاہری بے حیائی شامل ہے، جیسے فلمیں، ڈرامے، ٹی وی، وی سی آر، فحش اخبارات و رسائل، رقص و سرود اور مجروں کی محفلیں، عورتوں کی بے پردگی اور مردوں سے ان کا بے باکانہ اختلاط، مہندی اور شادی کی رسموں میں بے حیائی کے کھلے عام مظاہر وغیرہ یہ سب فواحشِ ظاہرہ ہیں۔ جبکہ گناہ اللہ کی نافرمانی کا نام ہے۔ ایک حدیث میں نبیِ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

''گناہ وہ ہے جو سینے میں کھٹکے اور لوگوں کے اس پر مطلع ہونے کو برا سمجھے۔''[1]

''بغی'' یہ ہے کہ اس کے اثرات دوسروں تک بھی پہنچیں، جیسے کسی کو مارنا پیٹنا اور مال چھیننا وغیرہ۔

67- فساد نہ کرو:

[1] سورۃ الاعراف (آیت: ٥٦) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ﴾

''اور زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرنا۔''

یہی حکم آیت (٧٤) اور (٨٥) میں بھی فرمایا گیا ہے۔

[2] چنانچہ (آیت: ٧٤) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ﴾ ''اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو۔''

[3] آیت (٨٥) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

''اور زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرو، اگر تم صاحبِ ایمان ہو تو سمجھ لو کہ یہ بات تمھارے حق میں بہتر ہے۔''

68- کائنات میں تفکّر و تدبّر کرو:

سورۃ الاعراف (آیت: ١٨٥) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَوَ لَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ وَّ اَنْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ فَبِاَيِّ

[1] صحيح مسلم، كتاب البر، رقم الحديث (١٤/ ٢٥٥٣)

حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ﴾

''کیا اُنھوں نے آسمان اور زمین کی بادشاہت میں اور جو چیزیں اللہ نے پیدا کی ہیں، اُن پر نظر نہیں کی اور اس بات پر (خیال نہیں کیا) کہ عجب نہیں، اُن (کی موت) کا وقت نزدیک پہنچ گیا ہو تو اس کے بعد وہ اور کس بات پر ایمان لائیں گے۔''

مطلب یہ کہ ان چیزوں پر بھی اگر یہ غور کریں تو یقیناً یہ اللہ پر ایمان لے آئیں، اُس کے رسول ﷺ کی تصدیق اور اُس کی اطاعت اختیار کر لیں اور انھوں نے جو اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں، انھیں چھوڑ دیں اور اس بات سے ڈریں کہ انھیں موت اس حال میں آ جائے کہ وہ کفر پر قائم ہوں۔

69- اَن سنی نہ کرو:

① پارہ ⑨ ﴿قَالَ الْمَلَاُ﴾ سوۃ الانفال (آیت: ۲۱، ۲۲) میں فرمایا:

﴿ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ هُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾

''اور اُن لوگوں جیسے نہ ہونا جو کہتے ہیں کہ ہم نے (حکم الٰہی) سن لیا مگر (حقیقت میں) نہیں سنتے۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ کے نزدیک تمام جان داروں سے بدتر بہرے گونگے ہیں، جو کچھ نہیں سمجھتے۔''

سن لینے کے باوجود عمل نہ کرنا یہ کافروں کا طریقہ ہے۔ لہٰذا تم اس رویے سے بچو۔ اگلی آیت میں ایسے ہی لوگوں کو بہرہ، گونگا، غیر عاقل اور بدترینِ خلائق قرار دیا گیا ہے۔ دَوَابّ، دَابَّۃٌ کی جمع ہے۔ جو بھی زمین پر چلنے پھرنے والی چیز ہے وہ دابّۃ ہے۔ مراد مخلوقات ہے۔ یعنی یہ سب سے بدتر ہیں، جو حق کے معاملے میں بہرے گونگے اور غیر عاقل ہیں۔

② اسی بات کو قرآنِ کریم میں دوسرے مقام پر اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴾ [الأعراف: ۱۷۹]

''ان کے دل ہیں، لیکن ان سے سمجھتے نہیں، ان کی آنکھیں ہیں، لیکن ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں، لیکن ان سے سنتے نہیں، یہ چوپائے کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ۔ یہ لوگ (اللہ سے) بے خبر ہیں۔''

70- اللہ و رسول ﷺ کے حقوق اور اپنی امانتوں میں خیانت نہ کرو:

سورۃ الانفال (آیت: ۲۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾

''اے ایمان والو! نہ تو اللہ اور رسول کی امانت میں خیانت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو اور تم (ان باتوں کو) جانتے ہو۔''

اللہ اور رسول کے حقوق میں خیانت یہ ہے کہ جلوت میں اللہ اور رسول ﷺ کا فرماں بردار بن کر رہے اور خلوت میں اس کے برعکس معصیت کار۔ اسی طرح یہ بھی خیانت ہے کہ فرائض میں سے کسی فرض کا ترک اور نواہی میں سے کسی بات کا ارتکاب کیا جائے۔ ایک شخص دوسرے کے پاس جو امانت رکھواتا ہے، اس میں خیانت نہ کرے۔ نبیِ مکرم ﷺ نے بھی امانت کی حفاظت کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ حدیث میں ہے کہ نبیِ اکرم ﷺ اپنے اکثر خطبوں میں یہ ضرور ارشاد فرمایا کرتے تھے:

''اس کا ایمان نہیں، جس میں امانت کی پاس داری نہیں اور اس کا دین نہیں، جس میں عہد کی پابندی کا احساس نہیں۔''[1]

[1] مسند أحمد (۳/ ۱۳۵) مشكاة المصابيح (۳۵ حديث جيد)

71- اِتراؤ نہیں:

① سورۃ الانفال (آیت: ۴۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴾

''اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا جو اِتراتے ہوئے (حق کا مقابلہ کرنے کے لیے) اور لوگوں کو دکھانے کے لیے گھروں سے نکل آئے اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور جو یہ اعمال کرتے ہیں، اللہ ان پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔''

مشرکینِ مکہ جب اپنے قافلے کی حفاظت اور لڑائی کی نیت سے نکلے تو بڑے اِتراتے اور فخر وغرور کرتے ہوئے نکلے۔ مسلمانوں کو اس کافرانہ شیوے سے روکا گیا ہے۔

② سورت بنی اسرائیل (آیت: ۳۷) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَ لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَ لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴾

''اور زمین پر اکڑ کر (تن کر) مت چل کہ تو زمین کو پھاڑ تو نہیں ڈالے گا اور نہ لمبا ہو کر پہاڑوں (کی چوٹی) تک پہنچ جائے گا۔''

غرض کہ اِترا کر اور اکڑ کر چلنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ قارون کو اسی بنا پر اس کے گھر اور خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا۔ [القصص: ۸۱]

③ سورت لقمان (آیت: ۱۸) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَ لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴾

"اور (از راہِ غرور) لوگوں سے گال نہ پھلانا اور زمین میں اکڑ کر نہ چلنا کہ اللہ کسی اِترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا۔"

۴ سورۃ القصص (آیت: ۷۶) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ وَ اٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴾

"قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا اور ان پر ظلم کرتا تھا اور ہم نے اُس کو اتنے خزانے دیے تھے کہ اُن کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت کو اٹھانی مشکل ہوتیں، جب اُس سے اُس کی قوم نے کہا کہ اِتراؤ مت کہ اللہ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

72- ناحق مال نہ کھاؤ:

پارہ ⑩ ﴿وَاعْلَمُوْٓا﴾ سورۃ التوبہ (آیت: ۳۴) میں فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾

"مومنو! (اہلِ کتاب کے) بہت سے عالم اور مشائخ لوگوں کا مال ناحق کھاتے اور (ان کو) اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے ان کو اس دن کے عذابِ الیم کی خوشخبری سنا دو۔"

73- اہلِ کفر ونفاق کا جنازہ نہ پڑھیں:

سورۃ التوبۃ (آیت:۸۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ﴾

''اور (اے پیغمبر!) ان میں سے کوئی مر جائے تو کبھی اس (کے جنازے) پر نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر (جا کر) کھڑے ہونا، یہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرتے رہے اور مرے بھی تو نافرمان (ہی مرے)۔''

یہ نمازِ جنازہ اور دعاے مغفرت نہ کرنے کی علّت ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کا خاتمہ کفر و نفاق اور فسق پر ہو، ان کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھنی چاہیے اور نہ ان کے لیے دعاے مغفرت ہی کرنی چاہیے۔[1]

74- مشرکین کے لیے دعاے مغفرت نہ کریں:

سورۃ التوبہ (آیت:۱۱۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِیْنَ وَ لَوْ كَانُوْۤا اُولِیْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ﴾

''پیغمبر اور مسلمانوں کے شایانِ شان نہیں کہ جب ان پر ظاہر ہوگیا کہ مشرک اہلِ دوزخ ہیں تو اُن کے لیے بخشش مانگیں، گو وہ اُن کے قرابت دار ہی ہوں، اس امر کے ظاہر ہوجانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔''

صحیح بخاری اور مسند امام احمد میں ابن المسیب سے روایت ہے کہ ابو طالب جب بسترِ مرگ پر تھے تو نبیِ اقدس ﷺ تشریف لائے، ان کے پاس ابو جہل اور

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٦٧٠) صحيح مسلم، رقم الحديث (٣/ ٢٧٧٤)

عبداللہ بن ابو امیہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے ابو طالب سے فرمایا:

''اے چچا جان! آپ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیجیے، میں اسی ایک جملہ کی آڑ لے کر اللہ کے پاس آپ کی بخشش کے لیے حجت پیش کروں گا۔''

تو ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا: اے ابو طالب! کیا تم ملتِ عبدالمطلب سے روگردانی کروگے؟ تو ابو طالب نے کہا: میں واقعی ملتِ عبدالمطلب پر جان دوں گا۔ نبیِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں اس وقت تک آپ کی مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا، جب تک اللہ مجھے روک نہ دے۔'' چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔ ①

75- احسان فراموشی نہ کریں:

پارہ ⑪ ﴿یَعْتَذِرُوْنَ﴾ سورت یونس (آیت: ۱۲) میں فرمایا:

﴿ وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآىِٕمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ یَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ كَذٰلِكَ زُیِّنَ لِلْمُسْرِفِیْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴾

''اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹا اور بیٹھا اور کھڑا (ہر حال میں) ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اس تکلیف کو اس سے دُور کر دیتے ہیں تو (بے لحاظ ہو جاتا اور) اس طرح گزر جاتا ہے، گویا کسی تکلیف کے پہنچنے پر ہمیں کبھی پکارا ہی نہ تھا، اسی طرح حد سے نکل جانے والوں کو اُن کے اعمال آراستہ کر کے دکھائے گئے ہیں۔''

76- بے عقلوں سے نہ ہو جاؤ:

سورت یونس (آیت: ۸۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

① صحيح البخاري، كتاب التفسير، سورة التوبة (١٣٦٠) تفسير ابن كثير (٢/ ٣٩٨)

﴿ قَالَ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِیْمَا وَ لَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾

''(اللہ نے) فرمایا کہ تمھاری دعا قبول کر لی گئی تو تم ثابت قدم رہنا اور بے عقلوں کے راستے نہ چلنا۔''

یعنی جو لوگ اللہ کی سنت، اس کے قانون اور اس کی مصلحتوں اور حکمتوں کو نہیں جانتے، تم اُن کی طرح مت جانا، بلکہ انتظار اور صبر کرو، اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا، کیوں کہ وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

77- غیر اللہ کو نہ پکارو:

1 سورت یونس (آیت: ۱۰۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكَ وَ لَا یَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾

''اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کو نہ پکارنا جو نہ تمھارا کچھ بھلا کر سکے اور نہ کچھ بگاڑ سکے، اگر ایسا کرو گے تو ظالموں میں ہو جاؤ گے۔''

یعنی اگر اللہ کو چھوڑ کر ایسے معبودوں کو آپ پکاریں گے، جو کسی کو نفع و نقصان پہنچانے پر قادر نہیں ہیں تو یہ ظلم کا ارتکاب ہوگا۔ عبادت چونکہ صرف اللہ کا حق ہے، جس نے تمام کائنات بنائی ہے اور تمام اسبابِ حیات بھی وہی پیدا کرتا ہے تو اُس مستحقِ عبادت ذات کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کرنا نہایت ہی غلط ہے، اس لیے شرک کو ظلمِ عظیم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (سورت لقمان: ۱۳)

2 یہی بات سورۃ الفرقان (آیت: ۶۸، ۶۹) میں بھی آئی ہے:

﴿ وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ

حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا﴾

''اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہیں پکارتے اور جن جاندار کا مار ڈالنا اللہ نے حرام کیا ہے، اُس کو قتل نہیں کرتے، مگر جائز طریق پر (یعنی حکمِ شریعت کے مطابق) اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہوگا۔ قیامت کے دن اس کو دوگنا عذاب ہوگا اور ذلت اور خواری سے اس میں ہمیشہ رہے گا۔''

حق کے ساتھ قتل کرنے کی تین صورتیں ہیں: ① اسلام لانے کے بعد کوئی دوبارہ کفر اختیار کرے، جسے ارتداد کہتے ہیں، ② یا شادی شدہ ہو کر بدکاری کا ارتکاب کرے، ③ یا کسی کو قتل کر دے۔ ان صورتوں میں قتل کیا جائے گا۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا: کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے، دراں حالیکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اس نے کہا: اس کے بعد کون سا گناہ بڑا ہے؟ فرمایا: اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرنا کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی۔ اس نے پوچھا: پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ان باتوں کی تصدیق اس آیت سے ہوتی ہے۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔[1]

[3] سورۃ الشعراء (آیت: ۲۱۳) میں بھی فرمانِ الٰہی ہے:

﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ﴾

''اللہ کے سوا کسی اور معبود کو مت پکارنا، ورنہ تمھیں عذاب دیا جائے گا۔''

[4] سورۃ القصص (آیت: ۸۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

① صحيح البخاري، تفسير سورة الفرقان (٤٤٧٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (٨٦)

﴿ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۟ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾

''اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود (سمجھ کر) نہ پکارنا اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، اُس کی (پاک) ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ حکم اُسی کا ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔''

یعنی کسی دوسرے کی عبادت نہ کرنا، نہ دعا کے ذریعے سے، نہ نذر و نیاز کے ذریعے اور نہ قربانی ہی کے ذریعے سے کہ یہ سب عبادات ہیں، جو صرف ایک اللہ کے لیے خاص ہیں۔ قرآن میں ہر جگہ غیر اللہ کی عبادت کو پکارنے سے تعبیر کیا گیا ہے، جس سے مقصود اسی نکتے کی وضاحت ہے کہ غیر اللہ کو مافوق الاسباب طریقے سے پکارنا، ان سے استغاثہ کرنا، ان سے دعائیں اور التجائیں کرنا، یہ ان کی عبادت ہی ہے، جس سے انسان مشرک بن جاتا ہے۔

5 سورۃ الجن (آیت: ۱۸) میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾

''اور یہ کہ مسجدیں (خاص) اللہ کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔''

آیت کا مطلب واضح ہے کہ مسجدوں کا مقصد صرف ایک اللہ کی عبادت ہے، اس لیے مسجدوں میں کسی اور کی عبادت، کسی اور سے دعا و مناجات، کسی اور سے استغاثہ و استمداد جائز نہیں۔ یہ امور ویسے تو مطلقاً ہی ممنوع ہیں اور کہیں بھی غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں ہے، لیکن مسجدوں کا بہ طورِ خاص اس لیے ذکر کیا ہے کہ ان کے قیام کا مقصد ہی اللہ کی عبادت ہے۔ اگر یہاں بھی غیر اللہ کو پکارنا شروع کر دیا گیا تو یہ نہایت ہی قبیح اور ظالمانہ حرکت ہوگی، لیکن بدقسمتی سے بعض نادان مسلمان

اب مسجدوں میں بھی اللہ کے ساتھ دوسروں کو مدد کے لیے پکارتے ہیں۔ بلکہ مسجدوں میں ایسے کتبے آویزاں کیے ہوئے ہیں، جن میں اللہ کو چھوڑ کر دوسروں سے استغاثہ کیا گیا ہے۔

78- اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو:

① سورت ہود (آیت:۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ اِنَّنِیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ ﴾

"یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور میں اس کی طرف سے تمھیں ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں۔"

② سورت بنی اسرائیل (آیت:۳۹) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِیْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا﴾

"اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود نہ بنانا کہ (ایسا کرنے سے) ملامت زدہ اور (بارگاہِ الٰہی سے) راندہ بنا کر جہنم میں ڈال دیے جاؤ گے۔"

③ سورۃ القصص (آیت:۷۰) میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَ هُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰى وَ الْاٰخِرَةِ وَ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾

"اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، دنیا اور آخرت میں اُسی کی تعریف ہے اور اُسی کا حکم اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔"

79- نا امید و ناشکرے اور اِترانے والے نہ بنو:

پارہ⑫ ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ﴾ سورت ہود (آیت:۹، ۱۰) میں فرمایا:

﴿ وَ لَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ اِنَّهٗ لَیَئُوْسٌ

كَفُوْرٌ ۝ وَ لَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ﴾

''اور اگر ہم انسان کو اپنے پاس سے نعمت بخشیں، پھر اس سے اس کو چھین لیں تو ناامید (اور) ناشکر (ہو جاتا) ہے۔ اور اگر تکلیف پہنچنے کے بعد آسائش کا مزہ چکھائیں (تو خوش ہو کر) کہتا ہے کہ (آہا) سب سختیاں مجھ سے دُور ہو گئیں، بے شک وہ خوشیاں منانے، اِترانے والا (اور)، فخر کرنے اور شیخیاں بگھارنے والا ہے۔''

80- اہلِ عذاب کے کرتوت:

سورت ہود (آیت: ۱۵ تا ۲۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ يَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَ يَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَ مَا

كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَ مَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ﴾

''یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آتش (جہنم) کے سوا اور کچھ نہیں اور جو عمل انھوں نے کیے سب برباد اور جو کچھ وہ کرتے رہے سب ضائع ہوگئے۔ بھلا جو لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل (روشن) رکھتے ہوں اور ان کے ساتھ ایک (آسمانی) گواہ بھی اس کی جانب سے ہو اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہو جو پیشوا اور رحمت ہے (تو کیا وہ قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے)، یہی لوگ تو اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو کوئی اور فرقوں میں سے اس سے منکر ہو تو اس کا ٹھکانا آگ ہے تو تم اس (قرآن) سے شک میں نہ ہونا، یہ تمھارے پروردگار کی طرف سے حق ہے، لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ افترا کرے، ایسے لوگ اللہ کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور گواہ کہیں گے کہ یہی لوگ ہیں، جنھوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ بولا تھا، سن رکھو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ جو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں اور وہ آخرت سے بھی انکار کرتے ہیں۔ یہ لوگ زمین میں (کہیں بھاگ کر اللہ کو) شکست نہیں دے سکتے اور نہ اللہ کے سوا ان کا کوئی حمایتی ہے، (اے پیغمبر!) ان کو دگنا عذاب دیا جائے گا، کیونکہ یہ (شدتِ کفر سے تمھاری بات) نہیں سن سکتے تھے اور نہ (تمھیں) دیکھ سکتے تھے۔''

81- ناپ تول میں کمی بیشی نہ کرو:

① سورت ہود (آیت: ۸۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ﴾

"اور (اے قوم!) ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں خرابی کرتے نہ پھرو۔"

انبیا علیہم السلام کی دعوت دو اہم بنیادوں پر مشتمل ہوتی ہے: حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرنا۔ اس آیت میں حقوق العباد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ لوگوں کو انصاف کے ساتھ پورا پورا ناپ تول دیں اور لوگوں کو چیزیں کم دینے سے منع کیا جارہا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بھی ایک بڑا جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک پوری سورت "سورۃ المطففین" میں اس جرم کی شناعت و قباحت اور اس کی اخروی سزا بیان فرمائی ہے۔

◈ چنانچہ مذکورہ بالا سورت کی پہلی چھے آیات میں فرمایا ہے:

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝ أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾

"ناپ اور تول میں کمی کرنے والوں کے لیے خرابی ہے۔ جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا کریں۔ اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں۔ کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ اٹھائے بھی جائیں گے؟ (یعنی) ایک بڑے (سخت) دن میں۔ جس دن (تمام) لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔"

لینے اور دینے کے الگ الگ پیمانے رکھنا اور اسی طرح ڈنڈی مار کر ناپ تول میں کمی کرنا، بہت بڑی اخلاقی بیماری ہے، جس کا نتیجہ دین اور آخرت میں تباہی ہے۔ ایک حدیث میں ہے:

''جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے، اس پر قحط سالی، سخت محنت اور حکمرانوں کا ظلم مسلط کر دیا جاتا ہے۔''[1]

یہ ڈنڈی مارنے والے اس بات سے نہیں ڈرتے کہ ایک بڑا ہولناک دن آنے والا ہے، جس میں سب لوگ رب العالمین کے سامنے ہوں گے، جو تمام پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ یہ کام وہی لوگ کرتے ہیں جن کے دلوں میں اللہ کا خوف اور قیامت کا ڈر نہیں ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ جس وقت لوگ رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے تو پسینا انسانوں کے آدھے آدھے کانوں تک پہنچا ہوگا۔[2]

ایک اور روایت میں ہے کہ قیامت والے دن سورج مخلوق کے اتنا قریب ہوگا کہ ایک میل کی مقدار کے قریب فاصلہ ہوگا۔ حدیث کے راوی حضرت سلیم بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ نبی مکرم ﷺ نے میل سے زمین کی مسافت والا میل مراد لیا ہے یا وہ سلائی جس سے سرمہ آنکھوں میں لگایا جاتا ہے۔ پس لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ہوں گے، یہ پسینا کسی کے ٹخنوں تک، کسی کے گھٹنوں تک، کسی کی کمر تک ہوگا اور کسی کے لیے یہ لگام بنا ہوا ہوگا، یعنی اس کے منہ تک پسینا ہوگا۔[3]

◈ ۳ سورۃ الاعراف (آیت: ۸۵) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَیْلَ وَ الْمِیْزَانَ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴾

''اور مدین کی طرف اُن کے بھائی شعیب کو بھیجا (تو) انھوں نے کہا کہ

---

① سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٤٠١٩) الصحيحة (١٠٦)

② صحيح البخاري، تفسير سورة المطففين (٤٩٣٨)

③ صحيح مسلم، صفة القيامة (٢٨٦٤)

اے قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں، تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے نشانی آ چکی ہے تو تم ماپ اور تول پوری کیا کرو اور لوگوں کو چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرو، اگر تم صاحبِ ایمان ہو تو سمجھ لو کہ یہ بات تمھارے حق میں بہتر ہے۔‘‘

دعوتِ توحید کے بعد اُس قوم میں ناپ تول کی بڑی خرابی تھی، اس سے انھیں منع فرمایا اور پورا پورا ناپ اور تول کر دینے کی تلقین کی۔ یہ کوتاہی بھی بڑی خطرناک ہے، جس سے اس قوم کی اخلاقی پستی اور گراوٹ کا پتا چلتا ہے۔ یہ بدترین خیانت ہے کہ پیسے پورے لیے جائیں اور چیز کم دی جائے۔ اس لیے سورۃ المطففین میں ایسے لوگوں کی ہلاکت کی خبر دی گئی ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے پہلے تو اپنی قوم کو ناپ تول میں کمی بیشی سے روکا، پھر لین دین کے وقت عدل و انصاف کے ساتھ پورے پورے ناپ تول کا حکم دیتے ہیں اور زمین میں فساد و تباہ کاری کرنے سے منع کرتے ہیں۔ ان میں رہزنی اور ڈاکا مارنے کی بدخصلت بھی تھی۔[1]

④ سورۃ الرحمٰن (آیت: ۸) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ﴾

’’کہ ترازو (سے تولنے) میں حد سے تجاوز نہ کرو۔‘‘

⑤ جبکہ (آیت: ۹) میں فرمایا ہے:

﴿ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ﴾

’’اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور تول کم مت کرو۔‘‘

[1] تفسیر ابن کثیر (۲/ ۴۹۱)

82- دشمن کے مقابلے میں بھی حد سے نہ بڑھنا:

سورت ہود (آیت: ۱۱۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ وَ لَا تَطْغَوْا اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾

"سو (اے پیغمبر!) جیسا تمھیں حکم ہوتا ہے (اس پر) تم اور جو لوگ تمھارے ساتھ تائب ہوئے ہیں قائم رہو اور حد سے تجاوز نہ کرنا، وہ تمھارے سب اعمال کو دیکھ رہا ہے۔"

اس آیت میں نبیِ کریم ﷺ اور اہلِ ایمان کو دشمن کے مقابلے میں حد سے بڑھ جانے سے روکا گیا ہے، جو اہلِ ایمان کی اخلاقی قوت اور رفعتِ کردار کے لیے بہت ضروری ہے۔

83- ناشکری سے گریز کرو:

[1] پارہ⑬ ﴿وَمَآ اُبَرِّئُ﴾ سورت ابراہیم (آیت: ۷) میں فرمایا:

﴿ وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ لَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾

"اور جب تمھارے رب نے تمھیں آگاہ کر دیا کہ اگر شکر کرو گے تو میں تمھیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو (یاد رکھو کہ) میرا عذاب (بھی) سخت ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ کفرانِ نعمت یعنی ناشکری اللہ کو سخت ناپسند ہے، جس پر اس نے سخت عذاب کی وعید بیان فرمائی ہے، اِسی لیے نبیِ کریم ﷺ نے بھی فرمایا کہ عورتوں کی اکثریت اپنے خاوند کی ناشکری کرنے کی وجہ سے جہنم میں جائے گی۔[1]

[1] صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ العیدین (٤/ ٨٨٥)

اللہ تعالیٰ کا حتمی وعدہ ہے اور اس کا اعلان بھی کہ شکر گزاروں کی نعمتیں اور بڑھ جائیں گی اور ناشکروں کی، نعمتوں کے منکروں اور ان کو چھپانے والوں کی نعمتیں چھن جائیں گی اور انھیں سخت سزا ہوگی۔

۲ سورۃ الزمر (آیت: ۷) میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴾

''اگر ناشکری کرو گے تو اللہ تم سے بے پروا ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری پسند نہیں کرتا اور اگر شکر کرو گے تو وہ اس کو تمھارے لیے پسند کرے گا اور کوئی اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، پھر تم کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے، پھر جو کچھ تم کرتے رہے، وہ تم کو بتائے گا، وہ تو دلوں کی پوشیدہ باتوں تک سے آگاہ ہے۔''

84- سرکشی اور تکبر نہ کرو:

پارہ ⑭ ﴿رُبَمَا﴾ سورۃ النحل (آیت: ۲۲، ۲۳) میں فرمایا:

﴿ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّ هُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴾

''تمھارا معبود تو اکیلا اللہ ہے تو جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اُن کے دل انکار کر رہے ہیں اور وہ سرکش ہو رہے ہیں۔ یہ جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں، اللہ ضرور اُس کو جانتا ہے، وہ سرکشوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔''

85- دو معبود نہ بناؤ:

سورۃ النحل (آیت: ۵۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ قَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْۤا اِلٰهَیْنِ اثْنَیْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ﴾

"اور اللہ نے فرمایا ہے کہ دو، دو معبود نہ بناؤ۔ معبود وہی ایک ہے، پس تم سب صرف میرا ہی خوف رکھو۔"

کیونکہ اللہ کے سوا کوئی معبود ہے ہی نہیں۔ اگر آسمان اور زمین میں دو معبود ہوتے تو نظامِ عالم قائم ہی نہیں رہ سکتا تھا، یہ فساد اور خرابی کا شکار ہو چکا ہوتا، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ لَوْ كَانَ فِیْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ﴾ [الأنبياء: ٢٢]

"اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان درہم برہم ہو جاتے، جو باتیں یہ لوگ بتاتے ہیں، اللہ مالکِ عرش ان سے پاک ہے۔"

86- اللہ کے لیے مثالیں مت دو:

سورۃ النحل (آیت: ۷۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

"(لوگو!) اللہ کے بارے میں (غلط) مثالیں نہ بناؤ (صحیح مثالوں کا طریقہ) اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

جس طرح مشرکین مثالیں دیتے ہیں کہ بادشاہ سے ملنا ہو یا اس سے کوئی

کام ہوتو براہِ راست بادشاہ سے کوئی نہیں مل سکتا۔ اسے پہلے بادشاہ کے مقربین سے رابطہ کرنا پڑتا ہے، تب کہیں جاکر بادشاہ تک اس کی رسائی ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ کی ذات بھی بہت اعلیٰ اور اونچی ہے۔ اس تک پہنچنے کے لیے ہم اُن معبودوں کو ذریعہ بناتے ہیں یا بزرگوں کا وسیلہ پکڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اس قسم کی مثالیں نہ دو، اس لیے کہ اللہ تو واحد ہے، اس کی کوئی مثال ہی نہیں۔ وہ تو عالم الغیب، ظاہر و باطن اور حاضر و غائب کا علم رکھتا ہے، بھلا ایک انسانی بادشاہ اور اللہ تعالیٰ کا کیا تقابل وموازنہ؟

87- قسمیں نہ توڑو:

سورۃ النحل (آیت: ۹۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾

''اور جب اللہ سے پختہ عہد کرو تو اُس کو پورا کرو اور جب پکی قسمیں کھاؤ تو اُن کو مت توڑو کہ تم اللہ کو اپنا ضامن مقرر کر چکے ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اُس کو جانتا ہے۔''

88- قسموں کو دغا بازی کا بہانہ مت بناؤ:

سورۃ النحل (آیت: ۹۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا تَتَّخِذُوْۤا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَ تَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

''اور اپنی قسموں کو آپس میں دغابازی کا بہانہ نہ بناؤ کہ (تم لوگوں کے) قدم جم چکنے کے بعد لڑکھڑا جائیں اور اس وجہ سے کہ تم نے لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا، تم کو عقوبت کا مزہ چکھنا پڑے اور بڑا سخت عذاب ملے۔''

مسلمانوں کو عہد شکنی سے روکا جا رہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھاری اس اخلاقی پستی سے کسی کے قدم ڈگمگا جائیں اور کافر تمھارا یہ رویہ دیکھ کر قبولِ اسلام سے رک جائیں اور یوں تم لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنے کے مجرم اور سزا کے مستحق بن جاؤ۔ بعض مفسرین نے قسموں سے رسول اللہ ﷺ کی بیعت مراد لی ہے۔ یعنی نبیِ مکرم ﷺ کی بیعت توڑ کر پھر مرتد ہو جانا۔ تمھارے ارادوں کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی اسلام قبول کرنے سے رک جائیں گے اور یوں تم دگنے عذاب کے مستحق قرار پاؤ گے۔[1]

89- اللہ کے عہد کو نہ بیچ ڈالو:

سورۃ النحل (آیت: ۹۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

''اور اللہ سے جو تم نے عہد کیا ہے (اس کو مت بیچو اور) اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لو (کیونکہ ایفائے عہد کا) جو (صلہ) اللہ کے ہاں مقرر ہے، وہ اگر سمجھو تو تمھارے لیے بہتر ہے۔''

اور ''تھوڑی سی قیمت'' کی تفصیل کے لیے صفحہ نمبر (۳۳۷) ملاحظہ کریں۔

90- اپنی زبان سے حلال و حرام نہ کرو:

سورۃ النحل (آیت: ۱۱۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[1] مختصر فتح القدير للشوكاني (ص: ٨٤٨)

﴿ وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴾

''اور یونہی جھوٹ جو تمھاری زبان پر آ جائے مت کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھنے لگو، جو لوگ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھتے ہیں ان کا بھلا نہیں ہوگا۔''

یہ اشارہ ہے اُن جانوروں کی طرف جو وہ بتوں کے نام وقف کر کے اپنے لیے حرام کر لیتے تھے، جیسے بحیرہ، صائبہ، وسیلہ اور حام وغیرہ۔[1]

91- غیر اللہ کو کارساز نہ بناؤ:

پارہ⑮ ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ﴾ سورت بنی اسرائیل (آیت:۲) میں فرمایا:

﴿ وَ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ جَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ﴾

''اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت کی تھی اور اس کو بنی اسرائیل کے لیے راہنما مقرر کیا تھا کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ ٹھہرانا۔''

92- غیر اللہ کو معبود نہ بناؤ:

سورت بنی اسرائیل (آیت:۲۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴾

''اور اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود نہ بنانا کہ ملامتیں سن کر اور بے کس ہو کر بیٹھے رہ جاؤ گے۔''

① دیکھیں: ترجمہ و تفسیر: سورۃ المائدۃ [۱۰۳] سورۃ الأنعام [۱۳۹۔۱۴۱]

93- غیر اللہ کی عبادت ہرگز نہ کرو:

سورت بنی اسرائیل (آیت:۲۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ﴾

”اور تمھارے رب نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔“

94- والدین کو اُف تک کہو نہ جھڑکو:

سورت بنی اسرائیل (آیت:۲۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا﴾

”اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو، اگر ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کو اُف تک نہ کہنا اور نہ اُنھیں جھڑکنا اور ان سے بات ادب سے کرنا۔“

اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد دوسرے نمبر پر والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے، جس سے والدین کی اطاعت، ان کی خدمت اور ان کے ادب و احترام کی اہمیت واضح ہے۔ پھر بڑھاپے میں بہ طورِ خاص ان کے سامنے اُف یا ہوں تک کہنے اور ان کو ڈانٹنے ڈپٹنے سے منع کیا گیا ہے۔

95- بے جا خرچ نہ کرو:

سورت بنی اسرائیل (آیت: ۲۶،۲۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا﴾

''اور رشتے داروں اور محتاجوں اور مسافروں کو اُن کا حق ادا کرو اور فضول خرچی سے مال نہ اڑاؤ کہ فضول خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان تو اپنے رب (کی نعمتوں) کا کفران کرنے والا (ناشکرا) ہے۔''

اسراف اور تبذیر میں فرق ہے۔ اسراف تو مباح امور میں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا ہے، جبکہ تبذیر کا معنیٰ ناجائز امور میں خرچ کرنا ہے، چاہے تھوڑا ہی ہو۔

96- بخل کرو نہ فضول خرچی:

① سورت بنی اسرائیل (آیت: ۲۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا﴾

''اور اپنے ہاتھ کو نہ تو گردن کے گرد بندھا ہوا (بہت تنگ) کر لو (کہ کسی کو کچھ دو ہی نہیں) اور نہ بالکل کھول ہی دو (کہ سبھی کچھ دے ڈالو اور انجام یہ ہو) کہ ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ جاؤ۔''

انسان نہ بخل کرے کہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات پر بھی خرچ نہ کرے اور فضول خرچی کے نتیجے میں محسور (تھکا ہارا اور پچھتانے والا) بھی نہ بن جائے۔

② سورۃ الفرقان (آیت: ٦٧) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا﴾

''اور جب وہ خرچ کرتے ہیں تو ... بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں، بلکہ اعتدال کے ساتھ نہ ضرورت سے زیادہ نہ کم۔''

اللہ کی نافرمانی میں خرچ کرنا اسراف اور اللہ کی اطاعت میں خرچ نہ کرنا،

بخیلی اور اللہ کے احکام و اطاعت کے مطابق خرچ کرنا قوام ہے۔[1]

③ سورۃ الحدید (آیت: ۲۴) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾

''وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو منہ موڑ جائے تو یقیناً اللہ ہی ہے جو بڑا بے پروا ہے، بہت تعریفوں والا ہے۔''

97- مفلسی کے ڈر سے اولاد کو قتل نہ کرو:

سورت بنی اسرائیل (آیت: ۳۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا﴾

''اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرنا (کیونکہ) اُن کو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں، کچھ شک نہیں کہ اُن کا مار ڈالنا بڑا گناہ ہے۔''[2]

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے، حالانکہ اسی اکیلے نے تجھے پیدا کیا ہے۔ میں نے پوچھا: اس کے بعد؟ فرمایا: ''تو اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالے کہ وہ تیرے ساتھ کھائیں گے۔'' پھر فرمایا: ''تو اپنی پڑوسن سے زنا کاری کرے۔''[3]

آج کل قتلِ اولاد کا گناہِ عظیم نہایت منظم طریقے سے اور خاندانی منصوبہ بندی کے حسین عنوان سے پوری دنیا میں ہو رہا ہے۔ مرد حضرات ''بہتر تعلیم و تربیت''

[1] مختصر فتح القدير للشوكاني (ص: ۱۱۲۰)
[2] تفسير ابن كثير (۳/ ۱۹۱)
[3] صحيح البخاري (٤٧٦١) تفسير سورة الفرقان، صحيح مسلم، كتاب التوحيد (١٤١/ ٨٦)

کے نام پر اور خواتین اپنے ''حسن'' کو برقرار رکھنے کے لیے اس جرم کا عام ارتکاب کر رہی ہیں۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ۔[1]

98- زنا کے قریب بھی نہ جاؤ:

سورت بنی اسرائیل (آیت:۳۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ﴾

''اور زنا کے پاس بھی نہ جانا کہ وہ بے حیائی اور بری راہ ہے۔''

زنا کی ممانعت کا موضوع سورۃ الفرقان (آیت: ۶۸) میں بھی آیا ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴾

''اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہیں پکارتے اور جن جاندار کا مار ڈالنا اللہ نے حرام کیا ہے، اُس کو قتل نہیں کرتے، مگر جائز طریق پر (حکم شریعت کے مطابق) اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہوگا۔''

اسلام میں زنا بہت بڑا جرم ہے، اتنا بڑا کہ کوئی شادی شدہ مرد یا عورت اس کا ارتکاب کرے تو اسے اسلامی معاشرے میں زندہ رہنے کا ہی حق نہیں ہے۔ اسی لیے یہاں فرمایا کہ زنا کے قریب بھی نہ جاؤ، یعنی اس کے اسباب سے بھی بچ کر رہو۔ مثلاً غیر محرم عورت کو دیکھنا، اسی طرح عورتوں کا بے پردہ بن سنور کر اور محرم کے بغیر گھر سے نکلنا وغیرہ۔ ان تمام امور سے اجتناب ضروری ہے۔

99- جس چیز کا علم نہ ہو، اس کے پیچھے مت پڑو:

---

① نیز دیکھیں: نمبر (۶۳)

سورت بنی اسرئیل (آیت:۳۶) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴾

''اور (اے بندے!) جس چیز کا تجھے علم نہیں، اُس کے پیچھے نہ پڑ کہ کان اور آنکھ اور دل ان سب (جوارح) سے ضرور باز پرس ہوگی۔''

جس چیز کا علم نہ ہو، اس کے پیچھے مت لگو، یعنی بدگمانی مت کرو اور کسی کی ٹوہ میں مت رہو، اسی طرح جس چیز کا علم نہیں، اس چیز پر عمل مت کرو اور جس چیز کے پیچھے تم پڑو گے، اس کے متعلق کان سے سوال ہوگا: کیا اس نے سنا تھا؟ آنکھ سے سوال ہوگا: کیا اس نے دیکھا تھا؟ اور دل سے سوال ہوگا: کیا اس نے جانا تھا؟ کیونکہ یہی تینوں علم کا ذریعہ ہیں، یعنی ان اعضا کو اللہ تعالیٰ قیامت والے دن قوت گویائی عطا فرمائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا۔

100- زیادہ بلند نہ زیادہ آہستہ:

سورت بنی اسرائیل (آیت:۱۱۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا وَ ابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا﴾

''اور نماز نہ بلند آواز سے پڑھو اور نہ آہستہ بلکہ اس کے بیچ کا طریقہ اختیار کرو۔''

اس آیت کے سبب وشانِ نزول میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مکے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھپ کر رہتے تھے، جب اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتے تو آواز قدرے بلند کر لیتے، مشرکین قرآن سن کر قرآن کو سب وشتم کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنی آواز کو اتنا اونچا نہ کرو کہ مشرکین سن کر بُرا بھلا کہیں اور آواز اتنی پست

بھی نہ کرو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی سن نہ سکیں۔

101- یہ نہ کہو کہ کل کروں گا:

سورۃ الکھف (آیت: ۲۳، ۲۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا تَقُولَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴾

''اور کسی کام کی نسبت نہ کہنا کہ میں اسے کل کر دوں گا، مگر (ان شاء اللہ کہہ کر یعنی اگر) اللہ چاہے تو (کر دوں گا) اور جب اللہ کا نام لینا بھول جاؤ تو یاد آنے پر لے لو اور کہہ دو کہ اُمید ہے کہ میرا رب مجھے اس سے بھی زیادہ ہدایت کی باتیں بتائے گا۔''

مفسرین کہتے ہیں کہ یہودیوں نے نبیِ اکرم ﷺ سے تین باتیں پوچھی تھیں: روح کی حقیقت کیا ہے؟ اصحابِ کہف اور ذوالقرنین کون تھے؟ کہتے ہیں کہ یہی سوال اس سورت کے نزول کا سبب بنے۔ نبیِ اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تمھیں کل جواب دوں گا، لیکن اس کے بعد ۱۵ دن تک جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر نہیں آئے۔ پھر جب آئے تو اللہ تعالیٰ نے اِن شاء اللہ کہنے کا یہ حکم دیا۔ آیت میں ''غد'' سے مراد مستقبل ہے، یعنی جب بھی مستقبل قریب یا بعید میں کوئی کام کرنے کا عزم کرو تو اِن شاء اللہ ضرور کہا کرو، کیونکہ انسان کو تو پتا نہیں کہ جس بات کا عزم کر رہا ہے، اس کی توفیق بھی اسے اللہ کی مشیت سے ملتی ہے یا نہیں؟

102- غافل دل والے خواہش پرست کی بات نہ مانیں:

سورۃ الکھف (آیت: ۲۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا﴾

''اور جس شخص کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا کام حد سے بڑھ گیا ہے، اس کا کہنا نہ ماننا۔''

103- کلامِ الٰہی سے اعراض نہ کرو:

سورۃ الکہف (آیت: ۵۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَ نَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا وَ اِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا﴾

''اور اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس کو اس کے رب کے کلام سے سمجھایا گیا تو اُس نے اس سے منہ پھیر لیا اور جو اعمال وہ آگے کر چکا اُس کو بھول گیا، ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں کہ اُسے سمجھ نہ سکیں اور کانوں میں بوجھ (پیدا کر دیا ہے کہ سن نہ سکیں) اور اگر تم ان کو سیدھے راستے کی طرف بلاؤ تو کبھی سیدھے راستے پر نہ آئیں گے۔''

104- ذکرِ الٰہی میں سستی نہ کرنا:

پارہ ⑯ ﴿قَالَ اَلَمْ﴾ سورت طٰہٰ (آیت: ۴۲) میں فرمایا:

﴿ اِذْهَبْ اَنْتَ وَ اَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَ لَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ﴾

''تم اور تمھارا بھائی دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔''

اس میں داعیانِ الی اللہ کے لیے بڑا سبق ہے کہ انھیں کثرت سے اللہ کا

ذکر کرنا چاہیے۔

105- آرائشِ دنیا پر نگاہ نہ کریں:

① سورت طٰہٰ (آیت: ۱۳۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى﴾

''اور کئی طرح کے لوگوں کو جو ہم نے دنیا کی زندگی میں آرائش کی چیزوں سے بہرہ مند کیا ہے، تاکہ ان کی آزمایش کریں، ان پر نگاہ نہ کرنا اور تمھارے رب کی (عطا فرمائی ہوئی) روزی بہت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔''

یہاں آرائشِ دنیا کے ذریعے آزمایش کا ذکر آیا ہے، ایسا ہی مضمون سورت آل عمران (آیت: ۱۹۶، ۱۹۷) سورت ابراہیم (آیت: ۳) سورۃ الحجر (آیت ۸۸) سورۃ النحل (آیت: ۱۰۶، ۱۰۷) سورۃ الکھف (آیت: ۷) اور سورۃ النازعات (آیت: ۳۷ تا ۳۹) میں بھی بیان ہوا ہے۔

② سورت آل عمران (آیت: ۱۹۶، ۱۹۷) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ﴾

''(اے پیغمبر!) کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا تمھیں دھوکا نہ دے۔ (یہ دنیا کا) تھوڑا سا فائدہ ہے پھر (آخرت میں) تو اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بُری جگہ ہے۔''

③ سورت ابراہیم (آیت: ۳) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا أُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ﴾

''جو آخرت کی نسبت دنیا کو پسند کرتے ہیں اور (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے روکتے اور اس میں کجی چاہتے ہیں، یہ لوگ پرلے درجے کی گمراہی میں ہیں۔''

④ سورۃ الحجر (آیت: ۸۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''اور ہم نے کفار کی کئی جماعتوں کو جو (دنیوی فوائد سے) متمتع کیا ہے، تم ان کی طرف (رغبت سے) آنکھ اٹھا کر نہ دیکھنا اور نہ ان کے حال پر تاسف کرنا اور مومنوں سے خاطر اور تواضع سے پیش آنا۔''

⑤ سورۃ النحل (آیت: ۱۰۶، ۱۰۷) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيْمَانِهٖٓ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَ أَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾

''جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے، لیکن وہ نہیں جو (کفر پر زبردستی) مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو، بلکہ وہ جو (دل سے اور) دل کھول کر کفر کرے تو ایسوں پر اللہ کا غضب ہے اور ان کو بڑا سخت عذاب ہوگا۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں عزیز رکھا اور اس لیے کہ اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

⑥ سورۃ الکہف (آیت: ۷) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾

''جو چیز زمین پر ہے، ہم نے اس کو زمین کے لیے آرائش بنایا ہے، تاکہ لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے۔''

⑦ سورۃ النازعات (آیت: ۳۷ تا ۳۹) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۝ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى﴾

''جس نے سرکشی کی۔ اور دنیا کی زندگی کو مقدم سمجھا۔ اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔''

106- زانی کو سزا دینے میں ترس نہ کھانا:

پارہ ⑱ ﴿قَدْ اَفْلَحَ﴾ سورۃ النور (آیت: ۲) میں فرمایا:

﴿ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد (جب ان کی بدکاری ثابت ہو جائے تو) دونوں میں سے ہر ایک کو سو دُرے مارو اور اگر تم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو شرع الٰہی (کے حکم) میں تمھیں ان پر ہرگز ترس نہ آئے اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت بھی موجود ہو۔''

بدکاری کی ابتدائی سزا جو اسلام میں عبوری طور پر بتلائی گئی تھی، وہ سورۃ النساء کی آیت (۱۵) میں مذکور ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ اس کے لیے جب تک مستقل

سزا مقرر نہ کی جائے، ان بدکار عورتوں کو گھروں میں بند رکھو، پھر جب سورۃ النور کی یہ آیت نازل ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا تھا، اس کے مطابق بدکار مرد اور عورت کی مستقل سزا مقرر کر دی گئی ہے، وہ تم مجھ سے سیکھ لو، کنوارے مرد اور عورت کے لیے سو سو کوڑے اور شادی شدہ مرد اور عورت کو سو سو کوڑے اور سنگ ساری کے ذریعے سے مار دینا۔[1]

پھر آپ ﷺ نے شادی شدہ زانیوں کے لیے کوڑوں کی سزا ختم کر کے صرف رجم (سنگساری) برقرار رکھی۔

107- زانی و مشرک مرد و زن کے ساتھ مومن نکاح نہ کرے:

سورۃ النور (آیت: ۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾

''بدکار مرد بدکار یا مشرک عورت کے سوا نکاح نہیں کرتا اور بدکار عورت کو بھی بدکار یا مشرک مرد کے سوا اور کوئی نکاح میں نہیں لاتا اور یہ (بدکار عورت سے نکاح کرنا) مومنوں پر حرام ہے۔''

اس کے مفہوم میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے:

1 بعض کہتے ہیں کہ یہ غالب احوال کے اعتبار سے ہے اور مطلب یہ ہے کہ عام طور پر بدکار قسم کے لوگ نکاح کے لیے اپنے ہی جیسے لوگوں کی طرف رجوع کرتے ہیں، چنانچہ زانیوں کی اکثریت زانیوں کے ساتھ ہی نکاح کرنا پسند کرتی ہے۔ مقصود اس سے اہلِ ایمان کو متنبہ کرنا ہے کہ جس طرح زنا ایک نہایت قبیح اور بڑا گناہ ہے، اسی طرح زناکاروں کے ساتھ شادی بیاہ کے

[1] صحيح مسلم، كتاب الحدود، باب حد الزنىٰ (١٢/ ١٦٩٠) سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٤١٥) سنن الترمذي، رقم الحديث (١٤٣٤) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٢٥٥٠)

تعلقات قائم کرنا بھی منع اور حرام ہے۔ امام شوکانی نے اسی مفہوم کو راجح قرار دیا ہے۔ احادیث میں اس کا جو سببِ نزول بیان کیا گیا ہے، اس سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے بدکار عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت طلب کی، جس پر یہ آیت نازل ہوئی، یعنی انھیں ایسا کرنے سے روک دیا گیا۔ اسی سے استدلال کرتے ہوئے علما نے کہا ہے کہ ایک شخص نے جس عورت سے یا عورت نے جس مرد سے بدکاری کی ہو ان کا آپس میں نکاح جائز نہیں، ہاں اگر وہ خالص توبہ کرلیں تو پھر ان کے درمیان نکاح جائز ہے۔[1]

۲ بعض کہتے ہیں کہ یہاں نکاح سے مراد معروف نکاح نہیں ہے، بلکہ جماع کے معنیٰ میں ہے اور مقصد زنا کی شناعت و قباحت بیان کرنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بدکار مرد اپنی جنسی خواہش کی ناجائز طریقے سے تسکین کے لیے بدکار عورت کی طرف اور اسی طرح بدکار عورت بدکار مرد کی طرف رجوع کرتی ہے، مومنوں کے لیے ایسا کرنا یعنی زنا کاری حرام ہے۔

مشرک مرد اور عورت کا ذکر اس لیے کر دیا کہ شرک بھی زنا سے ملتا جلتا گناہ ہے، جس طرح مشرک اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کے در پر جھکتا ہے، اسی طرح ایک زناکار اپنی بیوی چھوڑ کر یا بیوی اپنے خاوند کو چھوڑ کر غیروں سے اپنا منہ کالا کراتی ہے، یوں مشرک اور زانی کے درمیان ایک عجیب معنوی مناسبت پائی جاتی ہے۔

108- بہتان طرازی نہ کرنا:

سورۃ النور (آیت: ۱۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾

”اللہ تمھیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر مومن ہو تو پھر کبھی ایسا (کام) نہ کرنا۔“

[1] تفسیر ابن کثیر (۳/ ۲۲۷)

109- اصحابِ استطاعت خرچ نہ کرنے کی قسم نہ کھائیں:

سورۃ النور (آیت:۲۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾

''اور جو لوگ تم میں صاحبِ فضل (اور صاحبِ) وسعت ہیں، وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ رشتے داروں اور محتاجوں اور وطن چھوڑ جانے والوں کو کچھ خرچ پات نہیں دیں گے، ان کو چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے ہو کہ اللہ تمھیں بخش دے اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔''

حضرت مسطح رضی اللہ عنہ، جو واقعۂ افک میں ملوث ہوگئے تھے، فقرائے مہاجرین میں سے تھے اور رشتے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد تھے، اسی لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے کفیل اور معاش کے ذمے دار تھے، جب یہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف مہم میں شریک ہوگئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سخت صدمہ پہنچا، جو ایک فطری عمل تھا، چنانچہ نزولِ براءت کے بعد غصے میں انھوں نے قسم کھا لی کہ وہ آیندہ مسطح رضی اللہ عنہ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ قسم اگرچہ انسانی فطرت کے مطابق ہی تھی، تاہم مقامِ صدیقیت اس سے بلند تر کردار کا متقاضی تھا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں آئی اور یہ آیت نازل فرمائی، جس میں بڑے پیار سے ان کے اس عاجلانہ بشری اقدام پر انھیں متنبہ فرمایا کہ تم سے بھی غلطیاں ہوتی رہتی ہیں اور اگر تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمھاری غلطیاں معاف فرماتا رہے تو پھر تم بھی دوسروں کے ساتھ اسی طرح معافی اور درگزر کا معاملہ کیوں نہیں

کرتے؟ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمھاری غلطیاں معاف فرما دے؟ یہاں اندازِ بیان اتنا موثر تھا کہ اسے سنتے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بے ساختہ پکار اٹھے:

''کیوں نہیں، اے ہمارے رب! ہم ضرور چاہتے ہیں کہ تو ہمیں معاف فرما دے۔''

اس کے بعد انھوں نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کر کے حسبِ سابق حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کی مالی سرپرستی شروع فرما دی۔①

110- بلا اجازت دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہوں:

سورۃ النور (آیت: ۲۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾

''مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے (لوگوں کے) گھروں میں گھر والوں سے اجازت لیے اور ان کو سلام کیے بغیر داخل نہ ہوا کرو، یہ تمھارے حق میں بہتر ہے (اور ہم یہ نصیحت اس لیے کرتے ہیں کہ) شاید تم یاد رکھو۔''

یہاں اللہ تعالیٰ گھروں میں داخل ہونے کے آداب بیان فرما رہا ہے، تاکہ مرد و عورت کے درمیان اختلاط نہ ہو، جو عام طور پر زنا اور قذف کا سبب بنتا ہے۔

آیت میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرنے کا ذکر پہلے اور سلام کرنے کا ذکر بعد میں ہے، لیکن حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سلام کرتے اور پھر داخل ہونے کی اجازت طلب کرتے تھے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت طلب فرماتے، اگر کوئی جواب نہیں آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

① فتح القدير، تفسير ابن كثير، صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٥٩٣) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٧٧٠) سنن الترمذي، رقم الحديث (٣١٨٠)

لوٹ آتے اور یہ بھی آپ ﷺ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ اجازت طلبی کے وقت آپ ﷺ دروازے کی دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے، تاکہ ایک دم سامنا نہ ہو جائے جس سے بے پردگی کا امکان رہتا ہے۔[1]

پھر اگلی ہی آیت (۲۸) میں فرمایا ہے:

﴿ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴾

''اگر تم گھر میں کسی کو موجود نہ پاؤ تو جب تک تمھیں اجازت نہ دی جائے، اس میں مت داخل ہو اور اگر یہ کہا جائے کہ (اس وقت) لوٹ جاؤ تو لوٹ جایا کرو، یہ تمھارے لیے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو کام تم کرتے ہو، اللہ سب جانتا ہے۔''

111- محرموں کے سوا کسی کے لیے زینت ظاہر نہ کرنا:

سورۃ النور (آیت: ۳۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا

[1] صحيح البخاري، كتاب الاستئذان، رقم الحديث (٦٢٤٥) سنن أبي داود، رقم الحديث (٥١٨٥، ٥١٨٦) مسند أحمد (٣/ ١٣٨)

عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

''اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی آرائش (زیور کے مقامات) کو ظاہر نہ ہونے دیا کریں، مگر جو اس میں سے کھلا رہتا ہو اور اپنے سینوں پر اوڑھنیاں اوڑھے رہا کریں اور اپنے خاوند اور باپ اور خسر اور بیٹوں اور خاوند کے بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنی (ہی قسم کی) عورتوں اور لونڈی غلاموں کے سوا، نیز ان خدام کے جو عورتوں کی خواہش نہ رکھیں یا ایسے لڑکوں سے جو عورتوں کے پردے کی چیزوں سے واقف نہ ہوں (غرض کہ ان لوگوں کے سوا) کسی پر اپنی زینت (اور سنگھار کے مقامات) ظاہر نہ ہونے دیں اور اپنے پاؤں (ایسے طور سے زمین پر) نہ ماریں کہ (جھنکار کی آواز کانوں میں پہنچے اور) ان کا پوشیدہ زیور معلوم ہو جائے اور مومنو! سب اللہ کے آگے توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

زینت سے مراد وہ لباس اور زیور ہے جو عورتیں اپنے حسن و جمال میں مزید نکھار پیدا کرنے کے لیے پہنتی ہیں، جس کی تاکید انھیں اپنے خاوندوں کے لیے کی گئی ہے۔ جب لباس اور زیور کا اظہار غیر مردوں کے سامنے عورت کے لیے ممنوع ہے تو جسم کو عریاں اور نمایاں کرنے کی اجازت اسلام میں کب ہو سکتی ہے؟ یہ تو بہ طریقِ اولیٰ حرام اور ممنوع ہو گا۔

''جو کھلا رہتا ہے۔'' سے مراد وہ زینت اور جسم کا حصہ ہے، جس کا چھپانا اور پردہ کرنا ممکن نہ ہو، جیسے کسی کو کوئی چیز پکڑاتے یا اس سے لیتے ہوئے ہتھیلیوں کا یا

دیکھتے ہوئے آنکھوں کا ظاہر ہونا، اس ضمن میں ہاتھوں میں جو انگوٹھی پہنی ہوئی یا مہندی لگی ہوئی ہو، آنکھوں میں سرمہ، کاجل ہو یا لباس اور زینت کو چھپانے کے لیے جو برقع یا چادر لی جاتی ہے، وہ بھی ایک زینت ہی ہے، تاہم یہ ساری زینتیں ایسی ہیں، جن کا اظہار بوقتِ ضرورت یا بوجہ ضرورت مباح ہے۔

باپ میں دادا، پردادا، نانا، پرنانا اور اس سے اوپر سب شامل ہیں، اسی طرح خسر میں خسر کا باپ، دادا، پردادا اوپر تک۔ بیٹوں میں پوتا، پرپوتا، نواسہ پرنواسہ نیچے تک۔ خاوندوں کے بیٹوں میں پوتے، پرپوتے، نیچے تک۔ بھائیوں میں تینوں قسم کے بھائی (عینی، اخیافی، علاتی) اور ان کے بیٹے پوتے پرپوتے، نواسے، نیچے تک۔ بھتیجوں میں ان کے بیٹے، نیچے تک اور بھانجوں میں تینوں قسم کی بہنوں کی اولاد شامل ہے۔

112- کنیزوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو:

سورۃ النور (آیت: ۳۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

''اور اپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں تو دنیاوی زندگی کے فوائد حاصل کرنے کے لیے بدکاری پر مجبور نہ کرنا اور جو ان کو مجبور کرے گا تو ان (بیچاریوں) کے مجبور کیے جانے کے بعد اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

113- کافروں کی بات نہ مانیں:

سورۃ الفرقان (آیت: ۵۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا﴾

''تم کافروں کا کہا نہ مانو اور ان سے اس (قرآن) کے حکم کے مطابق بڑے شدومد سے لڑو۔''

114- جاہلوں سے نہ الجھو:

سورۃ الفرقان (آیت:۶۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾

''اور اللہ کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) گفتگو کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں۔''

115- لواطت اور فحاشی کی مذمت:

① پارہ⑲ ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ﴾ سورۃ النمل (آیت:۵۴،۵۵) میں فرمایا:

﴿ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ﴾

''اور لوط کو (یاد کرو) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم بے حیائی (کے کام) کیوں کرتے ہو اور تم دیکھتے ہو۔ کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر لذت (حاصل کرنے) کے لیے مردوں کی طرف مائل ہوتے ہو، حقیقت یہ ہے کہ تم احمق لوگ ہو۔''

② آگے سورۃ العنکبوت (آیت:۲۹) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ وَ تَاْتُوْنَ فِيْ

نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾

''تم کیوں (لذت کے ارادے سے) لونڈوں کی طرف مائل ہوتے اور (مسافروں کی) رہزنی کرتے ہو اور اپنی مجلسوں میں ناپسندیدہ کام کرتے ہو؟ تو اُن کی قوم کے لوگ جواب میں بولے تو یہ بولے کہ اگر تم سچے ہوتو ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ۔''

116- دنیا وآخرت سے اپنا حصہ لو، احسان کرو اور فساد نہ مچاؤ:

پارہ ⑳ ﴿اَمَّنْ خَلَقَ﴾ سورۃ القصص (آیت: ۷۷) میں فرمایا:

﴿وَ ابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَ لَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَ اَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَ لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ﴾

''اور جو (مال) تمھیں اللہ نے عطا فرمایا ہے، اس سے آخرت (کی بھلائی) طلب کریں اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلایئے اور جیسی اللہ نے تم سے بھلائی کی ہے، (ویسی) تم بھی (لوگوں سے) بھلائی کرو اور ملک میں طالبِ فساد نہ ہو، کیونکہ اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔''

دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلایئے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے مباحات پر بھی اعتدال کے ساتھ خرچ کر۔ مباحاتِ دنیا کیا ہیں؟ کھانا، پینا، لباس، گھر اور نکاح وغیرہ، مطلب یہ ہے کہ جس طرح تجھ پر تیرے رب کا حق ہے، اسی طرح تیرے اپنے نفس کا، بیوی بچوں کا اور مہمانوں وغیرہ کا بھی حق ہے، لہٰذا ہر حق والے کو اس کا حق دے۔

117- اطاعتِ والدین لیکن شرک ومنکر میں نہیں:

سورۃ العنکبوت (آیت: ۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَ اِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، (اے مخاطب!) اگر تیرے ماں باپ تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک بنائے، جس کی حقیقت سے تجھے واقفیت نہیں تو اُن کا کہنا نہ ماننا تم (سب) کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے، پھر جو کچھ تم کرتے تھے، میں تمھیں جتاؤں گا۔''

والدین اگر شرک کا حکم دیں اور اسی میں دیگر معاصی بھی شامل ہیں اور اس کے لیے خاص کوشش بھی کریں تو ان کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

''اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔''[1]

118- لوگوں کی اذیتوں کو عذابِ الٰہی نہ سمجھو:

سورۃ العنکبوت (آیت: ۱۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَاۤ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ وَ لَىِٕنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ اَوَ لَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے، جب

[1] مسند أحمد (٥/ ٦٦) و الصحيحة، رقم الحديث (١٧٩)

ان کو اللہ (کے راستے) میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو لوگوں کی ایذا کو (یوں) سمجھتے ہیں، جیسے اللہ کا عذاب اور اگر تمھارے رب کی طرف سے مدد پہنچے تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمھارے ساتھ تھے، کیا جو اہلِ عالم کے سینوں میں ہے، اللہ اس سے واقف نہیں؟''

119- سماع وقوالی اور گانا و موسیقی سننے کی حرمت وسزا:

پارہ ㉑ ﴿اُتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ﴾ سورت لقمان (آیت:۶) میں فرمایا:

﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّ یَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ﴾

''اور لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو بے ہودہ حکایتیں خریدتا ہے، تاکہ (لوگوں کو) بے سمجھے اللہ کے راستے سے گمراہ کرے اور اس سے ہنسی کرے، یہی لوگ ہیں، جن کو ذلت والا عذاب ہوگا۔''

ان چیزوں سے یقیناً انسان اللہ کے راستے سے گمراہ ہو جاتے ہیں اور دین کو مذاق کا نشانہ بھی بناتے ہیں۔ سماع وقوالی اور گانا و موسیقی کی حرمت و مذمت اور قباحت و شناعت کا یہ موضوع قرآنِ کریم کے چار دیگر مقامات پر بھی آیا ہے:

① سورت بنی اسرائیل (آیت:۶۴) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ اسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ اَجْلِبْ عَلَیْهِمْ بِخَیْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِی الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ وَ عِدْهُمْ وَ مَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴾

''اور ان میں سے جس کو بہکا سکے اپنی آواز سے بہکاتا رہ اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کو چڑھا کر لاتا رہ اور ان کے مال اور اولاد

میں شریک ہوتا رہ اور ان سے وعدے کرتا رہ اور شیطان جو وعدے اُن سے کرتا ہے سب دھوکا ہے۔''

آواز سے مراد پُرفریب دعوت یا گانے، موسیقی اور لہو ولعب کے دیگر آلات ہیں، جن کے ذریعے سے شیطان بہ کثرت لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔

② سورۃ النجم (آیت: ۵۹ تا ۶۱) میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ۝ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ۝ وَأَنتُمْ سَامِدُونَ﴾

''(اے منکرین!) کیا تم اس کلام سے تعجب کرتے ہو؟ اور ہنستے ہو اور روتے نہیں؟ اور تم غفلت میں پڑ رہے ہو۔''

ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک قول، اسی طرح عکرمہ و ابوعبید سے ﴿سَامِدُونَ﴾ کا معنیٰ گانا بتایا گیا ہے۔[1]

③ سورۃ الفرقان (آیت: ۷۲) میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا﴾

''اور وہ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب ان کو بے ہودہ چیزوں کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہو تو بزرگانہ انداز سے گزر جاتے ہیں۔''

''زُور'' کے معنیٰ جھوٹ کے ہیں۔ ہر باطل چیز بھی جھوٹ ہے، اس لیے جھوٹی گواہی سے لے کر کفر و شرک اور ہر طرح کی غلط چیزیں مثلاً، گانا اور دیگر بے ہودہ جاہلانہ رسوم و افعال، سب اس میں شامل ہیں اور اللہ کے نیک بندوں کی یہ صفت بھی ہے کہ وہ کسی بھی جھوٹ میں اور جھوٹی مجلس میں حاضر نہیں ہوتے۔

④ سورۃ الانفال (آیت: ۳۵) میں فرمانِ الٰہی ہے:

[1] تحريم آلات الطرب للألباني (ص: ١٤٣)

﴿ وَ مَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّ تَصْدِيَةً فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴾

''اور ان لوگوں کی نماز خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہ تھی تو تم جو کفر کرتے تھے، اس کے بدلے عذاب (کا مزہ) چکھو۔''

مشرکین جس طرح ننگے ہو کر بیت اللہ کا طواف کرتے تھے، اُسی طرح طواف کے دوران وہ انگلیاں منہ میں ڈال کر سیٹیاں اور ہاتھوں سے تالیاں بجاتے۔ اس کو بھی وہ عبادت اور نیکی تصور کرتے تھے۔ ڈھول، سیٹیوں اور تالیوں کے مجموعے کو ساز و موسیقی کہنے میں کوئی حرج نہیں۔[1]

120- بلا علم اللہ کے بارے میں نہ جھگڑو:

سورت لقمان (آیت: ۲۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴾

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کو اللہ نے تمھارے قابو میں کر دیا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دی ہیں اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں، نہ علم رکھتے ہیں اور نہ ہدایت اور نہ کتاب روشن۔''

121- دنیا کی چمک اور شیطان سے دھوکا نہ کھانا:

[1] سورت لقمان (آیت: ۳۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[1] گانا اور موسیقی کی قباحت و شناعت کی تفصیل کے لیے دیکھیں ہماری کتاب: ''سماع و قوالی اور گانا و موسیقی کی حرمت و مذمت'' (مطبوعہ پاکستان و انڈیا)

﴿ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ لَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾

''دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ فریب دینے والا (شیطان) تمھیں اللہ کے بارے میں کسی طرح کا فریب دے۔''

2 سورۃ الفاطر (آیت: ۵) میں فرمایا ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ لَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾

''لوگو! اللہ کا وعدہ سچا ہے تو تم کو دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ (شیطان) فریب دینے والا تمھیں فریب دے۔''

اس شیطان کے داؤ اور فریب سے بچ کر رہو، کیوں کہ وہ بہت دھوکے باز ہے اور اس کا مقصد ہی تمھیں دھوکے میں رکھ کے جنت سے محروم کرنا ہے۔

122- نصیحت سے منہ موڑنا... ظلم ہے:

سورۃ السجدہ (آیت: ۲۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ﴾

''اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے، جس کو اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جائے تو وہ اُن سے منہ پھیر لے؟ ہم گناہ گاروں سے ضرور بدلہ لینے والے ہیں۔''

123- اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا اور کفار و منافقین کی باتوں میں نہ آنا:

1 سورۃ الاحزاب (آیت: ۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ

كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾

''اے پیغمبر! اللہ سے ڈرتے رہنا اور کافروں اور منافقوں کا کہا نہ ماننا، بے شک اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔''

تنبیہ کی ایک موثر صورت یہ بھی ہے کہ بڑے کو کہا جائے تا کہ چھوٹا چوکنا ہو جائے، جب اللہ تعالیٰ اپنے نبیِ اکرم ﷺ کو کوئی بات تاکید سے کہیں تو ظاہر ہے کہ لوگوں پر وہ تاکید اور بھی زیادہ ہے۔

تقویٰ اسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق ثواب کی نیت سے اللہ تعالیٰ کے فرمان کی اطاعت کی جائے اور اس کے عذابوں سے بچنے کے لیے اس کی نافرمانیاں ترک کی جائیں۔[1]

(۲) اسی طرح آگے چل کر آیت (۴۸) میں فرمایا ہے:

﴿وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾

''اور کافروں اور منافقوں کا کہا نہ ماننا اور نہ اُن کے تکلیف دینے پر نظر کرنا اور اللہ پر بھروسا رکھنا اور اللہ ہی کارساز کافی ہے۔''

124- زبانی کہنے سے کوئی عورت ماں اور کوئی لڑکا بیٹا نہیں بنتا:

سورۃ الاحزاب (آیت: ۴، ۵) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ وَ مَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ وَ مَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ وَ اللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَ هُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا

[1] تفسير ابن كثير (٤/ ٢٠٥)

اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ مَوَالِيْكُمْ وَ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَ لٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

''اللہ نے کسی آدمی کے پہلو میں دو دل نہیں بنائے اور نہ تمھاری عورتوں کو جن کو تم ماں کہہ بیٹھتے ہو، تمھاری ماں بنایا ہے اور نہ تمھارے لے پالکوں کو تمھارے بیٹے بنایا ہے، یہ سب تمھارے منہ کی باتیں ہیں اور اللہ تو سچی بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ مومنو! لے پالکوں کو اُن کے (اصلی) باپوں کے نام سے پکارا کرو کہ اللہ کے نزدیک یہی بات درست ہے، اگر تمھیں ان کے باپوں کے نام معلوم نہ ہوں تو دین میں تمھارے بھائی اور دوست ہیں اور جو بات تم سے غلطی سے ہو گئی ہو، اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں، لیکن جو قصدِ دلی سے کرو (اس پر مواخذہ ہے) اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

125- عورتیں نرم لہجے سے بات نہ کریں:

پارہ ㉒ ﴿وَمَنْ يَّقْنُتْ﴾ سورۃ الاحزاب (آیت: ۳۲) میں فرمایا:

﴿ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾

''اے پیغمبر کی بیویو! تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیزگار رہنا چاہتی ہو تو (کسی اجنبی شخص سے) نرم نرم باتیں نہ کرو، تاکہ وہ شخص جس کے دل میں کسی طرح کا مرض ہے، کوئی امید (نہ) پیدا کرے اور دستور کے مطابق بات کیا کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے عورت کے وجود میں مرد کے لیے جنسی کشش رکھی ہے، جس کی حفاظت کے لیے بھی خصوصی ہدایت دی گئی ہے، تاکہ عورت مرد کے لیے فتنے کا باعث نہ بنے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی آواز میں بھی فطری طور پر دلکشی، نرمی اور نزاکت رکھی ہے، جو مرد کو اپنی طرف کھینچتی ہے، بنا بریں اس آواز کے لیے بھی یہ ہدایت دی گئی ہے کہ مردوں سے گفتگو کرتے وقت قصداً ایسا لب و لہجہ اختیار کرو کہ نرمی اور لطافت کی جگہ قدرے سختی اور روکھا پن ہو، تاکہ کوئی بدظن لہجے کی نرمی سے تمھاری طرف مائل نہ ہو اور اس کے دل میں برا خیال پیدا نہ ہو۔

روکھا پن، صرف لہجے کی حد تک ہی ہو، زبان سے ایسا لفظ نہ نکالنا جو معروف قاعدے اور اخلاق کے منافی ہو۔ ﴿اِنِ اتَّقَيْتُنَّ﴾ کہہ کر اشارہ کر دیا کہ یہ بات اور دیگر ہدایات جو آگے آرہی ہیں، متقی عورتوں کے لیے ہیں، کیوں کہ انھیں ہی یہ فکر ہوتی ہے کہ ان کی آخرت برباد نہ ہو جائے، جن کے دل خوفِ الٰہی سے عاری ہیں، انھیں ان ہدایات سے کیا تعلق اور وہ کب ان ہدایات کی پروا کرتی ہیں؟

126- بناؤ سنگھار کا اظہار نہ کرو:

سورۃ الاحزاب (آیت: ۳۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾

''اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جس طرح (پہلے) جاہلیت (کے دنوں) میں اظہارِ تجمل کرتی تھیں، اس طرح زینت نہ دکھاؤ اور نماز پڑھتی رہو اور زکات دیتی رہو اور اللہ اور اُس کے رسول کی فرماں برداری

کرتی رہو۔ اے (پیغمبر کے) اہلِ بیت! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (کا میل کچیل) دُور کر دے اور تمھیں بالکل پاک صاف کر دے۔''

اس آیت میں گھر سے باہر نکلنے کے آداب بتلا دیے گئے کہ اگر باہر نکلنے کی ضرورت پیش آئے تو بناؤ سنگھار کرکے یا ایسے انداز سے، جس سے تمھارا بناؤ سنگھار ظاہر ہو، مت نکلو، جیسے بے پردہ ہوکر، جس سے تمھارا سر، چہرہ، بازو اور چھاتی وغیرہ لوگوں کو دعوتِ نظارہ دے۔ بلکہ بغیر خوشبو لگائے سادہ لباس میں ملبوس اور باپردہ باہر نکلو۔ ﴿تَبَرُّجْ﴾ بے پردگی اور زیب و زینت کے اظہار کو کہتے ہیں۔ قرآن نے واضح کر دیا کہ یہ تبرج، جاہلیت ہے، جو اسلام سے پہلے تھی اور آیندہ بھی جب کبھی اسے اختیار کیا جائے گا، یہ جاہلیت ہی ہوگی، اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، چاہے اس کا نام کتنا ہی خوش نما اور دل فریب رکھ لیا جائے۔

127- نبی ﷺ اور مومنوں کو اذیت نہ پہنچاؤ:

① سورۃ الاحزاب (آیت: ۵۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَ اللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴾

''مومنو! پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو، مگر اس صورت میں کہ تم کو

کھانے کے لیے اجازت دی جائے اور اُس کے پکنے کا انتظار بھی نہ کرنا پڑے، لیکن جب تمھاری دعوت کی جائے تو جاؤ اور جب کھانا کھا چکو تو چل دو اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھ رہو، یہ بات پیغمبر کو ایذا دیتی ہے اور وہ تم سے شرم کرتے ہیں (اور کہتے نہیں) لیکن اللہ سچی بات کے کہنے سے شرم نہیں کرتا اور جب پیغمبر کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو، یہ تمھارے اور اُن کے دونوں کے دلوں کے لیے بہت پاکیزگی کی بات ہے اور تم کو یہ شایاں نہیں کہ پیغمبرِ الٰہی کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ ان کی بیویوں سے کبھی ان کے بعد نکاح کرو، بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑا (گناہ کا کام) ہے۔''

۲ سورۃ الاحزاب (آیت: ۵۷، ۵۸) میں فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ۝ وَ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا ﴾

''جو لوگ اللہ اور اُس کے پیغمبر کو رنج پہنچاتے ہیں، اُن پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے اُس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کام (کی تہمت) سے جو انھوں نے نہ کیا ہو، اِیذا دیں تو انھوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھا۔''

اللہ کو ایذا دینے کا مطلب برے افعال کا ارتکاب ہے جو وہ ناپسند فرماتا ہے، ورنہ اللہ کو ایذا پہنچانے پر کون قادر ہے؟ جیسے مشرکین، یہود اور نصاریٰ وغیرہ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ثابت کرتے ہیں یا جس طرح حدیثِ قدسی میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''ابن آدم مجھے ایذا دیتا ہے، زمانے کو گالی دیتا ہے، حالانکہ میں ہی زمانہ ہوں، اس کے رات دن کی گردش میرے ہی حکم سے ہوتی ہے۔''①

128- رخصتی سے قبل طلاق پر عدت نہ ہونا:

سورۃ الاحزاب (آیت: ۴۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَ سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا﴾

''مومنو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کر کے اُن کو ہاتھ لگانے (اُن کے پاس جانے) سے پہلے طلاق دے دو تو تم کو کچھ اختیار نہیں کہ اُن سے عدت پوری کراؤ، اُن کو کچھ فائدہ (خرچ) دے کر اچھی طرح سے رخصت کر دو۔''

نکاح کے بعد جن عورتوں سے ہم بستری کی جا چکی ہو اور وہ جوان ہوں، ایسی عورتوں کو طلاق مل جائے تو ان کی عدت تین حیض ہے۔ (البقرۃ: ۲۲۸) اور جن سے نکاح ہوا ہے، لیکن میاں بیوی کے درمیان ہم بستری نہیں ہوئی، ان کو اگر طلاق ہو جائے تو عدت نہیں ہے، یعنی ایسی غیر مدخولہ مطلقہ بغیر عدت گزارے، فوری طور پر کہیں نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے، البتہ ہم بستری سے قبل خاوند فوت ہو جائے تو پھر اسے ۴ ماہ اور دس دن کی عدت گزارنا پڑے گی۔②

129- برے مکروں کی سزا:

سورۃ الفاطر (آیت: ۱۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

① صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٨٢٦) مسلم (٢/ ٢٢٤٦)

② مختصر فتح القدير (ص: ١٢٧٣) تفسير ابن كثير (٣/ ٤٢٥)

﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ وَ الَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَ مَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ﴾

''جو شخص عزت کا طلب گار ہے تو عزت تو سب اللہ ہی کے لیے ہے، اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور نیک عمل اس کو بلند کرتے ہیں اور جو لوگ بُرے بُرے مکر کرتے ہیں، ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کا مکر نابود ہو جائے گا۔''

130- کفر اور ناشکری نہ کرو:

پارہ ٢٣ ﴿وَ مَالِيَ﴾ سورۃ الزمر (آیت: ٧) میں فرمایا:

﴿ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾

''اگر ناشکری کرو گے تو اللہ تم سے بے پروا ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری پسند نہیں کرتا اور اگر شکر کرو گے تو وہ اس کو تمھارے لیے پسند کرے گا اور کوئی اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، پھر تم کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے پھر جو کچھ تم کرتے رہے، وہ تم کو بتائے گا وہ تو دلوں کی پوشیدہ باتوں تک سے آگاہ ہے۔''

کفر اگرچہ انسان اللہ کی مشیت ہی سے کرتا ہے، کیوں کہ اس کی مشیت کے بغیر تو کوئی کام ہو ہی نہیں ہوسکتا، تاہم کفر کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا، اس کی رضا

حاصل کرنے کا راستہ تو شکر ہی کا راستہ ہے نہ کہ کفر کا۔ یعنی اس کی مشیت اور چیز ہے اور اس کی رضا اور چیز ہے۔

131- اللہ و رسول ﷺ کی نافرمانی نہ کرو:

① سورۃ الزمر (آیت: ۱۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴾

”کہہ دو کہ اگر میں اپنے پروردگار کا حکم نہ مانوں تو مجھے بڑے دن کے عذاب سے ڈر لگتا ہے۔“

② سورۃ الاحزاب (آیت: ۳۶) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾

”اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی اَمر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور جو کوئی اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے، وہ صریح گمراہ ہو گیا۔“

132- گناہوں کی کثرت کے باوجود ناامید نہ ہونا:

① پارہ ㉔ ﴿فَمَنْ اَظْلَمُ﴾ سورۃ الزمر (آیت: ۵۳) میں فرمایا:

﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾

”(اے پیغمبر! میری طرف سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا اللہ تو

سب گناہوں کو بخش دیتا ہے (اور) وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی وسعت کا بیان ہے۔ اسراف کے معنیٰ ہیں گناہوں کی کثرت اور اس میں افراط۔ ''اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو'' کا مطلب ہے کہ ایمان لانے سے قبل یا توبہ و استغفار کا احساس پیدا ہونے سے پہلے کتنے بھی گناہ کیے ہوں، انسان یہ نہ سمجھے کہ میں بہت زیادہ گناہ گار ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ کیوں کر معاف کرے گا؟ بلکہ سچے دل سے اگر ایمان قبول کر لے گا یا توبہ کر لے گا تو اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف فرما دے گا۔

② سورت یوسف (آیت: ۸۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَ اَخِيْهِ وَ لَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾

''بچو! (یوں کرو کہ ایک دفعہ پھر) جاؤ اور یوسف اور اُس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو کہ اللہ کی رحمت سے بے ایمان لوگ ناامید ہوا کرتے ہیں۔''

133- چاند سورج کو سجدہ نہ کرو:

سورت حم السجدہ (آیت: ۳۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾

''اور رات اور دن اور سورج اور چاند اس کی نشانیوں میں سے ہیں، تم لوگ نہ تو سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ اللہ ہی کو سجدہ کرو، جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے، اگر تم کو اس کی عبادت منظور ہے۔''

134- ذکرِ الٰہی سے اعراض نہ کرو:

سورۃ الزخرف (آیت: ٣٦) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴾

''اور جو کوئی اللہ کی یاد سے آنکھیں بند کر لے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی ہو جاتا ہے۔''

135- اپنے اعمال برباد مت کر:

پارہ ㉖ ﴿حٰمٓ﴾ سورت محمد (آیت: ٣٣) میں فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴾

''مومنو! اللہ کا ارشاد مانو اور پیغمبر کی فرماں برداری کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ ہونے دو۔''

منافقین اور مرتدین کی طرح ارتداد و نفاق اختیار کر کے اپنے عملوں کو برباد مت کرو، یہ گویا اسلام پر استقامت کا حکم ہے۔ بعض نے کبائر وفواحش کے ارتکاب کو بھی حبطِ اعمال کا باعث جانا ہے، اسی لیے مومنین کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ بڑے گناہ اور فواحش سے بچتے ہیں۔ [سورۃ النجم: ٣٢]

اس اعتبار سے کبائر وفواحش سے بچنے کی اس میں تاکید ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی عمل خواہ کتنا ہی بہتر کیوں نہ معلوم ہوتا ہو، اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے دائرے سے باہر ہے تو رائیگاں اور برباد ہے۔[1]

① تفسیر أحسن البیان (ص: ١١٧٢)

136- ہمت نہ ہارو:

سورت محمد (آیت: ۳۵، ۳۶) میں فرمایا:

﴿ فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ۝ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴾

”تم ہمت نہ ہارو اور (دشمنوں کو) صلح کی طرف نہ بلاؤ اور تم تو غالب ہو اور اللہ تمھارے ساتھ ہے، وہ ہرگز تمھارے اعمال کو کم نہیں کرے گا۔ دنیا کی زندگی تو محض کھیل اور تماشا ہے اور اگر تم ایمان لاؤ گے اور پرہیزگاری کرو گے تو وہ تم کو تمھارا اجر دے گا اور تم سے تمھارا مال طلب نہیں کرے گا۔“

137- اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے مت بڑھو:

سورۃ الحجرات (آیت: ۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾

”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو، اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔“

اس کا مطلب یہ ہے کہ دین کے معاملے میں اپنے طور پر کوئی فیصلہ کرو نہ اپنی سمجھ اور رائے کو ترجیح دو، بلکہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ اپنی طرف سے دین میں اضافہ یا بدعات کی ایجاد، اللہ اور رسول ﷺ سے آگے بڑھنے کی ناپاک جسارت ہے، جو کسی بھی صاحبِ ایمان کے لائق نہیں۔ اسی طرح کوئی فتویٰ

قرآن و حدیث میں غور وفکر کے بغیر نہ دیا جائے۔ مومن کی شان تو اللہ و رسول ﷺ کے احکام کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینا ہے نہ کہ ان کے مقابلے میں اپنی بات پر یا کسی امام کی رائے پر اڑے رہنا۔①

138- اپنی آواز نبیِ مکرم ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو:

سورۃ الحجرات (آیت:۲) میں ارشادِ باری تعالی ہے:

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾

”اے اہلِ ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمھارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔“

اس میں رسول اللہ ﷺ کے لیے اس ادب و تعظیم اور احترام و تکریم کا بیان ہے جو ہر مسلمان سے مطلوب ہے:

پہلا ادب: یہ ہے کہ آپ ﷺ کی موجودگی میں جب تم آپس میں گفتگو کرو تو تمھاری آواز نبیِ مکرم ﷺ کی آواز سے بلند نہ ہو۔

دوسرا ادب: جب خود نبیِ اکرم ﷺ سے کلام کرو تو نہایت وقار اور سکون سے کرو، اس طرح اونچی اونچی آواز سے نہ کرو، جس طرح تم آپس میں بے تکلفی سے ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہو۔

بعض نے کہا ہے کہ اس کا مطلب ہے کہ یا محمد، یا احمد نہ کہو، بلکہ ادب سے

① تفسیر أحسن البیان (ص:۱۱۸۵)

یا رسول اللہ ﷺ کہہ کر خطاب کرو۔ اگر ادب و احترام کے ان تقاضوں کو ملحوظ نہ رکھو گے تو بے ادبی کا احتمال ہے جس سے بے شعوری میں تمھارے عمل برباد ہوسکتے ہیں۔

139- تمسخر اور عیب چینی کرو نہ کسی کا برا نام رکھو:

سورۃ الحجرات (آیت: ١١) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾

''اے مومنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے، ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں) ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں اور اپنے (مومن بھائی) کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا بُرا نام رکھو، ایمان لانے کے بعد بُرا نام (رکھنا) گناہ ہے اور جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔''

ایک شخص دوسرے کسی شخص کا استہزا یعنی اس سے مسخرا پن اسی وقت کرتا ہے، جب وہ اپنے آپ کو اس سے بہتر اور اس کو اپنے سے حقیر اور کمتر سمجھتا ہے۔ حالانکہ اللہ کے ہاں ایمان و عمل کے لحاظ سے کون بہتر ہے اور کون نہیں؟ اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ اس لیے اپنے کو بہتر اور دوسرے کو کم تر سمجھنے کا کوئی جواز ہی نہیں ہے۔ بنا بریں آیت میں اس سے منع فرما دیا گیا ہے اور کہتے ہیں کہ عورتوں میں یہ اخلاقی بیماری زیادہ ہوتی ہے، اس لیے عورتوں کا الگ ذکر کر کے انھیں بھی بطورِ خاص اس سے روک دیا گیا ہے۔ حدیثِ رسول ﷺ میں لوگوں کو حقیر سمجھنے کو تکبر سے تعبیر کیا گیا ہے:

«اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ»[1]

ایک دوسرے پر طعنہ زنی مت کرو، مثلاً تو فلاں کا بیٹا ہے، تیری ماں ایسی ویسی ہے تو فلاں خاندان کا ہے نا وغیرہ۔ اپنے طور پر استہزا اور تحقیر کے لیے لوگوں کے ایسے نام رکھ لینا جو انھیں ناپسند ہوں یا اچھے بھلے ناموں کو بگاڑ کر بولنا، یہ تنابز بالالقاب ہے، جس کی یہاں ممانعت کی گئی ہے۔

140- بدظنی، تجسّس اور غیبت سے اجتناب کرو:

سورۃ الحجرات (آیت:۱۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱجْتَنِبُوا۟ كَثِيرًا مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ ٱلظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا۟ وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ إِنَّ ٱللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴾

''اے اہلِ ایمان! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے، اس سے تو تم ضرور نفرت کرو گے (تو غیبت نہ کرو) اور اللہ کا ڈر رکھو، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔''

اس آیت کا معنیٰ ہے اہلِ خیر و اہلِ اصلاح و تقویٰ کے بارے میں ایسے گمان رکھنا جو بے اصل ہوں اور تہمت و افترا کے ضمن میں آتے ہوں، اسی لیے اس کا ترجمہ بدگمانی کیا جاتا ہے اور حدیث میں اس کو ''أَكْذَبُ الْحَدِيثِ'' (سب سے بڑا جھوٹ) کہہ کر اس سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔[2]

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۹۱) سنن أبي داود، رقم الحدیث (۴۰۹۰)

[2] صحیح البخاري، کتاب الأدب (۶۰۶۶) صحیح مسلم (۲۸/ ۲۵۶۳)

کسی کی ٹوہ میں رہنا کہ کوئی خامی یا عیب معلوم ہو جائے، تاکہ اسے بدنام کیا جائے، یہ تجسس ہے جو منع ہے اور حدیث میں بھی اس سے منع کیا گیا ہے، بلکہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر کسی کی خامی، کوتاہی کسی کے علم میں آجائے تو اس کی پردہ پوشی کرو، نہ کہ اسے لوگوں کے سامنے بیان کرتے پھرو۔

غیبت کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کے سامنے کسی کی برائیوں اور کوتاہیوں کا ذکر کیا جائے، جسے وہ برا سمجھے اور اگر اس کی طرف ایسی باتیں منسوب کی جائیں جو اس کے اندر موجود ہی نہیں ہیں تو وہ بہتان ہے۔ اپنی اپنی جگہ دونوں ہی بڑے جرم ہیں، لیکن بہتان زیادہ بڑا ہے۔

کسی مسلمان بھائی کی کسی کے سامنے برائی بیان کرنا، ایسے ہی ہے جیسے مردار بھائی کا گوشت کھانا تو کوئی پسند نہیں کرتا، لیکن غیبت لوگوں کی نہایت مرغوب غذا ہے۔[1]

141- کبیرہ گناہوں اور فحاشی سے اجتناب کرو:

پارہ ﴿۲۷﴾ ﴿قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ﴾ سورۃ النجم (آیت: ۳۲) میں فرمایا:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ﴾

”جو صغیرہ گناہوں کے سوا بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے اجتناب کرتے ہیں، بے شک تمھارا پروردگار بڑی بخشش والا ہے، وہ تمھیں خوب جانتا ہے، جب اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے۔“

”کَبَائِر“ کَبِیْرَۃٌ کی جمع ہے۔ کبیرہ گناہ کی تعریف میں اختلاف ہے۔ زیادہ اہلِ علم کے نزدیک ہر وہ گناہ کبیرہ ہے، جس میں جہنم کی وعید ہے یا جس کے مرتکب کی سخت

[1] پوری سورۃ الحجرات کی تفسیر کے سلسلے میں دیکھیں: صفحہ نمبر (۲۹۶) حاشیہ نمبر (۱)

مذمت قرآن وحدیث میں مذکور ہے۔ اہلِ علم یہ بھی کہتے ہیں کہ چھوٹے گناہ پر اصرار و دوام بھی اسے کبیرہ گناہ بنا دیتا ہے۔ علاوہ ازیں اس کے معنیٰ اور ماہیت کی تحقیق میں اختلاف کی طرح، اس کی تعداد میں بھی بہت اختلاف ہے۔ بعض علما نے انھیں کتابوں میں جمع بھی کیا ہے، جیسے کتاب الکبائر للذہبی، الزواجر للہیتمی اور کبیرہ گناہ الشیخ شبیر نورانی وغیرہ۔

''فَوَاحِشُ'' فَاحِشَةٌ کی جمع ہے۔ بے حیائی پر مبنی کام، جیسے زنا، لواطت وغیرہ۔ بعض کہتے ہیں جن گناہوں میں حد ہے، وہ سب فواحش میں داخل ہیں۔ آج کل بے حیائی کے مظاہر چونکہ بہت عام ہوگئے ہیں، اس لیے بے حیائی کو ''تہذیب'' سمجھ لیا گیا ہے، حتیٰ کہ اب مسلمانوں نے بھی اس ''تہذیبِ بے حیائی'' کو اپنا لیا ہے، چنانچہ گھروں میں ٹی وی، وی سی آر وغیرہ عام ہیں، عورتوں نے نہ صرف پردے کو خیر باد کہہ دیا ہے، بلکہ بن سنور کر اور حسن و جمال کا مجسم اشتہار بن کر باہر نکلنے کو اپنا شعار اور وتیرہ بنا لیا ہے۔ مخلوط تعلیم، مخلوط ادارے، مخلوط مجلسیں اور دیگر بہت سے موقعوں پر مرد وزن کا بے باکانہ اختلاط اور بے محابا گفتگو روز افزوں ہے، دراں حالیکہ یہ سب ''فواحش'' میں داخل ہیں۔ جن کی بابت یہاں بتلایا جارہا ہے کہ جن لوگوں کی مغفرت ہونی ہے، وہ کبائر و فواحش سے اجتناب کرنے والے ہوں گے نہ کہ ان میں مبتلا۔

''لمم'' کا مطلب ہے کسی بڑے گناہ کے آغاز کا ارتکاب، لیکن بڑے گناہ سے پرہیز کرنا یا کسی گناہ کا ایک دو مرتبہ کرنا پھر ہمیشہ کے لیے اسے چھوڑ دینا، یا کسی گناہ کا محض دل میں خیال کرنا، لیکن عملاً اس کے قریب نہ جانا، یہ سارے صغیرہ گناہ ہوں گے، جو اللہ تعالیٰ بڑے گناہ سے پرہیز کی برکت سے معاف فرما دے گا۔

142- اپنے منہ میاں مٹھو نہ بنو:

سورۃ النجم (آیت: ۳۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَا تُزَكُّوٓا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴾

''اپنے آپ کو پاک صاف نہ جتاؤ جو پرہیزگار ہے، وہ اس سے خوب واقف ہے۔''

جب اللہ سے تمھاری کوئی کیفیت اور حرکت پوشیدہ نہیں، حتیٰ کہ جب تم ماں کے پیٹ میں تھے، جہاں تمھیں کوئی دیکھنے پر قادر نہ تھا، وہاں بھی تمھارے تمام احوال سے وہ واقف تھا، تو پھر اپنی پاکیزگی بیان کرنے کی اور اپنے منہ میاں مٹھو بننے کی کیا ضرورت ہے؟ مطلب یہ ہے کہ ایسا نہ کرو، تاکہ ریا کاری سے بچو۔

143- تول کم مت کرو:

سورۃ الرحمٰن (آیت: ۷ تا ۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ﴾

''اور اسی نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کی۔ کہ ترازو (سے تولنے) میں حد سے تجاوز نہ کرو۔ اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور تول کم مت کرو۔''

144- فرطِ حزن و ملال اور فرطِ فرح و سرور میں مبتلا نہ ہو جاؤ:

سورۃ الحدید (آیت: ۲۳، ۲۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۝ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴾

''تاکہ جو (مطلب) تم سے فوت ہو گیا ہے، اس کا غم نہ کھایا کرو اور جو تم کو اس نے دیا ہو، اس پر اِترایا نہ کرو اور اللہ کسی اترانے اور شیخی

بگھارنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔ جو خود بھی بخل کریں اور لوگوں کو بھی بخل سکھائیں اور جو شخص روگردانی کرے تو اللہ بھی بے پروا (اور) سزاوارِ حمد (وثنا) ہے۔"

یہاں جس حزن اور فرح سے روکا گیا ہے، وہ غم اور خوشی ہے، جو انسان کو شرعی احکام و حدود سے تجاوز اور ناجائز کاموں تک پہنچا دیتی ہے، ورنہ تکلیف پر رنجیدہ اور راحت پر خوش ہونا، یہ ایک فطری عمل ہے، لیکن مومن تکلیف پر صبر کرتا ہے کہ اللہ کی مشیت اور تقدیر ہے، جزع فزع کرنے سے اس میں تبدیلی نہیں آسکتی اور راحت پر اِتراتا نہیں ہے، بلکہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے کہ یہ صرف اس کی اپنی سعی کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ اللہ کا فضل و کرم اور اس کا احسان ہے۔[1]

145- گناہ و زیادتی اور نافرمانی کی سرگوشیاں نہ کرو:

پارہ ۲۸ ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ﴾ سورۃ المجادلہ (آیت: ۹، ۱۰) میں فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۝ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَاۗرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾

"مومنو! جب تم آپس میں سرگوشیاں کرنے لگو تو گناہ اور زیادتی اور پیغمبر کی نافرمانی کی باتیں نہ کرنا، بلکہ نیکوکاری اور پرہیزگاری کی باتیں کرنا اور اللہ سے جس کے سامنے جمع کیے جاؤ گے ڈرتے رہنا۔ (کافروں کی) سرگوشیاں تو شیطان (کی حرکات) سے ہیں (جو) اس لیے (کی جاتی ہیں) کہ مومن

[1] پوری سورۃ الحدید کے ترجمہ اور تفسیر پر مشتمل ہماری ویڈیو سی ڈیز دستیاب ہیں اور یہ مکمل سورت ہماری ویب سائیٹ پر بھی برائے فری ڈاؤن لوڈ موجود ہے: www.mohammedmunirqamar.com

(ان سے) غمناک ہوں، مگر اللہ کے حکم کے سوا ان سے انھیں کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا تو مومنوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسا رکھیں۔"

یہ سرگوشیاں اور شیطانی حرکتیں مومنوں کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتیں، الا یہ کہ اللہ کی مشیت ہو، اس لیے تم اپنے دشمنوں کی ان اوچھی حرکتوں سے پریشان نہ ہوا کرو، بلکہ اللہ پر بھروسا رکھو، کیوں کہ تمام معاملات کا اختیار اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے، نہ کہ یہود اور منافقین، جو تمھیں برباد و تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ سرگوشی ہی کے سلسلے میں مسلمانوں کو ایک اخلاقی ہدایت یہ دی گئی ہے کہ جب تم تین آدمی اکٹھے ہو تو اپنے میں سے ایک کو چھوڑ کر دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں، کیوں کہ یہ طریقہ اس ایک آدمی کو غم میں ڈال دے گا۔[1]

البتہ اس کی رضا مندی اور اجازت سے ایسا کرنا جائز ہے، کیوں کہ اس صورت میں دو آدمیوں کا سرگوشی کرنا، کسی کے لیے تشویش کا باعث نہیں ہوگا۔

146- مغضوب علیہ قوم سے دوستی نہ رکھو:

سورۃ المجادلہ (آیت: ۱۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾

"بھلا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو ایسوں سے دوستی کرتے ہیں، جن پر اللہ کا غضب ہوا، وہ نہ تم میں سے ہیں، نہ ان میں سے اور جان بوجھ کر جھوٹی باتوں پر قسمیں کھاتے ہیں۔"

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الاستئذان (٦٢٩٠) صحيح مسلم، كتاب السلام (٢١٨٤)

[1] سورۃ المجادلہ کا ترجمہ و تفسیر بھی دونوں شکلوں میں دستیاب ہے۔ دیکھیں: حاشیہ متعلقہ سورۃ الحدید۔

147- قول وفعل میں تضاد پیدا نہ کرو:

سورۃ الصف (آیت: ۲، ۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۞ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾

''مومنو! تم ایسی باتیں کیوں کہا کرتے ہو، جو کیا نہیں کرتے؟ اللہ اس بات سے سخت بے زار ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔''

یہاں ندا اگرچہ عام ہے، لیکن اصل خطاب ان مومنوں سے ہے جو کہہ رہے تھے کہ اللہ کو جو سب سے زیادہ پسند عمل ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھنے چاہییں، تاکہ ان پر عمل کیا جا سکے، لیکن آپ ﷺ کے پاس جا کر پوچھنے کی جرأت کوئی نہیں کر رہا تھا اور جب انھیں وہ عمل بتائے گئے تو وہ سست ہو گئے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔[1]

148- مال و اولاد کا فتنہ:

① سورۃ المنافقون (آیت: ۹) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾

''مومنو! تمھارا مال اور اولاد تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دے اور جو ایسا کرے گا تو وہ لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔''

یعنی مال اور اولاد کی محبت تم پر غالب نہ آجائے، تاکہ تم اللہ کے بتلائے ہوئے احکام وفرائض سے غافل نہ ہو جاؤ۔

---

① سنن الترمذي، كتاب التفسير (۳۳۰۹) مسند أحمد (٥/ ٤٥٢) اس سورۃ الصف بلکہ پورے پارہ (۲۸، ۲۹ اور ۳۰) کا ترجمہ وتفسیر دستیاب ہے۔ دیکھیں: حاشیہ متعلقہ سورۃ الحدید (ص: ۴۷۹) فقرہ نمبر (۱۴۴) کے تحت۔

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ بہ کثرت اللہ کا ذکر کریں اور تنبیہ کرتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ مال و اولاد کی محبت میں پھنس کر اللہ (کے احکام و فرائض) سے غافل ہو جاؤ (اور حلال وحرام کی پروا نہ کرو) پھر فرماتا ہے کہ جو اللہ کے ذکر سے غافل ہو جائے، دنیا کی زینت میں محو ہو جائے اور اپنے رب کی عبادت میں سُست پڑ جائے وہ اپنا نقصان آپ کرنے والا ہے۔[1]

❹ سورۃ التغابن (آیت: ۱۴، ۱۵) میں فرمایا ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾

”مومنو! تمھاری عورتوں اور اولاد میں سے بعض تمھارے دشمن (بھی) ہیں، سو ان سے بچتے رہو اور اگر معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بھی بخشنے والا مہربان ہے۔ تمھارا مال اور تمھاری اولاد تو آزمایش ہے اور اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے۔“

149- ایام عدت میں عورت کو گھر سے نہ نکالو:

سورۃ الطلاق (آیت: ۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ﴾

[1] تفسير ابن كثير (٥/ ٣٤٩)

''اے پیغمبر! (مسلمانوں سے کہہ دو) جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کی عدت کے شروع میں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو اور اللہ سے جو تمھارا پروردگار ہے ڈرو (نہ تو تم ہی) ان کو (ایام عدت میں) ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ (خود ہی) نکلیں، ہاں اگر وہ صریح بے حیائی کریں (تو نکال دینا چاہیے) اور یہ اللہ کی حدیں ہیں۔ جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا، وہ اپنے آپ پر ظلم کرے گا (اے طلاق دینے والے!) تجھے کیا معلوم کہ شاید اللہ اس کے بعد کوئی (رجعت کی) سبیل پیدا کر دے۔''

طلاق دیتے ہی عورت کو اپنے گھر سے مت نکالو، بلکہ عدت تک اسے گھر ہی میں رہنے دو اور اس وقت تک رہایش اور نان ونفقہ تمھاری ذمے داری ہے۔

150- جھٹلانے والوں، بہ کثرت قسمیں کھانے والوں، چغل خوروں اور بخیلوں کا کہا نہ مانیں:

پارہ ۲۹ ﴿تبَارَكَ الَّذِی﴾ سورۃ القلم (آیت: ۸ تا ۱۳) میں فرمایا:

﴿ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ﴾

''تم جھٹلانے والوں کا کہا نہ ماننا۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تم نرمی ختیار کرو تو یہ بھی نرم ہو جائیں۔ اور کسی ایسے شخص کے کہے میں نہ آ جانا جو بہت قسمیں کھانے والا ذلیل اوقات ہے۔ طعن آمیز اشارے کرنے والا چغلیاں لیے پھرنے والا ہے۔ مال میں بخل کرنے والا حد سے بڑھا ہوا

بدکار۔ سخت خو اور اس کے علاوہ بد ذات ہے۔"

یہ ان کافروں کی اخلاقی پستیوں کا ذکر ہے، جن کی خاطر پیغمبر ﷺ کو خوشامد کرنے سے روکا جا رہا ہے۔

151- بدلے میں زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کرو:

سورۃ المدثر (آیت: ٦) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ﴾

"اور (اس نیت سے) احسان نہ کرو کہ اس سے زیادہ کے طالب ہو۔"

152- قیامت کو جھٹلانے والے گناہ گار:

پارہ ٣٠ ﴿عَمَّ﴾ سورۃ المطففین (آیت: ١٢ تا ١٤) میں فرمایا:

﴿وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾

"اور اس کو جھٹلاتا وہی ہے، جو حد سے نکل جانے والا گناہ گار ہے۔ جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ تو اگلے لوگوں کے افسانے ہیں۔ دیکھو یہ جو (اعمالِ بد) کرتے ہیں، ان کا ان کے دلوں پر زنگ بیٹھ گیا ہے۔"

153- اہلِ ایمان کا مذاق نہ اڑانا:

سورۃ المطففین (آیت: ٣٠) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ﴾

"جو گناہ گار (کفار) ہیں وہ (دنیا میں) مومنوں سے ہنسی کیا کرتے تھے۔"

154- مومنوں کو تکلیف نہ پہنچانا:

سورۃ البروج (آیت: ۱۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ﴾

''جن لوگوں نے مومن مَردوں اور مومن عورتوں کو تکلیفیں دیں اور توبہ نہ کی تو ان کو دوزخ کا عذاب ہوگا اور جلنے کا عذاب بھی ہوگا۔''

155- یتیم و مسکین کے ساتھ بدسلوکی نہ کرو:

سورۃ الفجر (آیت: ۱۵ تا ۲۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَأَمَّا الْإِنسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ۝ وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ۝ كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ۝ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۝ وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ۝ وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴾

''مگر انسان (عجیب مخلوق ہے کہ) جب اس کا پروردگار اس کو آزماتا ہے کہ اسے عزت دیتا اور نعمت بخشتا ہے تو کہتا ہے کہ (آہا) میرے پروردگار نے مجھے عزت بخشی۔ اور جب (دوسری طرح) آزماتا ہے کہ اس پر روزی تنگ کر دیتا ہے تو کہتا ہے کہ (ہائے) میرے پروردگار نے مجھے ذلیل کیا۔ اور نہیں! بلکہ تم لوگ یتیم کی خاطر نہیں کرتے۔ اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو۔ اور میراث کے مال کو سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔ اور مال کو بہت ہی عزیز رکھتے ہو۔''

156- یتیموں پر ظلم نہ کرو اور سائل کو مت جھڑکو:

سورۃ الضحیٰ (آیت: ۹، ۱۰) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴾

"تم بھی یتیم پر ستم نہ کرنا۔ اور مانگنے والے کو جھڑکی نہ دینا۔"

بلکہ اس کے ساتھ نرمی و احسان کا معاملہ کرو۔ اس سے سختی اور تکبر نہ کرو، نہ درشت اور تلخ لہجہ اختیار کرو۔ بلکہ جواب بھی دینا ہو تو پیار اور محبت سے دو۔

157- طعن آمیز اشاروں والے چغل خور اور مال گن گن کر رکھنے والے کی مذمت:

سورۃ الھمزہ (آیت: ۱، ۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَیْلٌ لِّکُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ﴾

"ہر طعن آمیز اشارے کرنے والے چغل خور کی خرابی ہے۔ جو مال جمع کرتا اور اس کو گن گن کر رکھتا ہے۔"

کتابیاتِ احکام القرآن

(قرآن کریم میں احکامات وممنوعات)

۱		قرآنِ کریم
۲	أ)	اذان و اقامت اور امامت و جماعت، ابو عدنان محمد منیر قمر
۳		آدابِ دعاء: اوقات و مقاماتِ قبولیت، ابو عدنان محمد منیر قمر
۴		اسیرانِ جہاد اور مسئلۂ غلامی، ابو عدنان محمد منیر قمر
۵		اسلام میں انسانی جان کی قدر و قیمت اور فلسفۂ جہاد، ابوعدنان محمد منیر قمر
۶		الامر بالمعروف والنہی عن المنکر اور ضرورتِ جہاد، ابوعدنان محمد منیر قمر
۷		ارواء الغلیل للالبانی
۸		الادب المفرد امام بخاری بتحقیق الالبانی
۹		انفاق فی سبیل اللہ (اسکرپٹ پروگرام از سعودی ریڈیو جدہ تالیف و تقدیم: ابوعدنان)
۱۰	ت)	تفسیر قرطبی
۱۱		تفسیر ابن کثیر
۱۲		تفسیر فتح القدیر للشوکانی

۱۴		تفسیر ایسر التفاسیر، ابو بکر الجزائری
۱۵		تفسیر احسن البیان، حافظ صلاح الدین یوسف
۱۶		تفسیر سورۃ الحجرات، محدث جلالپوری
۱۷		تحریم آلات الطرب للالبانی
۱۸		تمام المنہ للالبانی
۱۹	ج)	جہادِ اسلامی: فضائل، مسائل، حقائق، ابو عدنان محمد منیر قمر
۲۰	ح)	حجاب المراۃ للالبانی
۲۱	د)	درود شریف، ابو عدنان محمد منیر قمر
۲۲	ذ)	مسنون ذکرِ الٰہی، ابو عدنان محمد منیر قمر
۲۳	ر)	رمضان و روزہ: فضائل و برکات، ابو عدنان محمد منیر قمر
۲۴		رمضان و روزہ: احکام و مسائل، تحقیق و دلائل، ابو عدنان محمد منیر قمر
۲۵	ز)	زاد المعاد، علامہ ابن قیم
۲۶	س)	سنن ابی داود
۲۷		سنن ترمذی
۲۸		سنن نسائی
۲۹		سنن ابن ماجہ
۳۰		سوئے حرم، ابو عدنان محمد منیر قمر
۳۱		سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی
۳۲		السنن الکبریٰ

۴۳	ص)	صحیح بخاری
۳۴		صحیح مسلم
۳۵		صحیح سنن ابی داود
۳۶		صحیح سنن الترمذی
۳۷		صحیح سنن النسائی
۳۸		صحیح سنن ابن ماجہ
۳۹		صحیح الجامع الصغیر للالبانی
۴۰		صحیح الترغیب و الترھیب للالبانی
۴۱	ع)	عمل الیوم و اللیلہ للنسائی
۴۲	ف)	فتح الباری ، حافظ ابن حجر عسقلانی
۴۳		الفتح الربانی شرح مسند احمد الشیبانی
۴۴		فقہ السنہ ، سید سابق
۴۵		فقہ الصلاۃ ، جلد اول ابو عدنان محمد منیر قمر
۴۶	ک)	کتاب التوحید ، شیخ الاسلام محمد التمیمی
۴۷		کتاب الکبائر للتمیمی
۴۸		کتاب الزواجر للھیتمی
۴۹		کبیرہ گناہ ، للنورانی شبیر
۵۰	ل)	اللؤلؤ و المرجان ، محمد فؤاد عبد الباقی
۵۱	م)	مسند احمد

۵۲		منہاج المسلم ، ابو بکر جابر الجزائری
۵۳		مجمع الزوائد، للہیثمی
۵۴		مشکاۃ المصابیح
۵۵		مختصر فتح القدیر شوکانی ، دار السلام
۵۶		معوذتین : فضائل و برکات ، ترجمۃ وتفسیر ، تقدیم وتہذیب: ابو عدنان محمد منیر قمر
۵۷		مسنون حج وعمرہ (مجموعہ شارجہ ٹی وی پروگرام۔ ابو عدنان محمد منیر قمر)
۵۸		مختصر مسائل احکام حج وعمرہ ، ابو عدنان محمد منیر قمر
۵۹		مختصر مسائل واحکام عمرہ ، ابو عدنان محمد منیر قمر
۶۰		مناسکِ حج وعمرہ تالیف علامہ البانی ،اردو ترجمۃ : ابو عدنان محمد منیر قمر
۶۱	ن)	نمازِ تراویح ، ابو عدنان محمد منیر قمر
۶۲		نیل الاوطار ، شوکانی
۶۳	و)	وجوبِ نقاب وحجاب ، ابو عدنان محمد منیر قمر

جرائد و مجلّات:

۶۴		۱) صراط مستقیم برمنگھم۔ برطانیہ
۶۵		۲) ہفت روزہ اہلحدیث ، لاہور

جادو کا آسان علاج

جو آپ خود بھی کر سکتے ہیں

تالیف
فضیلۃ الشیخ محمد منیر قمر حفظہ اللہ

تحقیق و تخریج
حافظ شاہد محمود
فاضل مدینہ یونیورسٹی

ناشر

مکتبہ کتاب و سنت
ریحان چیمہ - ڈسکہ

ام القریٰ پبلی کیشنز
سیالکوٹ روڈ گوجرانوالہ

عیدین و قربانی

فضیلت و اہمیت • احکام و مسائل

تالیف

فضیلۃ الشیخ مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ

تحقیق و تخریج

فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالرؤف حفظہ اللہ

فاضل مدینہ یونیورسٹی

ناشر

مکتبہ کتاب و سنت
ریحان چیمہ - ڈسکہ

ام القریٰ پبلی کیشنز
سیالکوٹ روڈ گوجرانوالہ

حقوق مصطفی ﷺ

اور

توہین رسالت کی شرعی سزا

تالیف
فضیلۃ الشیخ محمد منیر قمر حفظہ اللہ

GUJRANWALA

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾

بے شک ہم ہی نے یہ نصیحت نازل کی ہے اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

عظمتِ قرآن

تالیف

فضیلۃ الشیخ مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ

مکتبہ کتاب و سنت
ریحان چیمہ

اُمُّ القریٰ
پبلی کیشنز

سیالکوٹ روڈ، گوجرانوالہ 0321-6466422 / 0333-8110896

امامُ العصر سماحۃ الشیخ

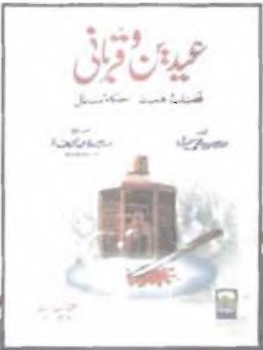
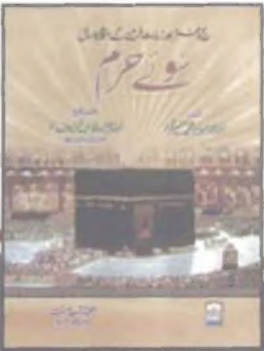
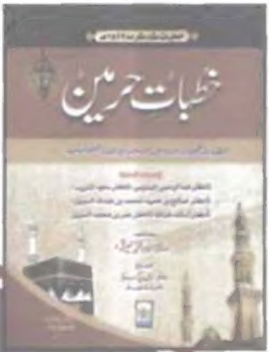
علامہ ابن باز رحمہ اللہ

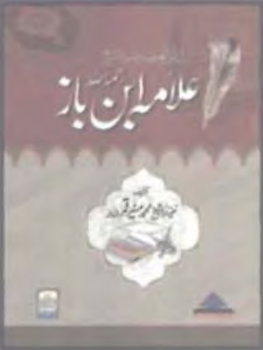
تالیف

فضیلۃ الشیخ محمد منیر قمر حفظہ اللہ

مکتبہ کتاب و سنت

GUJRANWALA


عیدین و قربانی

سوئے حرم

خطبات حرمین

حقوق مصطفیٰ
اور

علامہ ابن باز

جادو کا آسان علاج

تربیت اولاد

عظمت قرآن

دروس خواتین